موسیقی اور سماع

عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ

المتوفی ۱۱۴۳ھ

مترجم و محقق

فضیلۃ الاستاذ

ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

دار البیان

ایضاح الدلالات فی سماع الآلات
کا سلیس اردو ترجمہ بنام

موسیقی اور سماع

تالیف
فضیلۃ الامام الشیخ
عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ
المتوفی ۱۱۴۳ھ

مترجم و محقق
فضیلۃ الاستاذ
ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

دار البیان
للطباعۃ والنشر والتوزیع

نام کتاب	" موسیقی اور سماع "
تالیف	فضیلۃ الامام عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی رحمہ اللہ
ترجمہ و تحقیق	فضیلۃ الاستاذ مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ
پروف ریڈنگ	علامہ حامد علی علیمی
کمپوزنگ	مفتی مکرم خان محمودی / علامہ امجد اسلام
فارمیشن	فرقان مرزا
اشاعت اوّل	20 نومبر 2013ء / 15 محرم الحرام 1435ھ
صفحات	216
قیمت	RS:400/

دار البیان

للطباعۃ و النشر و التوزیع

جامعہ مسجد "سکینہ سلطان"

ڈیفنس، فیز viii، خیابانِ شاہین، کراچی، پاکستان

E-mail :darulbayan@hotmail.com

contact :0321.2166548

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرفِ انتساب

عارف باللہ، شیخ الاسلام

عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۱۱۴۳ھ

کے نام

ابو محمد اعجاز احمد

فہرس

تقریظ

دعائے دل برائے من

اُستاذالاساتذہ، شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی جمیل احمد نعیمی ضیائی[1]

آج سے برسوں پہلے اس زمین پر بڑے بڑے علمائے کاملین اور مشائخ عاملین گزرے ہیں جو مفسر و محدث اور فقیہ بھی تھے اور اَرباب تصنیف و تالیف بھی، نیز زہد و تقویٰ اور تصوف میں بھی اُن کا مقام بہت بلند تھا انہی میں سے ایک ذات گرامی قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، رہبر شریعت، شیخ طریقت حضرت عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جن کی بے شمار کتب میں سے ایک کتاب ہذا "ایضاح الدلالات فی سماع الآلات" یعنی مسئلہ سماع وغنا پر بھی ہے۔

فاضل جلیل عالم نبیل علامہ مفتی ابو محمد اعجاز احمد زید مجدہ نے اس کتاب پر ترجمہ و تحقیق فرمائی ہے جو کہ ایک لائق تحسین کاوش ہے، موصوف اس سے قبل قریباً 35 کتب و رسائل پر کام کر چکے ہیں جن میں سے اکثر کتب کے تراجم مع حواشی اور کچھ علمی کتب پر تحقیق و تخریج کا کام ہوا ہے۔

1۔ناظم تعلیمات واُستاذ الحدیث "جامعہ نعیمیہ" دستگیر، کراچی۔

احقر اپنی علالت کی بنا پر زیادہ کچھ تو نہیں لکھ سکا البتہ یہ چند کلمات مع دعائیں پیش ہیں، مولائے کریم اپنے حبیب رؤف ورحیم ﷺ کے صدقے ان کاوشوں کو قبول فرمائے۔ اور مزید تحریر وتقریر کی صورت میں دین متین کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائے اور مولانا موصوف اور ان کے اہل خانہ کو صحت وعافیت اور سلامتی ایمان کے ساتھ قائم ودائم رکھے۔

آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین ﷺ

احقر جمیل احمد نعیمی ضیائی غفرلہ

ناظم تعلیمات واستاذ الحدیث

"دارالعلوم نعیمیہ" بلاک 15، فیڈرل بی ایریا، کراچی

۷ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ / موافق ۱۴ ستمبر ۲۰۱۳ء

تقریظ

خیالِ دل نشیں

ممتاز ماہر تعلیم، ماہر ریاضیات، استاذ الاساتذہ

پروفیسر محمد زاہد[2]

تمام تعریفات اُس ذات پاک کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا مالک وخالق ہے اور بے حد دُرود و سلام ہوں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ پر اور اِن کے آل و اصحاب پر، اِس سے پیشتر کہ میں اس قدیم کتاب کے ترجمہ کی کاوش و محنت اور تحقیق پر اپنے تاثرات قلمبند کروں، میں خواجہ سیّد محمد معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں رباعی پیش کرتا ہوں۔

بہ گردابِ بلا اُفتادہ کشتی
ضعیفانِ شکستہ را تو پشتی
بہ حق خواجہ عثمان ہارونی
مدد کن یا معین الدین چشتی

2۔ سابق پروفیسر، آغاخان یونیورسٹی / ایسوسیئٹ پروفیسر، نیوپورٹ یونیورسٹی آف کامرس اینڈ ایجوکیشن، کراچی / سابق پروفیسر ہمدرد یونیورسٹی، کراچی۔

میں نے ایک طویل عرصہ کے بعد سماع وغناء کے بارے میں اس قدر جامع دلائل کے ساتھ اس ترجمہ کو دل کی گہرائیوں سے پڑھا ہے میں جیسے جیسے اسے پڑھ رہا تھا میری interesting سماع بالمزامیر کے بارے میں بڑھتی چلی جارہی تھی، امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تین دن میں جس قدر علمی تحقیق کے ساتھ اس کتاب کو لکھا ہے اِس سے اُن کی علمیت اور کمال کا پتہ چلتا ہے، یہ کتاب سماع بالمزامیر پر گہری نظر رکھنے والے علماء اور خانقاہوں کے شیوخ کے درمیان ایک پل ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ پڑھنے کے بعد بہت ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی جو کہ سطحی معلومات رکھنے والے علماء اور جہلاء نے پھیلائی ہوئی ہیں، کتاب ہذا کے مصنف کا مشاہدہ تو کمال کا تھا ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ کتاب کے مطالعہ سے اُن کی علمی وسعت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سماع بالمزامیر پر جس قدر دلائل انہوں نے پیش کیے ہیں وہ کم از کم میری نظر سے اب تک نہیں گزرے، مزید برآں دو اہم نکات بھی حاصل ہوئے ہیں:

- موسیقی اور سماع کے بارے میں مطلقاً حرام ہونے کا فتوی جائز نہیں۔
- غناء اور سماعِ آلات موسیقی بہت سے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بانیانِ مذاہب اَربعہ کے اقوال اور اعمال سے بھی ثابت ہے۔

"ابو محمد اعجاز احمد" نے اس کتاب کو جس انداز میں عربی سے اُردو زبان کے قالب میں ڈھالا ہے وہ ایک بہت ہی پُر مشقت کام ہے، زبان سلیس ہے ہر کوئی آسانی سے سمجھ سکتا ہے نیز اس ترجمہ سے ابو محمد اعجاز احمد کی عربی زبان پر

دسترس کا بھی پتہ چلتا ہے چونکہ یہ بہت ہی قدیم کتاب تھی لیکن جس انداز میں موصوف نے اس پر ترجمہ و تحقیق کی ہے اور موجودہ زمانے میں سماع بالمزامیر کے ایک مشکل مسئلے کو شرعی طور پر حل کرنے میں مدد کی ہے اس کے لئے میں انہیں بہ حیثیت اپنے ایک ہونہار شاگرد کے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آخیر میں اِن کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی ان کو مزید ہمت وتوفیق عطا فرمائے اور تمام خواجگان چشت کا ابو محمد اعجاز احمد اور ان کے والدین پر کرم خاص اور نظر عنایت ہو۔

سگ دربار خواجگان چشت

پروفیسر محمد زاہد (قادری چشتی نظامی)
ایسوسیئیٹ پروفیسر، نیوپورٹ یونیورسٹی آف
کامرس اینڈ ایجوکیشن، کراچی

عارف باللہ، امام عبد الغنی نابلسی حنفی رضی اللہ عنہ

﴿از: شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ﴾

ماخوذ "مقدمۃ الحدیقۃ الندیۃ"

نام و نسب

"الحدیقۃ الندیۃ" جیسی عظیم الشان شرح تحریر کرنے والے، علوم کے بحر ذخار، قطبُ الاقطاب، عارف باللہ، سیدی شیخ کا نام نامی، اسم گرامی اور نسب شریف یوں ہے:

عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی بن اسماعیل بن احمد بن ابراہیم نابلسی دمشقی حنفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۵ ذوالحجہ الحرام، ۱۰۵۰ ہجری بمطابق ۱۹ مارچ، ۱۶۴۱ عیسوی کو دمشق (ملک شام) میں ہوئی۔

ولادت کی بشارت

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے پہلے جبکہ آپ کے والد محترم رُوم کے سفر پر تھے، ایک مجذوب بزرگ حضرت سیّدنا شیخ صالح محمود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کو بیٹے کی ولادت کی خوشخبری دی، اور ایک درہم بھی دیا اور کہا۔ "اس کا نام "عبد الغنی" رکھنا، اللہ تعالیٰ اس کا حامی و ناصر ہو گا" وہ مجذوب بزرگ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت سے کچھ دن پہلے انتقال فرما گئے تھے، اور آپ کی ولادت باسعادت اسی تاریخ کو ہوئی جس کی پیش گوئی انہوں نے فرمائی تھی۔

علمی زندگی اور اساتذہ کرام

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایک ایسے خاندان سے ہے جس کے اُفق پر علم و فضل کے کئی درخشاں ستارے اپنی چمک دمک سے جہالت کے اندھیروں کو کافور فرماتے رہے آباء واجداد حضرت سیدنا امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۰۴ھ) کے مقلد تھے، جبکہ خود آپ رحمۃ اللہ علیہ (اور والد ماجد) کاشف الغمہ، حضرت سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے مقلد تھے۔

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کچھ بڑے ہوئے تو والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک سیکھنے میں مشغول کیا، ۱۰۶۲ھ کو ابھی آپ رحمۃ اللہ علیہ بارہ سال ہی کے تھے کہ سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا، لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی سفر جاری و ساری رہا یہاں تک کہ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مروجہ علوم صرف و نحو، علم معانی و بیان، علم فقہ و تفسیر اور علم حدیث کے حصول کی خاطر اپنے زمانے کے مشہور علماء کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے، چنانچہ، علم فقہ و اُصول فقہ حضرت سیدنا شیخ احمد قلعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے، علم نحو، معانی، بیان اور علم صرف حضرت سیّدنا شیخ محمود کردی رحمۃ اللہ علیہ سے، حدیث و اُصول حدیث حضرت عبد الباقی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور علم تفسیر کے لیے "مدرسہ سلیمیہ" میں حاضر ہوئے۔

نیز حضرت نجم الغزی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس علم میں بھی شرک ہوئے، اِن کے علاوہ جتنے بھی علماء وفضلا سے مستفیض ہوئے، اُن میں سے چند کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: حضرت شیخ محمد بن احمد اسطوانی، حضرت شیخ ابراہیم بن منصر فتال، حضرت شیخ عبد القادر بن مصطفی صفوری شافعی، حضرت محمد بن کمال الدین حسنی حسینی بن حمزہ، حضرت شیخ محمد عیثاوی، حضرت شیخ حسین بن اسکندر رُومی، حضرت شیخ کمال الدین عرضی حلبی دمشقی، حضرت شیخ محمد محاسنی اور حضرت شیخ محمد بن برکات کوافی حمصی دمشقی وغیرہ۔ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن۔

سلسلۂ طریقت وعلم معرفت

مصر کے شیخ حضرت سیّدنا علی شراملسی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل کی، حضرت سیّدنا شیخ عبد الرزاق حموی جیلانی قدس سرہ کے ذریعے "سلسلۂ عالیہ قادریہ" میں اور حضرت شیخ سعید بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے "سلسلۂ نقشبندیہ" میں شامل ہوئے، نوجوانی میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تصوف کا غلبہ تھا، چنانچہ سات برس تک جامع اُموی کے قریب واقع اپنے گھر میں گوشہ نشین رہے اور باہر نہ نکلے حتی کہ حاسدین نے اُن کی نسبت غلط باتیں بیان کرنا شروع کر دیں کہ "وہ تارک نماز ہیں" اپنے اشعار سے لوگوں کی برائی بیان کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان باتوں سے بالکل بری تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا شیخ اکبر علامہ محی الدین ابن عربی، حضرت سیّدنا ابن سبعین اور حضرت سیّدنا عفیف الدین تلمسانی وغیرہ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن

جن کا شمار مشائخ صوفیہ میں ہوتا ہے کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور علم و معرفت کے خزانوں کو دل کے دامن میں بسالیا۔

منقول ہے کہ بعض متعصب لوگوں نے آپ کی ابتدائی کتاب "نسمات الاسحار فی مدح النبی المختار" (اسے بدیعتہ بھی کہتے ہیں) جو سرورِ کائنات، شاہ موجودات، سراپا معجزات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شانِ اقدس میں لکھے گئے اشعار کا مجموعہ ہے، پر اعتراض کیے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح (بنام) "نفحات الازھار علی نسمات الاسحار" لکھنا شروع کی اور صرف ایک مہینے کی قلیل مدت میں ایک جلد پر مشتمل شرح لکھ کر اُن کے منہ بند کر دیئے۔

درس و تدریس

۲۰ سال کی عمر میں مسند تدریس پر جلوہ آرا ہوئے اور ساتھ ہی میدانِ تصنیف میں بھی اُتر آئے، بے شمار لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے اپنے دامن بھرے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نیکی کی دعوت اور پاکیزہ خیالات سے بھرپور فائدہ اٹھایا، آپ کے اجل تلامذہ میں حضرت سیّدنا شیخ مصطفیٰ بکری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بہت مشہور ہے۔

وعظ و نصیحت

ناصح الامہ، سیّدی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ "الحدیقۃ الندیۃ" میں بیان فرماتے ہیں "ایک مرتبہ میں ملک شام کے شہر دمشق کی مسجد "جامع بنو اُمیہ" میں درس دے رہا تھا کہ اس دوران کچھ لوگ میرے ارد گرد دُنیاوی باتیں کرنے اور

قہقہے لگانے لگے میں نے عمومی طریقے پر (یعنی بغیر نام لیے) اُن کی اصلاح و خیر خواہی کی غرض سے قدرے بلند آواز سے پیارے آقا، مکی مدنی مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ فرمان حقیقت بنیاد بیان کیا کہ "آخری زمانے میں کچھ لوگ مسجد میں دُنیا کی باتیں کریں گے" منجملہ میں نے یہاں تک کہا کہ: اے اللہ کے بندو! یہود و نصاریٰ کے گرجا گھروں اور کنیسوں کو دیکھو وہ کس طرح ان کو دُنیا کی باتوں سے بچاتے ہیں جب کہ اُن کے گرجا گھر شیاطین کے ٹھکانے ہیں۔

تو اے مسلمانو! تم اپنی مسجد کو دُنیا کی باتوں سے کیوں نہیں بچاتے، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی پڑھتے ہو، فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ: الآیہ، (پ ۱۸، النور: ۳۶، ترجمہ: ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے) لیکن بجائے اس کے کہ وہ میری بات پر توجہ دیتے اور اس پر عمل کرتے، انہوں نے مجھ سے اعراض کیا بلکہ اپنے جاہلوں کے ذریعے مجھے اذیت دینے پر اُتر آئے، جس کی وجہ سے میں نے وہاں درس دینا ترک کر دیا اور اب میں "جامع (مسجد) بنواُمیہ" کے قرب میں واقع اپنے گھر پر درس دیتا ہوں اور مسجد میں جمعہ و عیدین کے علاوہ نہیں جاتا، اللہ تعالیٰ ہماری اور اُن کی اصلاح فرمائے۔

علمی اَسفار

حضرت سیّدنا علامہ عارف باللہ، عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے ۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ء میں دار الخلافہ "استنبول" کا سفر اختیار کیا اور وہاں کچھ زیادہ عرصے قیام نہ کیا، پھر ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۸ء میں "بقاع" اور "لبنان" تشریف لے

گئے، اس کے بعد ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۸۹ء میں "الخلیل" اور "بیت المقدس" کی جانب روانہ ہوئے، ۱۱۰۵ھ/ ۱۶۹۳ء میں "مصر" اور "حجاز مقدس" کا سفر اختیار کیا، یہ ایک بڑا سفر تھا، پھر ۱۱۱۲ھ/ ۱۷۰۰ء میں "طرابلس" (شام) کا سفر کیا اور وہاں چالیس دن قیام فرمایا، اور ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء میں اپنے اَسلاف کے شہر "دمشق" سے اس کے دارالحکومت منتقل ہو گئے اور تمام عمر وہیں رہے۔

سیرت و کمالات

﴿آپ رحمۃ اللہ علیہ خود کو لغو باتوں اور فحش کلامی سے بچاتے، نہ تو فضول گفتگو کرتے اور نہ ہی کسی سے بغض و عداوت رکھتے، نیک لوگوں، فقرا اور طالب علموں سے محبت کرتے، ان کی تعظیم و توقیر کرتے، اپنے مرتبہ و حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی معاملہ میں حکمرانوں سے جائز سفارش کرتے تو اِن کی سفارش قبول کی جاتی، حرام کردہ چیزوں کی طرف دیکھنے سے بچتے، علم پھیلانے اور اس کی کتابت کے خواہش مند رہتے، فراخ دلی کے ساتھ سخاوت کرتے، عمر کے آخری ایام میں آپ کو ایسی شہرت، عزت اور بلند مرتبہ ملا کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا، ۹۰ سال کی عمر میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت و عقل سے نوازا تھا کہ اس عمر میں بھی آپ کھڑے ہو کر نوافل ادا فرماتے، اپنے گھر میں لوگوں کو باجماعت نمازِ تراویح پڑھاتے اور (نظر کا یہ عالم تھا کہ) باریک سے باریک لکھائی بھی پڑھ لیا کرتے اور اس عمر میں بھی کتب تصنیف فرماتے، جیسا کہ بیضاوی شریف کی شرح وغیرہ: ازعلمیہ﴾

ایک دلچسپ واقعہ

حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۴۳ھ) "حدیقہ ندیہ" میں بیان کرتے ہیں کہ "مجھے بعض عالم کہلانے والے کوتاہ بین شوافع کی طرف سے آزمائش کا سامنا ہوا، وہ پیٹھ پیچھے میری برائی کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ فاسق کی غیبت جائز ہے، اور میری عزت دری کے لیے میرے متعلق ایسی بُری باتیں کہتے، جن سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا، اِس پر میں نے یہ دو اشعار کہے:

سَمِعْتُ بِقَوْمٍ عَلَّلُوْا حَلَّ غِیْبَتِیْ ۔۔۔ بِفَهْمٍ رَكِیْكٍ فِی الْحَدِیْثِ مِنَ الطَّبْعِ

فَقُلْتُ وَلَا عَتَبَ فَقَدْ حَلَّ عِنْدَهُمْ ۔۔۔ لَهُمْ اَكْلُ اِنْسَانٍ بِوَاسِطَةِ الضَّبْعِ

ترجمہ: میں نے سنا کہ کچھ لوگوں نے فہم حدیث میں کوتاہی کی عادت کے باعث میری غیبت کو جائز قرار دیا۔ تو میں نے (جواباً) کہا، اُن سے شکایت کیسی؟ اُن کے نزدیک بجو کے واسطے سے انسان کا گوشت کھانا جائز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بجو کا گوشت شوافع کے نزدیک حلال ہے اور بجو انسان کا گوشت کھاتا ہے لہٰذا شوافع جب بجو کا گوشت کھاتے ہیں تو وہ اِس کے واسطے سے انسان کا گوشت بھی کھاسکتے ہیں، اور یہ اُن کے نزدیک جائز و حلال ہے، تو اگر انہوں نے میری غیبت کو جائز سمجھ لیا تو اُن سے شکایت کس بات کی؟؟

تعریفی کلمات

حضرت سیّدنا علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر اہل معرفت میں سے تھے علوم دینیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، عوام سے لے کر علماء تک میں

آپ کی مقبولیت تھی، اکابرین، محققین اور مدققین علماء کرام و مشائخ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے درج ذیل تعریفی کلمات اس پر شاہد و عادل ہیں۔

حضرت سیّدنا علامہ مرادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "سِلْكُ الدُّرَرِ فِيْ اَعْيَانِ الْقَرْنِ الثَّانِيْ عَشَرَ" میں فرماتے ہیں۔

"علم ولایت، زُہد و تقویٰ، شہرت و دِرایت کے حوالے سے اُن کے متعلق جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے، علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اس سے بڑھ کر ہیں، اُستادوں کے اُستاد، ماہرین کے ماہر، ولی کامل، عارف باللہ، معارف کے سر چشمے، قطبُ الاقطاب، اپنے رب کی معرفت رکھنے والے، مقرب و محبوب بندے ہیں، اور اِس کے علاوہ کئی چھوٹے بڑے، باطنی و ظاہری اعزازات و کمالات کے حامل تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات ہیں، لیکن اُن کا ظہور و بیان آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پسند نہیں تھا اس کے باوجود لوگ اُن کے دَر پر پڑے رہتے، اُن سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔

حتی کہ "اَلْاُسْتَاذُ الْاَعْظَم، اَلْمَلَاذُ الْاَعْصَم، اَلْعَارِفُ الْكَامِل، اَلْعَالِمُ الْكَبِيْر، اَلْقُطْبُ الرَّبَّانِيْ وَالْغَوْثُ الصَّمَدَانِيْ" جیسے عظیم الشان القابات سے یاد کرنے کے بعد علامہ مرادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میری تاریخ (یعنی کتاب سلك الدُّرر) کمالِ فخر کو جا پہنچی کہ ایک ایسے امام (جلیل) کے تذکرے پر مشتمل ہے، زمانہ جن کا عقیدت مند ہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر رافعی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں "بلادِ مصر کا مفتی" فرمایا۔

تفسیر "روح البیان" میں ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (پ۱۰، التوبہ : ۱۸) ترجمہ: اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں﴾ کے تحت لکھا ہے: شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ "کشف النور عن اصحاب القبور" میں فرماتے ہیں۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "جو بدعتِ حسنہ مقصودِ شرع کے موافق ہو وہ سنت ہوتی ہے، چنانچہ علماء دین، اولیاء کاملین رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْن کی قبور پر گنبد بنانا، چادریں چڑھانا، سر کی جانب سے عمامے کے تاج رکھنا جائز ہے، کیونکہ اس سے مقصود عوام کی نظروں میں اُن کی عظمت و جلالت بٹھانا ہوتا ہے تاکہ وہ صاحب مزار کی تحقیر نہ کریں اور اسی طرح اولیاء و صالحین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ کی قبور کے پاس موم بتیاں جلانا، قندیلیں روشن کرنے کا مقصد بھی عوام کی نظروں میں اولیاء کی عظمت بٹھانا ہوتا ہے، پس اُن کا مقصود اچھا ہے اور اس طرح اولیاء کرام رحمھم اللہ کی قبور پر تعظیم و محبت کی غرض سے موم بتیاں جلانے کی منت ماننا بھی جائز ہے، اس سے منع نہ چاہیے"۔

محقق علی الاطلاق، حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "کشف النور عن اصحاب القبور" سے اس عبارت کا خلاصہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں، "نَفَعَنَا اللّٰهُ بِهٖ" (یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کی برکتوں سے مالا مال فرمائے)۔

حضرت سیدنا شیخ احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۳۱ھ) "حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح" میں شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو بطورِ

دلیل ذکر کرتے ہوئے اِن القابات سے یاد فرماتے ہیں۔ عارف باللہ، سیدی عبد الغنی نابلسی (رحمۃ اللہ علیہ)۔

۱۴ صدی ہجری کے مجدد اعظم (امام اہل سنت) حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) جنازے کے پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنے کے مسئلہ میں حضرت (عارف باللہ) علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہوئے اِن القابات سے فرماتے ہیں۔

امام، علامہ، عارف باللہ، ناصح الامہ، سیدی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب "الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ المحمدیۃ" میں فرماتے ہیں۔ الخ

حضرت شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "جامع کرامات اولیاء" میں فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ عبد الغنی نابلسی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے سے اب تک کے اہل معرفت اولیاء کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ میں بہت مشہور ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار ائمہ دین و علماء کاملین کے علوم سے فیض پایا، اور بے شمار علماء دین آپ کے علوم سے فیضیاب ہوئے اور میں نے اِس کتاب (جامع کرامات اولیاء) میں آپ سے فیض یافتہ علماء کی کئی کرامات بیان کی ہیں (جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی کثیر الکرامات بزرگ تھے اور) اگر آپ کی کوئی کرامت نہ ہوتب بھی تمام علوم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مہارت کاملہ اور تمام فنون میں آپ کی بے شمار تصانیف کا ہونا کسی کرامت سے کم نہیں، لیکن جب اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حیات میں اور بعد وفات

بکثرت کرامات وقوع پذیر ہوئیں، تو اندازہ کیجیے کہ یہ کس قدر عظمت وجلالت کے مالک ہوں گے۔

تصنیف و تالیف

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ۲۵۰ سے زائد کتب یادگار چھوڑیں جو بہت مفید وعمدہ ہیں اور اہل سنت وجماعت کی تائید میں ہیں، وہ تصانیف اِن علوم پر مشتمل ہیں:

علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام، علم فقہ، علم تجوید، تصوف، شعر اور سفر نامے وغیرہ،

تصوف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا شیخ محی الدین ابن عربی اور حضرت سیدنا عبد الکریم جیلی اور حضرت سیّدنا شیخ ابن الفارض رحمھم اللہ تعالی علیھم اجمعین کی کتب کی شروحات تحریر فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان شروحات میں متقدمین شارحین کے انداز کو نہیں اپنایا بلکہ بڑی مجتہدانہ تعبیرات سے آراستہ کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصنیف ''دیوان الدواوین'' چار جلدوں میں ہے، پہلی جلد کا موضوع ''تصوف'' ہے یہ ۱۳۰۲ھ میں قاہرہ سے چھپی تھی، لیکن اس کے علاوہ کوئی اور جلد زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکی، اس کی دوسری جلد نعت پاک مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے، تیسری جلد تعریفی قصائد اور مکتوبات کا مجموعہ ہے، چوتھی جلد میں غزلیں ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفر ناموں کو بھی تحریر کا جامہ پہنایا مگر اُن میں مقامات کی تفصیلات بیان نہیں فرمائیں، بلکہ دورانِ سفر جو رُوحانی اَحوال پیش آئے انہیں بیان فرمایا، جو معروف سیاحین مصطفی بکری دمشقی

اور اسعد تیمی مصری رحمہما اللہ وغیرہ کے لیے قابلِ تقلید نمونہ بن گئے، اب ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی فہرست پیش کرتے ہیں جو ہم تک پہنچی ہے: (علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے 210 تصانیف کے اسماء گرامی تحریر کیے ہیں ہم صفحات کی تنگ دامنی، اور عوام الناس کے لیے غیر مفید ہونے کی وجہ سے فقط چند کے نام لکھ رہے ہیں، اہل علم اصل ماخذ کی طرف مراجعت فرمائیں)۔

(۱) التحریر الحاوی بشرح تفسیر البیضاوی (۲) بواطن القرآن ومواطن العرفان (۳) کنز الحق المبین فی احادیث سید المرسلین (۴) الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة (۵) ذخائر المواریث فی الدلالة علی مواضع الاحادیث (۶) جواهر النصوص فی حل کلمات الفصوص (۷) کشف السر الغامض شرح دیوان ابن الفارض (۸) زهر الحدیقة فی ترجمه رجال الطریقة (۹) خمرة الحان ورنة الالحان شرح رسالة الشیخ ارسلان (۱۰) تحریك الاقلید فی فتح باب التوحید (۱۱) لمعان البرق النجدی شرح تجلیات محمود آفندی (۱۲) المعارف الغیبیة شرح عینیة الجلیلیة (۱۳) اطلاق القیود شرح مراٰة الوجود (۱۴) الظل الممدود فی معنی وحدة الوجود (۱۵) رائحة الجنة شرح اضاءة الدجنة (۱۶) فتح المعین المبدی شرح منظومة سعدی آفندی (۱۷) دفع الاختلاف من کلام القاضی و الکشاف (۱۸) ایضاح المقصود من معنی وحدة الوجود (۱۹) کتاب الوجود الحق والخطاب الصدق (۲۰) نهایة السول فی حلیة الرسول ﷺ (۲۱) مفتاح المعیة شرح رسالة النقشبندیة

(۲۲)بقية الله خير بعد الفناء فی السير (۲۳) المجالس الشامية فی مواعظ اهل البلاد الرُومية (۲۴) توفيق الرتبة فی تحقيق الخطبة (۲۵) طلوع الصباح على الخطبة المصباح (۲۶) الجواب التام عن حقيقة الكلام (۲۷) تحقيق الانتصار فی اتفاق الاشعری والماتريدی على الاختيار (۲۸) كتاب الجواب عن الاسئلة المائة والاحدی و الستين (۲۹) برهان الثبوت فی تربة هاروت وماروت (۳۰) لمعان الانوار فِی المقطوع لهم بالجنة والمقطوع لهم فی النار (۳۱) تحقيق الذوق والرشف فی معنی المخالفة بين اهل الكشف (۳۲) روض الانام فی بيان الاجارة فی المنام (۳۳) صفوة الاصفيا فی بيان الفضيلة الانبياء (۳۴) الكوكب الساری فی حقيقة الجزء الاختياری (۳۵) انوار السلوك فی اسرار الملوك (۳۶) كشف النور عن اصحاب القبور (۳۷) ديوان الالهيات الذی سمّاه ديوان الحقائق وميدان الرقائق (۳۹) ديوان المدائح النبوية مسمّٰی نفحة القبول فی مدحة الرسول ﷺ وهو مرتب على الحروف (۴۰) تعطير الانام فی تعبير المنام (۴۱) الفتح المكی والمنح الملكی (۴۲) الجواب المعتمد عن سوالات اهلِ صفد (۴۳) السر المختبی فی ضريح ابن عربی (۴۴) علم الملاحة فی علم الفلاحة (۴۵) المطالب الوفية شرح الفرائد السنية (۴۶) رفع الكساء عن عبارة البيضاوی فی سورة النساء (۴۷) حق اليقين وهداية المتقين (۴۷) فتح الانغلاق فی مسئلة على الطلاق (۴۹) الحضرة الانسية فی الرحلة القدسية (۵۰) رفع الاشتباه عن

علمية اسم الله (٥١) تحفة الناسك فی بیان المناسك (٥٢) الحقيقة والمجاز فی رحلة بلاد الشام ومصر و الحجاز(٥٣) كشف الستر عن فريضة الوتر (٥٤) صدح الحمامة فی شروط الامامة (٥٥) ارشاد المتملی فی تبليغ غير المصلی (٥٦) الكشف والتبيان عما يتعلق بالنسيان (٥٧) ایضاح الدلالات فی سماع الالات: (کتابِ ہذا)

وصال شریف

۱۱۴۳ھ بمطابق ۱۷۳۱ء کو حضرت امام عبد الغنی نابلسی قدس اللہ سرہ نے ۲۴ شعبان المعظم "دمشق" میں انتقال فرمایا، آپ کو "صالحیۃ" میں دفن کیا گیا، آپ کے وصال کے دن شہر بھر کے بازار بند کر دیئے گئے اور "صالحیۃ" میں لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم ہو گیا، آپ کے پوتے حضرت شیخ مصطفی نابلسی نے آپ کے مزار شریف کے ایک جانب آپ کے نام سے ایک خوبصورت مسجد تعمیر کروائی، آج بھی آپ کے مزارِ فائض الانوار سے برکت حاصل کی جاتی ہے، آپ کے پڑنواسے علامہ کمال الدین الغزی العامری نے آپ کے حالات زندگی پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام انہوں نے "اَلْوِرْدُ الْقُدْسِیُ وَالْوَارِدُ الْاُنْسِیُ فِیْ تَرْجَمَةِ الْعَارِفِ عَبْدُ الْغَنِیِ النَّابُلْسِیْ" رکھا ہے۔ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ وَاَرْضَاهُ۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

محمد عبد الحکیم شرف القادری

خادم الطلبۃ بالجامعۃ النظامیۃ الرضویۃ

لاہور، پاکستان

نوٹ: ہم نے یہ تمام مضمون "الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ" مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی، سے لیا ہے، نیز اصل مضمون عربی مقدمہ کی صورت میں مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد کی مطبوعہ "الحدیقۃ الندیۃ" کے اول میں موجود ہے، علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی فیضان سے مستفید ہونے کے لیے اسے ہی بطورِ مقدمہ شاملِ کتاب کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کو دین اسلام کی خدمت عظیم کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

اِنتخاب گفتگو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی احکام ومعاملات کی اَساس وبنیاد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے فرامین پر ہی اُستوار ہے، اسی لیے اُمت مسلمہ کو اپنے جمیع احوال میں اُن ہی کی جانب رجوع کرنے کی تعلیم کی گئی ہے کیونکہ اُن کی جانب رجوع کرنے سے جہاں اطاعت وفرمانبرداری کا ثواب ملے گا تو وہیں ان کی بارگاہ عالی سے ایسا حل تفویض کیا جائے گا جس سے بندگانِ خدا کی دینی تشنگی کے ساتھ ساتھ دنیاوی سیرابی وکامرانی کا بھی سامان ہو گا۔

آج اُمت مسلمہ جس نازک دوراہے پر آن کھڑی ہے اور جن مہیب و مشکل مصائب وآلام سے دوچار ہے جس میں اسے دورِ جدید کے نت نئے دجالی فتنوں اور شیطانی سازشوں کا سامنا ہے تو ایسے میں ہر مسلمان کی انفرادی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات اور دعوت و اصلاح کے عمل مبارک کو ایسے اَحسن و مؤثر پیرائے میں منصہ عمل پر لائے کہ دامن اِسلام پر اس کے سبب کوئی قدغن ہرگز نہ لگنے پائے، بلاشبہ قرآن مجید اور احادیث رسول میں ہمیں اسی بات کی تعلیم کی جانب بارہا متوجہ کیا گیا ہے۔

دشمنان دین ومذہب نے اس دور میں اسلام کے خلاف نئے انداز میں خود کو تیار کر کے میدان میں لا کھڑا کیا ہے جس سے نبرد آزما ہونے کے لئے یقیناً

مسلمانوں کو بھی تنظیم نو کی اَشد ضرورت ہے، موجودہ دور میں جنگوں کا سلسلہ تیر و تلوار یا توپ و گولی سے بھی ماوراء ہو کر ایک نئی اور مؤثر شکل اختیار کر گیا ہے۔

جس میں کسی بھی قوم کو اس کے اَساس و مبادیات، کلچر و ثقافت، اخلاقی و معاشرتی اقدار اور دینی، ملی اور مذہبی حمیت کے لازمی عناصر سے منزہ کر کے گویا "اپنی موت آپ" کی صورت وادیٔ زوال میں اُتار دینا ہے، ایسے ہی ایک امر کی جانب آج سے کئی دہائیوں قبل مفکر پاکستان ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے کلام میں اشارہ کیا تھا کہ۔۔۔۔

فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اِسلام کو حجاز و عرب سے نکال دو

آج ہمارے سامنے بھی یہی صورت حال ہے کہ مسلمانوں کو ایک طرف توان کے اخلاقی و معاشرتی میدانوں میں رُوبہ زوال کرنے کے لئے اقدامات کئے جارہے ہیں تو دوسری جانب ان کی مذہبی واسلامی تعلیمات کو متضاد ثابت کر کے اُن کے قلوب واذہان سے اسلام کی حقانیت و سچائی کی روح کو کھینچا جارہا ہے جس کے لئے الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا کے ادارے بھی اپنا کردار اَدا کر رہے ہیں۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسے اختلافات سے خود کو دور رکھیں اور ہر مسئلے کی بابت اپنی رائے دینے کے بجائے قرآن وسنت کی تعلیمات کو فوقیت دیں کہ اسی میں دین ودنیا کی بھلائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخروئی پوشیدہ ہے۔

مسئلہ سماع وغناء

موسیقی اور سماع کا مسئلہ دورِ جدید میں بہت اہمیت پا رہا ہے کیونکہ اب قریباً تمام ہی عالم میں موسیقی کا چلن عام ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ غزل، قصائد اور ملی ترانے بھی لازمی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، جہاں تک ایسے سماع (قوالی) کا تعلق ہے جس میں میوزک و موسیقی کے آلات کا کوئی استعمال نہ ہو تو اس کے جواز میں اسلام کی ابتداء تا ایں زمانہ کوئی اختلاف نہیں رہا، تمام ترائمہ اسلام و بانیانِ مذاہب فقہ نے اس کے جواز کا قول بیان فرمایا ہے، مدارِ اختلاف ایسا سماع ہے جس میں میوزک وموسیقی کے آلات کا بھی استعمال کیا جائے، اس بحث کے جواز اور عدم جواز پر بھی صدیوں سے بحث ومباحثے جاری ہیں اور تقریباً ہر دور میں اس موضوع پر خامہ فرسائی بھی کی گئی ہے۔

دونوں جانب جلیل الشان ائمہ کرام اور قابل اِعتناء دلائل وبراہین موجود ہیں جن سے ہر دو فریقین اثبات اور عدم اثبات پر اِستشہاد کرتے ہیں اگرچہ یہ بات اسلام کے حُسن اور اس میں فکری بالیدگی کی غماز ہے لیکن قرونِ اخیرہ سے اس حسن کو بھی سبوتاژ کیا جا رہا ہے بایں طور کہ جس نہج وطریق پر دلائل کا تبادلہ، مسائل کی پرکھ، اُصولوں کا اِنطباق اور نتائج کا تجزیہ ہونا چاہیے تھا ویسا نہیں ہو رہا۔۔۔ بلکہ۔۔۔ اب مکابرہ ومجادلہ کے انداز میں ایک دوسرے کے موقف پر بے لگام اور بلاجواز تنقید کر کے سستی شہرت اور وجہ افتخار کو حاصل کیا جا رہا ہے۔

ایسی ہی نازک صورت حال سے مسئلہ ہذا یعنی موسیقی وسماع بھی دوچار ہے جو حضرات اس کے اثبات وجواز کے حامی ہیں انہیں گویا کسی دلیل کی

ضرورت ہی نہیں اور ایسے اَحباب ہر قید و بند اور شرعی قیودات سے ماوراء ہو کر ۔۔۔بس اپنی ہی دھن میں مگن ہے اور جو حضرات اس کے عدم جواز کے قائل ہے وہ بھی دلائل شریعت کی حقیقی معرفت اور اس کے باریکیوں سے نابلد ہو کر مطلقاً اس کے حرمت کو قول بیان کرتے نظر آتے ہیں اور گویا تاثیم اُمت کا وبال عظیم اپنے نامہ اعمال میں مندرج کرنے میں مصروف کار ہیں۔

اس لیے ضرورت ہے کہ ہر دو فریقین اپنے اپنے خود ساختہ اُصولوں کو پس پشت ڈال کر قرآن وسنت کی تعلیمات اور صحابہ کرام وائمہ اسلام کے احوال وکردار کی روشنی میں اپنے موقف پر نظر ثانی کریں اور اُمت مسلمہ میں مزید فساد کا سبب بننے سے اَشد اِجتناب کریں لیکن اس بات میں اندھی تقلید اور شنیدہ دلائل کے بجائے از خود نفس مسئلہ کی حقانیت کو جاننے کی کوشش کریں تاکہ ”فکری جمود“ کا تسلسل مزید فروغ نہ پاسکے۔

کتاب ہذا کا تحریری پس منظر بھی ہماری بیان کردہ گفتگو ہی کی غمازی کر رہا ہے اس کتاب کی تالیف کا سبب بھی ایسے ہی فریقین کا رویہ تھا جن میں فکری انتہاپسندی اپنے عروج پر تھی اور انہیں دلائل کی معرفت اور شریعت کے منشاء سے زیادہ اپنے موقف کی بالادستی مطلوب تھی جس کے مقابلے میں نہ تو وہ حضرات کسی تحقیقی کلام کو سننے کے قائل تھے اور نہ ہی اپنے موقف کے خلاف کسی تحریر کو دیکھنے کے لیے تیار تھے، ایسی نازک کیفیت میں جب اس زمانے کے کچھ احباب نے حق وباطل کے فرق کو واضح کرنے کے لیے امام اَجل سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف تین دن کی محنت میں

اکابرین کے کلام سے فیضیاب ہوتے ہوئے قرآن وسنت کے دلائل اور صحابہ کرام وائمہ اسلام کے احوال سے مزین شاندار کتاب تالیف فرمائی جس میں حکم شریعت کو واضح کرنے میں کسی بھی فریق کی جانب رعایت نہیں کی بلکہ اس بارے میں منشائے اسلام کو بیان فرمایا اور احقاق حق اور ابطال باطل کے تصور کو عملی صورت دی۔

اسی مقصد کے لیۓ ہم نے کتاب ہذا کا اُردو ترجمہ کیا ہے تاکہ ہر ایک مسلمان اس مسئلہ کے بارے میں ازخود دلائل شریعت کا مطالعہ کرے اور اپنے لیے راہِ عمل اختیار کرے تاکہ اختلاف کی جو فضاء بالخصوص ہماری خانقاہوں اور مدارس کے مابین آج قائم ہو چکی ہے وہ قدرے پُر ہو سکے۔

کتاب ”ایضاح الدلالات“ کے نسخے

﴿1﴾ اس کتاب کا جو عربی نسخہ ہمیں دستیاب ہوا وہ ”مکتبة العجائب والغرائب مرکز النوادر والذخائر“ کانسی روڈ کوئٹہ، پاکستان کا مطبوعہ ہے، اس کے کل صفحات کی تعداد ”64“ ہے یہ نسخہ مسلسل عبارت کی صورت میں تحریر ہے جس میں تحقیق وحواشی وغیرہ کا کوئی اہتمام نہیں ہے اسی وجہ سے بہت سے مقامات پیچیدہ وحل طلب ہے جبکہ بعض مقامات پر عبارت کا اُسلوب بھی سہو کتابت کے سبب درست نہیں۔

﴿2﴾ اس کتاب کا انٹرنیٹ سے ایک اور مطبوعہ نسخہ حاصل ہوا جس کے صفحات کی تعداد ”92“ ہے اور یہ بھی مذکورہ بالا نسخے ہی کی مثل ہے، اس کے مطبع کی کوئی تفصیل سرورق یا اندرون صفحات پر درج نہیں، سرورق پر صرف

کتاب کا نام "ایضاح الدلالات فی سماع الآلات" اور مصنف کا نام "الامام الفاضل الجلیل، والھمام الحبر الاصیل، الشیخ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ العالی" تحریر ہے۔

﴿3﴾ اس کتاب کا ایک اور مطبوعہ نسخہ بیروت سے شائع ہوا اس پر مولف کتاب ہذا کی اولاد ہی میں سے موجوہ زمانے کے ممتاز فاضل الشیخ الدکتور احمد راتب الحموش نے تحقیق کی ہے جسے دیدہ زیب انداز میں دار الفکر، بیروت نے شائع کیا ہے، انٹرنیٹ پر موجود دار الفکر کی ویب سائٹ پر اس نسخے کی کیفیت اور سن اشاعت کے بارے میں یوں لکھا ہوا ہے کہ سال طباعت "01.07.1981" جبکہ صفحات کی تعداد "184" ہے، بہت تلاش کے باوجود ہمیں نہ تو کسی لائبریری سے اس کی ہارڈ کاپی دستیاب ہو سکی اور نہ انٹرنیٹ سے کوئی فائل ملی، صرف اس کے سرورق کی تصویر ملی ہے جو آگے آرہی ہے۔

﴿4﴾ کتاب ہذا کا ایک مخطوط شاہ سعود یونیورسٹی، ریاض کا ہے اس کا خط صاف اور تحریر عمدہ ہے، یہ مخطوط مکمل ہے اور اس کے کل صفحات کی تعداد "42" ہے جبکہ ایک ہی صفحہ پر A5 سائز کے آمنے سامنے دو صفحات شامل ہیں تو اس طرح کل تعداد "84" بنتی ہے، تین صفحات مع سرورق و تفصیل مخطوط کے اس کے علاوہ ہیں، اس کا سن کتابت 1312ھ ہے۔

﴿5﴾ اس کتاب کا سب سے قدیم مخطوط بھی شاہ سعود یونیورسٹی، ریاض کا ہے اس کا خط صاف اور تحریر واضح ہے، اس کے کاتب عبد الجلیل بن مصطفی بن اسماعیل ہے، سن کتابت 1149ھ درج ہے یعنی یہ مخطوط مصنف کتاب کے

وصال کے صرف چھ سال بعد کا ہے، اس مخطوط کے کل صفحات کے تعداد "55" ہے جبکہ چار صفحات مع سر ورق اور تفصیل مخطوط کے اس کے علاوہ ہیں۔

ہم نے دوران ترجمہ ان تمام مخطوطات اور مطبوعہ نسخہ جات سے حتی الامکان استفادہ کیا ہے جس کے لیے ہمیں بہت وقت اور محنت صرف کرنا پڑی لیکن بحمد اللہ یہ کام خیر وخوبی سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جن اُمور کو ترجمہ کے وقت خصوصی طور پر ملحوظ رکھا ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

- مطبوعہ دستیاب نسخوں سے بالاستیعاب اِستفادہ کیا گیا۔
- مخطوطات کو نظر ثانی کے وقت شامل کیا گیا۔
- مطبوعہ نسخے میں عبارت کے سقم پر مخطوط سے تقابل کیا گیا۔
- مخطوط اور مطبوع میں فرق کے واضح ہونے پر اصل ماخذ کی جانب مراجعت کی۔
- تصحیح کے لیے حتی الامکان محولہ کتب کے اصل متون سے استفادہ کیا۔
- تمام تر آیات کو سوفٹ ویئر سے رُموزِ اَوقاف کے ساتھ نقل کی کوشش کی گئی۔
- احادیث کے ضروری حوالہ جات کے لیے متن حدیث کو مع اِعراب لکھا گیا۔
- اشعار کے سقم کو درست کر کے اُن کے عربی متن کو مع ترجمہ لکھا گیا۔
- پیرابندی کی گئی اور موضوع سے متعلق عنوانات قائم کیے گئے۔
- تمام تر عربی عبارت پر حتی الوسع اِعراب لگائے گئے۔
- حل طلب مقامات پر مختصر حواشی کا اضافہ کیا گیا۔

❁ اُردو ترجمہ کے لیے سہل انداز و اُسلوب کا اِنتخاب کیا لیکن مؤلف کے اُسلوب کو بھی برقرار رکھا کیونکہ اِس میں جو ناصحانہ تنبیہ کا انداز ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

کتاب ہذا کے چند اہم اجمالی نکات

موسیقی اور سماع کے حوالے سے کتاب ہذا میں نہایت تحقیقی اور شاندار دلائل و براہین فراہم کیے گئے ہیں جن میں اکثر و بیشتر عام فہم انداز میں تحریر کیے گئے ہیں چونکہ ہر ایک شخص کو آج کے مصروف زمانے میں ایسی کتابوں کو بالاستیعاب پڑھنے کا شوق و ذوق کم ہی ہوتا ہے یا پھر اب لوگوں کا مزاج ٹو دی پوائنٹ والا ہو چلا ہے تو ہم ایسے میں کتاب ہذا کے مفصل دلائل و براہین میں سے اہم کا خلاصہ و حاصل کتاب ذیل میں لکھ رہے ہیں تاکہ اجمالی طور پر جملہ مباحث نظر سے گذر جائیں۔

۱۔ موسیقی و سماع کے حوالے سے جو اختلاف کی فضا قائم ہو گئی ہے اس کا بنیادی سبب نااہل فقہاء اور قلیل المطالعہ علماء ہیں جن کی سطحی گفتگو سے عوام کے مابین فساد کا ماحول ساز ہوتا ہے، لہٰذا ایسے میں علمی تشنگی مٹانے کے لیے وسیع المطالعہ اور اُصول و فروع کے ماہر فقہاء کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اُن سے اِس بارے میں شرعی دلائل کی حقیقت کے بارے میں سوال کرنا چاہیے اور اُن حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کے سامنے کسی فریق کی رعایت کیے بغیر حق بات کو آسان اور مدلل انداز میں بیان کریں تاکہ لوگوں کی تشفی ہو سکے۔

۲۔ ائمہ عظام اور جلیل القدر فقہائے کرام جب اپنی کتابوں میں کسی مسئلے کو مطلقاً ذکر کریں تو ایسی مقامات پر بھی اکثر اوقات کچھ نہ کچھ قیودات ضرور ہوا کرتیں ہیں لہٰذا مسئلہ کو اُن قیودات کے ساتھ ہی پرکھا جائے گا اور نفس مسئلہ کی علت کو جمیع احوال کے ساتھ نتیجے کے لیے معیار بنایا جائے گا صرف ظاہری عبارت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ فقہائے اسلام کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اُمت مسلمہ کے ساتھ آسانی کی راہیں ممکنہ حد تک اُستوار کریں اور انہیں مشکلات سے دور رکھیں نیز تاثیم اُمت کے وبال سے بچنے اور بچانے کی سبیل کریں۔

۴۔ موسیقی اور سماع کے بارے میں مطلقاً حرام ہونے کا فتوی بالکل جائز نہیں ہے۔

۵۔ لہو ولعب قابل مذمت ہیں، مطلقاً سماع وغناء قابل مذمت نہیں ہیں۔

۶۔ آلات موسیقی اور سماع وغناء میں ہر وقت لہو ولعب کا پایا جانا بھی ضروری نہیں، لہٰذا جس وقت اِن میں لہو ولعب نہیں پایا جائے تو اس وقت اِن پر حرمت کا حکم بھی نہیں لگایا جائے گا اور جب لہو ولعب کا وجود متحقق ہو تو حرمت کا حکم بھی پایا جائے گا۔

۷۔ لہو ولعب بھی صرف وہی قابل مذمت اور حرام و ممنوع ہوں گے جن کے سبب کسی حرام و مکروہ افعال کا وقوع ہو یا پھر یہ انسان کو فرائض اور واجباتِ شریعت سے غافل کر دیں مثلاً لہو ولعب کے سبب شراب نوشی یا زنا کا وجود پایا جائے یا پھر ان میں مشغولیت نماز پنجگانہ یا واجبات سے غافل کر دے۔

۸۔ اچھی و نغماتی آوازیں یا آلاتِ موسیقی و غناء فقط اپنی ذات کے لحاظ سے مطلقاً حرام و ممنوع نہیں ہیں جب تک کہ اِن کے ساتھ کسی ممنوع فعل کا الحاق نہ ہو یا یہ اُن کا سبب نہ بنیں۔

۹۔ آلاتِ موسیقی سے بعض صورتوں میں لہو و لعب کا جدا ہونا ممکن ہے اور اس بات پر احادیث مبارکہ کی روشنی میں دلائل بھی موجود ہیں۔

۱۰۔ موسیقی و غناء کی مذمت کے بارے میں اکثر احادیث و دلائل میں حرام اُمور کا تذکرہ موجود ہے، لہٰذا شرعی حکم لگاتے وقت اِن باتوں کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا۔

۱۱۔ منکرین مسئلہ ہذا کی سب سے بنیادی دلیل حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس سے یہ حضرات حرام ہونے پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس سے سماع و غناء کی حرمت کے بجائے اِباحت ثابت ہو رہی ہے۔

۱۲۔ غناء و سماع مع آلات موسیقی بہت سے صحابہ کرام، تابعین عظام اور بانیانِ مذاہب اربعہ کے اقوال و اعمال سے ثابت ہے۔

۱۳۔ جلیل القدر ائمہ کرام اور سینکڑوں صوفیائے عظام سے سماع و غناء کا ثبوت موجود ہے۔

یہ ترجمہ آج سے کئی سال قبل ایک دوست کی خواہش پر معرض وجود میں آیا تھا جنہوں نے اس کی طباعت کی امید دلائی تھی لیکن ترجمہ ہو جانے کے بعد وہ اس کام سے معذرت کر گئے اور یوں یہ کتاب حسرت کی تصویر بنے مسودے کی صورت ہی رہی تا آنکہ بعض مہربان دوستوں نے اس کی کمپوزنگ

وغیرہ کردی لیکن پھر بھی اس کی طباعت کا بار میرے لئے تنہا ممکن نہ تھا تو اس سلسلے میں بہت سے مشائخ کرام اور صاحب حیثیت افراد سے گذارش کی گئی پر کوئی اُمید بر نہیں آئی، ایک پیر صاحب نے تو کئی چکر لگوائے لیکن سماع پر ہزاروں روپے لوٹانے والے اُن کے ذوقِ سلیم نے اِس کتاب کی طباعت کے بار کو اتنا گراں جانا کہ بالآخر اِس کے بوجھ کو کچھ دن رکھ کر جوں کا توں واپس لوٹا دیا۔

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے۔۔۔۔ کہ مصداق اب بحمد اللہ "دارالبیان، ڈیفنس، کراچی" نے اِس کی دِیدہ زیب طباعت کا اہتمام کیا ہے جو اس سے قبل بھی میری ایک کاوش "فرشتے ہی فرشتے" کو انتہائی خوبصورت طباعتی معیار کے ساتھ جون ۲۰۱۳ء میں شائع کر چکی ہے اور آئندہ بھی ایسے اہم کاموں کی طباعت کے لیے پُر عزم ہے، ربّ کریم اِن اَحباب کی حسنات کو قبول فرمائے اور اسی طرح فروغ اسلام کی سعی کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے نیز اللہ تعالی اس کاوش کو قبول فرماتے ہوئے نافع عام وخاص بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ابو محمد اعجاز احمد

بن بشیر احمد بن محمد شفیع

غفرلہ ولوالدیہ

۲۱ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ / 31.07.2013

هذا كتاب ايضاح الدلالات
في سماع الآلات للشيخ الامام
والحبر الهمام الشيخ
عبد الغني النابلسی
قدس سره
آمین
تم

مکتبۃ العجائب لزاخر العلوم
کانسی روڈ کوئٹہ
موبائل:0304-8143100

رقم نمبر 1 کا عکس

کتاب

ایضاح الدلالات

فی

سماع الآلات

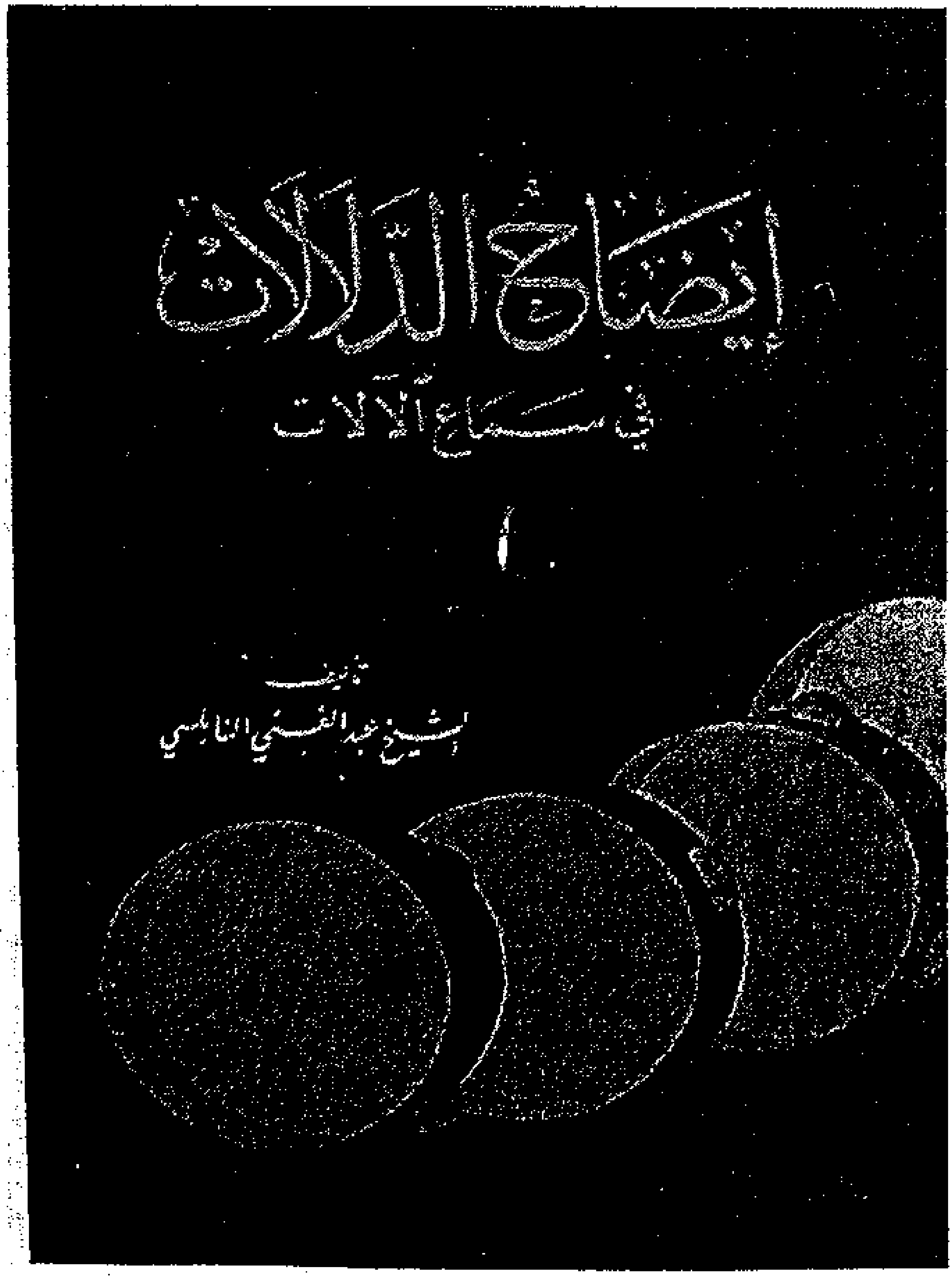
(تالیف)

الامام الفاضل الجلیل . والہمام الحبر الاصیل

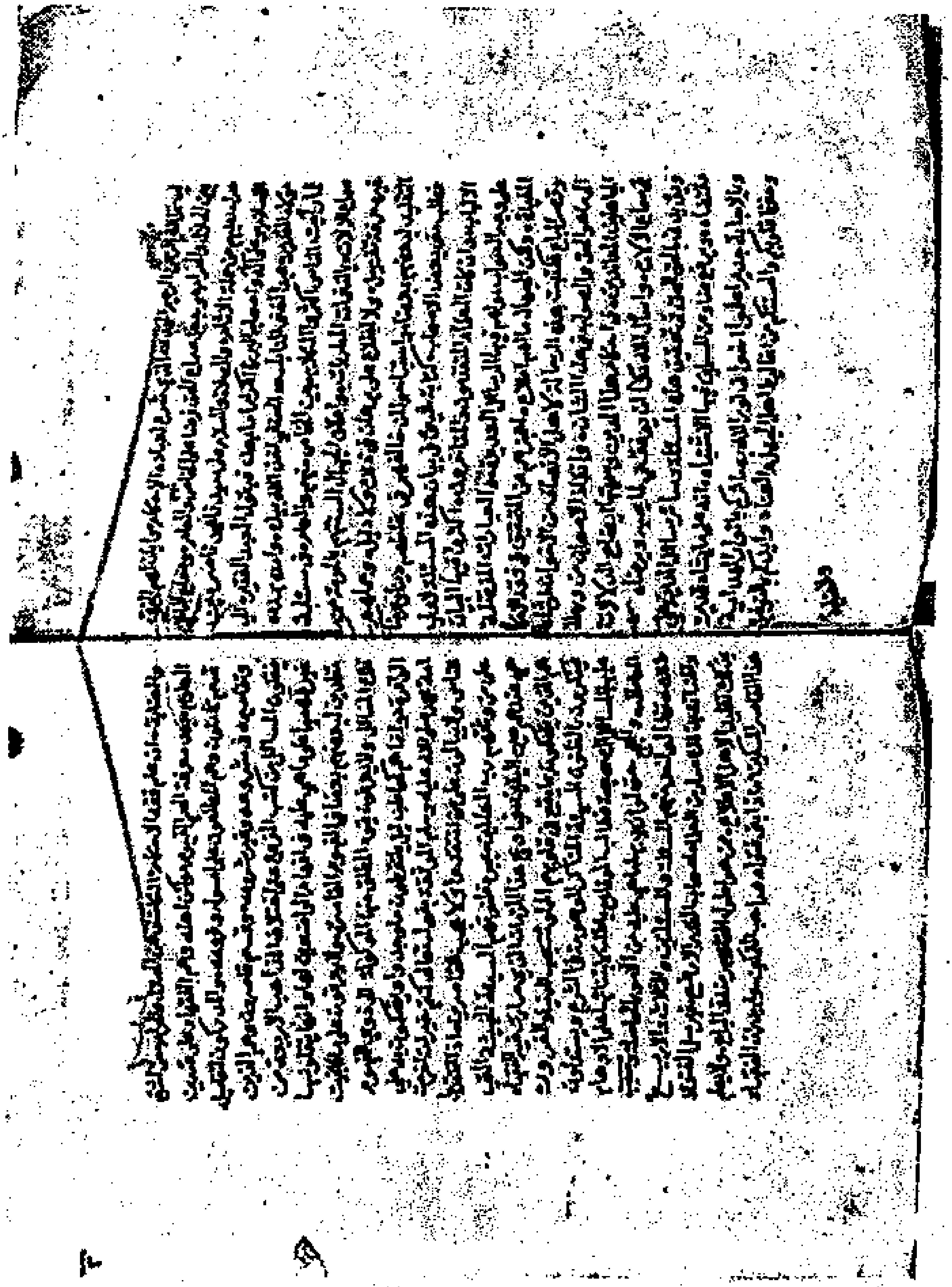
الشیخ عبد الغنی النابلسی

قدس سرہ العالی

رقم نمبر 2 کا عکس

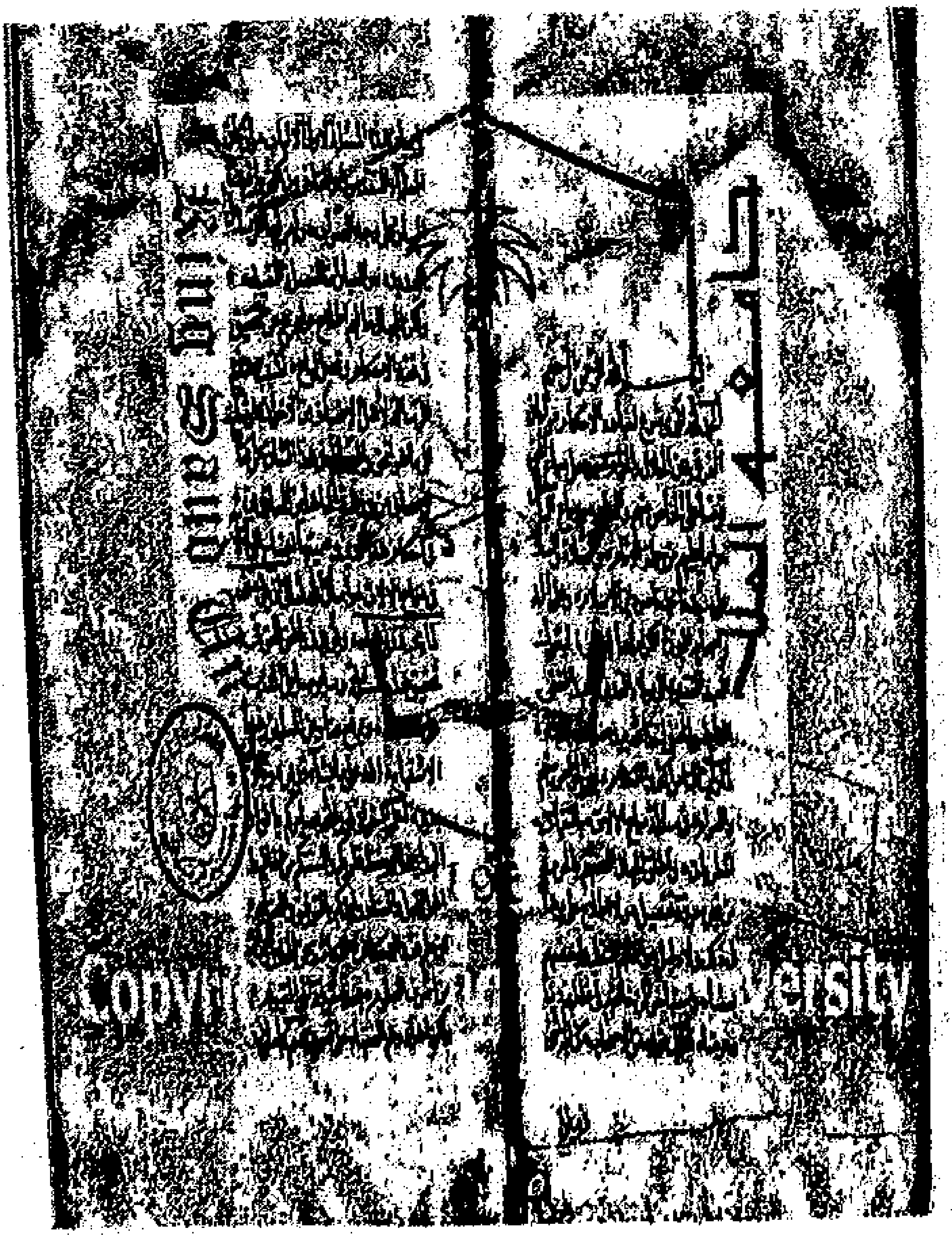


رقم نمبر 3 کا عکس



♦♦♦

رقم نمبر 4 کا عکس



رقم نمبر 5 کا عکس

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفات اُس ذاتِ عالی عزوجل کے لیے جس نے اَحکام کو اپنے بندوں پر مقرر و مشروع کرتے ہوئے حلال و حرام کے مابین فرق کو واضح فرمادیا اور سماعِ حق[1] کو ہر خاص وعام پر لازم کر دیا اور سماعِ باطل[2] کو دیگر گناہوں کی طرح ان پر حرام کر دیا اور دُرود و سلام ہوں ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دین اسلام کے ناصر وحامی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز آل واصحاب کرام پر۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ربِ قدیر جل جلالہ کا بندۂ بے توقیر، عاجز و فقیر عبد الغنی نابلسی حنفی عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ اِسے اپنی حفاظت میں رکھے اور اس کی امداد و نصرت فرمائے۔

جب میں نے سماع بالمزامیر[3] کے بارے میں عوام و خواص کے کلام کی کثرت دیکھی تو نظر آیا کہ جہلاء تفصیلی دلائل کی معرفت کے بغیر ہی اسے حرام کہہ رہے ہیں اور اس کام میں وہ ایک دوسرے کی تقلید کرتے جارہے ہیں اور اس

1۔ حق بات سننے۔

2۔ بُری بات سننے۔

3۔ آلاتِ موسیقی وغیرہ کے ساتھ سماع۔

سرکشی میں وہ اپنے مخالف کی دین وعزت کی حرمت کو پامال کر رہے ہیں تو ایسی صورت حال میں بعض احباب نے مجھ سے اہل شعور وانصاف کے لیے ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی اگرچہ علمائے متقدمین ومتاخرین کا اس بارے میں نہایت عمدہ کلام موجود ہے اوران کے تحریر کردہ رسائل نفیسہ وعباراتِ مفیدہ رونق افروز ہیں لیکن جہلاء کو "فقہ الاحکام"[4] میں تحقیق سے عاجز آنے اور کم ہمت ہونے کی وجہ سے ان کی اطلاع ومعرفت حاصل نہیں ہے۔

لہٰذا میں نے یہ رسالہ انصاف پسند احباب کے لیے تصنیف کیا تاکہ حق وصواب کا بیان ہو اور میں نے اِس کا نام "اِیْضَاحُ الدَّلَالَاتِ فِیْ سَمَاعِ الْآلَاتِ"[5] رکھا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بارگاہ عالی میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رضا کے مطابق توفیق عطا فرمائے اوراس مسئلہ میں بلکہ جمیع مسائل دینیہ میں تحقیق کرنے کے دوران حق کے ساتھ میری تائید فرمائے تاکہ حق کے واضح ہونے پر ہم سے اور جمیع مسلمانوں سے شک وشبہ دور ہو جائے بیشک وہ ہر شئی پر قادر اور تمناؤں کو قبولیت سے سرفراز کرنے والا ہے۔

اے اہل اسلام! اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ تمہاری آنکھوں کو نورِ ہدایت سے منور فرمائے اور تمہارے قلب وزبان کو جہلاء ومعاندین کی فریب کاریوں سے محفوظ فرمائے اوراپنے الطاف واکرام کے ساتھ تمہاری امداد فرمائے۔

4۔ شرعی مسائل کی معرفت۔

5۔ آلات کے سننے کے بارے میں دلائل کی وضاحت۔

فقہاء کی اقسام

بے شک "علم فقہ الاحکام" جو حلال و حرام کی وضاحت کرنے والا ہے یہ معرفتِ حیؒ و قیوم جَلَّ جَلَالُہٗ کے بعد اشرف العلوم کا درجہ رکھتا ہے، اس علم کے اہل فقہائے کرام ہیں اور ان کی دو قسمیں ہیں۔

[۱] فقہائے کاملین:

جو اس علم کی اُصول و فروع پر مطلع ہیں اور مسائل کی تقسیمات و تفصیلات کی بابت جائز و ناجائز کی معرفت رکھتے ہیں۔

[۲] فقہائے قاصرین:

یہ وہ افراد ہیں جو مذاہب اربعہ کے اختلافات پر لکھی گئی فروعی کتب سے مسائل کو نقل کرتے ہیں حالانکہ وہ اس بات کی معرفت نہیں رکھتے کہ ان کا لکھنے والا یہاں کس مقصد کا ارادہ کر رہا ہے بس! اپنے ناقص فہم اور ایک دوسرے کی تقلید میں مسائل نقل کرتے چلے جاتے ہیں، اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ان مسائل کی بنیاد کس اصل پر قائم ہے؟ مطلق کی قیودات کیا ہیں؟ ایسے لوگوں کی مثال رات کے وقت لکڑیاں چننے والے شخص کی طرح ہے کہ جو ملے اٹھالیتا ہے اور پھر ایسی شان و عظمت والی اُمت محمدیہ جس کی توثیق اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ اِن الفاظوں سے فرما رہا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۝[6]

ترجمہ:۔ تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اُن پر چسپاں کرتے پھرتے ہیں اور اس بات کی پرواہ بھی نہیں کرتے کہ کس پر تنقید کر رہے ہیں اور اِن کم فہم لوگوں پر بھلا کیا تعجب ہو جو کہ ربّ العالمین جَلَّ جَلَالُہٗ کے توثیق کردہ گروہ پر صرف اس گمانِ خبیثہ کی بناء پر تنقید کرتے ہیں جو اِن کے زُعم و گمان میں باطل ہے[7] "عین الیقین" کے درجہ پر ہے۔

تو افسوس ہے اس زمانہ پر! جس میں ایسے فقہاء پیدا ہو رہے ہیں جن کے دل حُبِّ دنیا اور غرور سے مملوو معمور ہیں بس جو ان کے دلوں میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں اور پھر اپنے گمانِ خبیثہ کے مقابل احکام شرع کا انکار کرتے ہوئے مسائل صحیحہ کو اپنے گمانِ فاسد پر استدلال کا ذریعہ بناتے ہیں تو ان کے استدلال کے نتائج گمانِ باطل پر مبنی ہونے کی وجہ سے اکثر غلط ہوتے ہیں لیکن اگر ان مسائل صحیحہ کے دلائل کو ان کے گمان باطل پر ذریعہ استدلال بنانے کے بجائے اصل حقائق پر ذریعہ استدلال بنایا جائے تو وہ صحیح و حق ہوتے ہیں۔

اس سرکشی کا سبب بسا اوقات چند مسائل شرعیہ کا یاد ہو جانا بنتا ہے پس وہ لوگ گمان کرنے لگتے ہیں کہ اب تو وہ بڑی شان والے علماء کے درجہ پر ہیں لہٰذا ایسے باطل خیال کی بنیاد پر وہ اپنے سے زیادہ اطلاع و معرفت رکھنے والے علمائے کرام کو فتوی دینے لگتے ہیں حالانکہ وہ کم فہم اس بات سے بھی ناواقف ہوتے ہیں

6۔ آل عمران، ۳، آیت ۱۱۰۔

7۔ مگر یہ باطل اِن کے نزدیک کم فہمی کے سبب۔

کہ صاحبِ مذہب نے اس مسئلہ کی بنیاد کس اصل پر رکھی ہے؟ اور وہ تو اس بات سے بھی بے خبر ہیں کہ متقدمین ومتاخرین فقہائے کرام و مصنفین نے اپنی کتب میں ذکر کردہ مسائل کی بنیاد کن اصول وقیود اور شروط و حدود پر رکھی ہے کیونکہ بسا اوقات ائمہ کرام طالب علم کی قوت فہم اور اس کے محفوظ علم پر اعتماد کرتے ہوئے اُصول وقیود کی تفصیلات وتصریحات کو ذکر ہی نہیں کرتے اور جہاں کوئی خاص ضرورت نہ ہو وہاں عبارت کو بغیر کسی قید کے مطلقاً ذکر کردیتے ہیں کیونکہ ایسی متروکہ قیود وشرائط عموماً اہل علم وفن کے ذہن میں موجود و مشہود ہوا کرتی ہیں۔

ہماری اس گفتگو پر صدر الفقہاء والمحققین امام علامہ شیخ زین الدین بن[8] نجیم حنفی[9] رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی اشارہ موجود ہے، انہوں نے چھوٹے حوض میں ٹھہرے ہوئے پانی سے وضو کے جائز ہونے کے بارے میں اپنے تحریر کردہ رسالہ کے اخیر میں لکھا ہے اور اپنے سے ماقبل فقہائے کرام کی عبارات سے موافقت کی ہے کیونکہ متقدمین فقہائے کرام نے اپنی کتب وتصانیف میں اس بارے میں وضاحت کردی ہے جیسا کہ علامہ ابن نجیم کا صراحۃً اُن سے نقل کرنا موافقت کی صریح دلیل ہے اگرچہ اس مسئلہ میں بعض کم فہم علماء نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ چھوٹے حوض میں فقط ہاتھ لگانے سے ہی سارا کا سارا پانی مستعمل ہوجائے گا تو یہ بات ان کی جہالت اور مذہب حنفی میں اس مسئلہ کے اُصول و

8۔ ابراہیم المعروف بابن۔
9۔ متوفی ۹۷۰۔

فروع سے ناواقفیت کی بناء پر ہے، اس رسالہ کا نام "اَلْخَيْرُ الْبَاقِيْ فِيْ جَوَازِ الْوُضُوْءِ مِنَ الْفُسَاقِيْ" رکھا ہے اس رسالہ کے اخیر میں یہ عبارت تحریر ہے۔

فقہی قواعد

امام[10] ابن الغرس[11] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مسائل کو تحقیقی انداز میں سمجھنے کے لیے دو باتوں کی معرفت ضروری ہے:

[۱] فقہائے کرام کا مطلقاً ذکر کرنا اکثر اوقات چند قیودات کو اپنے ضمن میں لیے ہوتا ہے اِن قیودات کو اعتدال پسند، سلیم العقل اور اُصول وفروع سے شغف رکھنے والے افراد جانتے ہیں، اسی لیے فقہائے کرام ایسی قیودات کو فہم طالب کے کامل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا کرتے۔

[۲] جو مسائل اجتہادی "عقل" کے ذریعہ سے تفہیم وحل کے قابل ہوان کے حکم کو اس وقت تک کامل طور پر نہیں جانا جاسکتا ہے جب تک اس حکم کی علت کی معرفت حاصل نہ ہو جائے کیونکہ حکم کی بنیاد یہی وجہ وعلت ہوتی ہے اور اسی وجہ وعلت سے مزید مسائل نکلتے ہیں، لہٰذا اگر یہ وجہ وعلت ہی کامل طور پر معلوم نہ ہو تو طالب پر مسائل مشتبہ وغیر واضح رہیں گے اور اس کا ذہن

10۔ ابوالیسر محمد بن محمد بن خلیل۔

11۔ متوفی ۹۸۴ھ۔

علت سے عدم معرفت کی بناء پر تشویش کا شکار رہے گا اور جس نے ہماری ان باتوں کو نظر انداز کیا وہ خطا و غلطی میں غلطاں رہے گا[12]۔

پس اب غور کرو کہ فقیہ کے لیے کیا کیا اُمور لازمی ہوتے ہیں جن کی رعایت کرتے ہوئے مذاہبِ اربعہ کی کتب فروع میں سے مسائل کی بابت حلال و حرام کا فتویٰ صادر کیا جائے میرے [13] خیال میں اس وقت عوام الناس کے مابین جو بغض و عداوت کی کیفیت طاری ہے وہ ان جاہل فقہاء کی فتویٰ بازی کا نتیجہ ہے ان نام نہاد فقہاء میں سے اکثر دیہاتی و صنعت پیشہ لوگ ہیں جو چند مسائل شرعیہ یاد کر لینے کے بعد خود کو کامل و ماہر گمان کرنے لگتے ہیں اور پھر کچھ لوگ ان کی تعظیم کرنے لگے تو یہ مفتی بن کر ماقبل ذکر کردہ اُصول و قواعد کی معرفت کے بغیر ہی کتبِ فقہ سے بلا فہم فتویٰ دینے لگ جاتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں میں ایک دوسرے پر انکار کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے اور ظاہری و باطنی فتنے اُبل پڑتے ہیں اور ایسی دِگرگوں حالت میں کوئی بھی دوسرے کے لیے بھلائی کا خواستگار نہیں ملتا کیونکہ انہوں نے اپنے گمانِ باطل میں دوسرے کی عزت و حرمت کو مباح کر لیا ہوتا ہے اور اس اقدام کو تحقیق کا لبادہ پہنایا جاتا ہے۔

لہٰذا ایسے میں وہ اپنے مخالف کے مسائل کو غلط سمجھتے ہوئے ان پر اپنے اخذ کردہ مسائل کو بغیر قیود و شرائط کے چسپاں کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے جو بھی کہا ہے، وہی حق اور شریعت کا مطلوب ہے اور اُن کی کلام اور

12۔ علامہ ابن العرس رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہدایت نشان اختتام پذیر ہوا۔
13۔ امام عبد الغنی نابلسی کے۔

آراء ہی کتبِ شرعیہ کے موافق و مطابق ہیں اور پھر جنہوں نے تقلید کرتے ہوئے ان سے مسائل اخذ کئے وہ بھی یہی گمان کرتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں۔

ایسوں پر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی جانب سے ان کی بداعمالی و شریعت مطہرہ پر افتراء بازی کے سبب عذاب الٰہی بصورت ذلت و رسوائی مسلّط کر دیا جاتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا!

اِذَا سَاءَ فِعْلُ الْمَرْءِ سَاءَتْ ظُنُوْنُهٗ وَصَدَّقَ مَا یَعْتَادُهٗ مِنْ تَوَهُّمِ

ترجمہ:۔ جب کسی شخص کے اعمال برے ہو جائیں تو اس کے خیالات بھی برے ہو جاتے ہیں اور وہی شخص اپنے خیالات کو سچ ہی کہا کرتا ہے۔

جبکہ کامل شخص کسی شئی کو ناقص گمان ہی نہیں کرتا اور وہ تو صرف کمال ہی دیکھتا ہے[14] وہ سماع بالمزامیر[15] والوں کو حق سنتے ہوئے ہی دیکھتا ہے باطل کے اوہام و شکوک اسے نظر ہی نہیں آتے۔

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ○ مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ[16]

ترجمہ:۔ اور ہم نے نہ بنائے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر، ہم نے انہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ۔

14۔ اسی لیے۔

15۔ آلات موسیقی کے ساتھ سماع کرنے۔

16۔ دخان ۴۴، آیت ۳۸، ۳۹۔

اس آیت مبارکہ اوراس جیسی دیگر آیاتِ مقدسہ کی روشنی میں وہ کامل شخص حق ہی کے نظارے کرتا ہے، باطل کے اندھیرے اس سے دور ہی رہتے ہیں، کامل کی نگاہِ بصیرت دیکھتی ہے کہ جس نے سماع بالمزامیر کو[17] حرام قرار دیا ہے بیشک اس نے ایک حق شیٔ کو حرام قراردیاہے بھلا یہ توبتاؤ! وہ کون ہے جوسماع کو باطل کے ساتھ سنتاہے؟ تمہیں کوئی بھی نہیں ملے گا جواسے باطل کے ساتھ سنتاہے حتیٰ کہ تم خاص اس فرد پر جو کہ باطل کے ساتھ سنتاہے حرمت کا فتویٰ لگاؤ[18]۔

بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں فقہائے کرام نے اپنی کتابوں میں ذکر کیاہے لیکن وہ مسائل نادرالوقوع ہیں بلکہ کئی تو واقع ہی نہیں ہوئے تواِن فقہائے کرام کے ذکر کردینے سے یہ کب لازم ہوتاہے کہ وہ تمام مسائل وقوع پذیر بھی ہوں؟ پس سماع بالباطل کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں ہے لیکن ہم خاص طورپر کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں جانتے کہ وہ سماع بالباطل کا مرتکب ہے حتیٰ کہ اس پر حرام کا فتویٰ صادر کیاجاسکے۔

اوراگر ہمیں اپنے بارے میں اس کیفیت[19] کا علم ہوجائے تواس حرمت کا حکم صرف ہم پر ہی ہوگا جو کیفیت ہمارے اندر موجود ہے اس کی بنیاد پر ہم کسی دوسرے کواس کیفیت کے مطابق تصور کرکے حکم نہیں لگاسکتے جیساکہ ہمارے زمانے کے عام فقہاء کی عادت بن گئی ہے۔

17۔ مطلقاً۔
18۔ کیونکہ یہاں حرمت کے لیے نیت سامع مدار ومطلوب ہے جو عند المفتی مستور ومفقود ہے۔
19۔ سماع بالباطل۔

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان کی آنکھوں کو اس مسئلہ میں طعن و تشنیع کے اصرار کرنے اور دیگر لوگوں کے لیے بدگمانی کرنے کی وجہ سے بے بصیرت کر دیا ہے، اس لیے اب وہ لوگ اُمت محمدیہ پر فتاویٰ حرمت صادر کر رہے ہیں تو انہیں دیکھ! کہ کہتے پھرتے ہیں اور ہمارے زمانے میں موجود ہر ایک سے ولایت و صدیقیت کی نفی کرتے ہیں اور جو اہل اللہ اُن کے مخالف ہیں ان کے بارے میں طعن و ملامت کرتے ہیں اور اپنے پراگندہ اذہان کے مطابق ان اہل اللہ کے لیے کجی والے میزان قائم کرتے پھرتے ہیں جب تو ان سے پوچھے گا تو جواب دیں گے کہ اولیاء و صدیقین تو پہلے زمانے میں ہوا کرتے تھے اب ہمارے زمانے میں ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

اس انکار پر وہ ایک دوسرے کی تقلید کرتے چلے جاتے ہیں، ایسے شنیع افعال سے پیراستہ فرقے صرف ہمارے زمانے ہی کی پیداوار نہیں بلکہ سابقہ زمانوں میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

عبرت آموز حکایت

امام اجل شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''روح القدس فی مناصحۃ النفس'' میں لکھتے ہیں:

ابو الحسن بن قیطون ''شہر قرمونہ'' کا باشندہ تھا اور فقراء کی ضیافت و خاطر تواضع کرنا اس کا مشغلہ تھا، مجھے اس کی یہ عادت بہت بھلی لگی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابو الحسن بن قیطون ''اشبیلیہ'' چلا گیا اور وہاں جاکر اس نے دنیا کے طالب فقہاء و طلباء کی صحبت اختیار کر لی وہاں سے علم فقہ و

اصول اور علم کلام پڑھا پھر بعد ازاں "اشبیلیہ" ہی میں رہائش اختیار کرلی اور تعلیم قرآن میں مشغول ہو گیا تو ان کی سنگت وصحبت نے اسے فقراء صادقین کو جاہل کہنے پر لاکھڑا کیا، مجھے یاد ہے کہ ایک بار ہمارے پاس حضرت عبداللہ مروزی رضی اللہ عنہ جن کی برکات وکرامات کثیر ہیں تشریف لائے تاکہ ابوالحسن بن قیطون سے اس کے گھر پر ملاقات کریں پس دروازہ کھٹکھٹایا میں اور میرے دوست عبداللہ بدر حبشی رضی اللہ عنہ بھی حضرت شیخ کے ہمراہ تھے، اندر سے آواز آئی! کون ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: عبداللہ مروزی ہوں اور تم سے ملاقات کے لیے آیا ہوں پھر کچھ دیر خاموشی رہی اور پھر اس کا بیٹا باہر نکلا اور کہنے لگا: وہ مصروف ہیں پھر اچانک کلام بدلتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ تو یہاں رہتے ہی نہیں وغیرہ۔

تو دیکھیے اس شخص کا فقراء سے بغض کس حد تک بڑھ گیا اور یہ آفت اسے حُبِّ دنیا کے طالب فقہاء کی سنگت سے ملی اللہ جل جلالہ ہمیں ہر اس شخص سے محفوظ رکھے جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور اہل اللہ سے ہمیں دور کرنے والا ہو۔

بعد ازاں جب بھی وہ[20] مجھ سے ملتا تو فقراء کے ساتھ میری دوستی پر مجھے ملامت کرتے ہوئے کہتا: تیرے جیسا شخص ان کی سنگت میں اچھا نہیں لگتا اور میں فوراً اسے جواب دیتا کہ میرے جیسے کی یہ اوقات نہیں کہ ان کی خدمت بھی کرسکے کیونکہ وہ تو سردار ہیں ارے! یہ تو ان کی عنایت ہے جو مجھے اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔

20۔ ابوالحسن بن قیطون۔

ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ ابوالحسن بن قیطون میرے لیے نرم دل تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ تحصیل علم میں ابتداءً وہ میرا شریک رہا تھا اس کے علاوہ کوئی قومیت و محبت اس نرمی کا سبب نہیں تھی لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کے لیے اس سے قطع تعلقی کر لی اور ولایت کے بارے میں اس شخص نے بھی اپنے مؤقف کو دیگر جاہل فقہاء کی مانند اپنا لیا کہ ولایت ایک عقلی وو ہمی شئ ہے لہٰذا اس کے اہل کو جاننا ممکن نہیں پھر جب کبھی وہ اولیاء کے افعال کو بیان کیا کرتا تو اپنی جانب سے اس میں قیودات لگاتا رہتا۔

میں نے ایک مرتبہ اس کے بیان کردہ افعال کے مصداق ایک شخص کو اسے دکھایا پس جب اس نے دیکھا تو کہنے لگا کیا یہ اوصاف سچے ہیں یا اگر یہ شخص سچا بھی ہے تو اس کی سچائی کے بارے میں مجھے اور تمہیں تو کوئی خبر نہیں، وہ ہمیشہ ایسے ہی حیلے بہانے بناتا رہا پس تم ایسے افراد کو کسی کے بارے میں بھی حسنِ ظن کا حامل نہیں پاؤ گے۔

اور میں[21] بفضل اللہ ہمیشہ فقراء کے بارے میں جاہل فقہاء سے بَرسرِپیکار رہا ہوں اور ان مبارک ہستیوں پر ہونے والے اعتراض و شکوک کو دفع کرتا رہا ہوں، اسی کی برکت سے مجھ پر کئی ابوابِ معرفت وَا ہوئے ہیں اور جو شخص ان کی مذمت کرنے والا اور علی التعیین ان کی گرفت کی کوشش کرنے والا ہے اور کھوٹے کو کھرے پر محمول کرنے والا ہے تو ایسوں کی جہالت میں کوئی شبہ نہیں ہے اور ایسے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتے۔

21۔ شیخ محی الدین ابن عربی۔

شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا مباحثہ

حرم مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران میرا ایک شخص کے ساتھ مباحثہ ہوا،

اس کا نام قاضی عبدالوہاب تھا اور وہ "اسکندریہ" کا باشندہ تھا، شیطان نے اس کے دل پر مکمل قبضہ جما رکھا تھا جس کی وجہ سے اس کا اعتقاد تھا کہ زمانہ ہر فن میں تمام تر مراتب و کمالات سے فارغ و عاری ہے اور مراتب وغیرہ کی باتیں صرف لاف زنی و خرافات ہیں، میں نے اس شخص سے سوال کیا یہ بتاؤ اس زمین پر اسلامی ممالک کس قدر ہیں؟ کہنے لگا: بہت سارے ہیں پھر میں نے اس سے کہا: تم نے کتنے اسلامی ممالک کی سیر کی ہے؟ اس نے کہا چھ یا سات، میں نے کہا ان میں کتنی مخلوق ہے؟ اس نے کہا کثیر ہے پھر میں نے کہا اچھا یہ بتاؤ! جسے تم نے دیکھا ہے وہ کثیر ہیں یا جسے تم نے نہیں دیکھا وہ کثیر ہیں؟ کہنے لگا جسے میں نے نہیں دیکھا وہ کثیر ہیں۔

تو اس کے جواب دینے پر میں مسکرانے لگا اور اس سے کہا کہ بدحواسی اور بے وقوفی کی بھی حد ہے، مدعی تو کثیر خلق خدا کو دیکھنے کا تھا اس اعتبار سے باقی تو قلیل بچتے تھے لیکن سوال کرنے پر قلیل کو کثیر پر قیاس کرتے ہوئے قلیل دیکھے ہوئے کا حکم کثیر اَنْ دیکھوں پر لگاتا ہے؟ بہر حال جو مومن اصلاح نفس کا طالب ہوتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ابن نے ابھی قلیل ہی دیکھا ہے اگرچہ اس کے دیکھنے سے ایک ہی شخص رہ گیا ہو پھر بھی وہ اپنے مشاہدہ کو قلیل ہی کا درجہ دیتا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ ایک بچ جانے والا شخص ہی سعید و اہل مراتب ہو۔

اور ایسی کیفیت بھلا اس شخص کی کیسے ہو سکتی ہے جو یہ کہتا ہے کہ اس نے شہر اور لوگوں میں سے بہت قلیل کو دیکھا ہے اور پھر سب پر تنقید کرنے لگ جاتا ہے، تو ایسے شخص کی جہالت میں کوئی شبہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ بھی ایسے شخص کو کائنات کے حسن و فضائل کے بجائے نقائص کی طرف پھیر دیتا ہے حتی کہ وہ چند دیکھے ہوئے معاملات کی بناء پر نہ دیکھے ہوئے کثیر معاملات پر حکم لگاتا پھرتا ہے اس طرح سے وہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی بارگاہ میں شقی و بدبخت قرار پاتا ہے، ایسوں کے لیے اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان عبرت نشان ہے:

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ[22]

ترجمہ:۔ اور اے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔

[23] تو دیکھو [24] میں کثرت بیان ہوئی ہے۔

اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۝[25]

ترجمہ:۔ مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔

اور اس آیت مبارکہ میں ایمان والوں اور صالحین کی قلت بیان کی گئی ہے [26] پھر اس مسئلہ کے بارے میں مجھے ایک عجیب تربات پتہ چلی اگرچہ اس

22۔ الانعام، ۶، آیت، ۱۱۶۔

23۔ اگر معیار کثرت و قلت ہی ہے۔

24۔ ما قبل آیت۔

25۔ العصر، ۱۰۳، آیت، ۳۔

26۔ یعنی جان لو کہ اصل معیار اتباعِ حق ہے قلیل و کثیر نہیں۔

بات کی علمی حیثیت ناقص ہے میں نے سنا ایک شخص نے کہا کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ذکی (۲) غیر ذکی

پس جو شخص غیر ذکی[27] ہے اس سے کلام کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں کیونکہ وہ کم فہم ہے اور جو ذکی[28] ہے وہ غلطی سے محفوظ نہیں اور ان کے ماسوا کوئی تیسرا نہیں۔

اب اس شخص کی بد بختی پر نظر کرو جس کا کام لوگوں کے عیوب و نقائص کو اچھالنا اور ان کے فضائل و محاسن سے صرف نظر کرنا ہے، اللہ اکبر! ایسی تقسیم افراد کرنے والے کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ غیر ذکی علماء کے پاس آکر علم سیکھتا ہے اور تقلید کرتے ہوئے استطاعت کے مطابق اس پر عمل بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی توفیق اس کے شامل حال ہوتی ہے اس سے امید قائم ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ اسے بھی اہل علم کے زمرے میں شامل فرمادے۔

اور جو ذکی ہے اس کے احوال میں عموماً اصابت و درستگی ہی صادر ہوتی ہے اور وہ اشیاء کو اپنی ذہانت و فطانت کے فراہم کردہ دلائل کی روشنی میں جانتا ہے اور اگر اسے پرکھنے میں غلطی ہو جائے تو اسے شریعت مطہرہ نے قابل معافی قرار دیا ہے اور جب کبھی اس پر حق واضح ہو جائے تو وہ اس کی جانب رجوع کر لیتا ہے۔

27۔ کم فہم۔

28۔ سمجھدار۔

اس بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان موجود ہے جو آپ ﷺ نے حاکم کے بارے میں فرمایا:

اِذَا اجْتَهَدَ فَاِنْ اَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَاِنْ اَخْطَأَ فَلَهُ اَجْرٌ وَكُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيْبٌ.

ترجمہ:۔ حاکم جب اجتہاد کرے اور وہ درست ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر خطا ہو جائے تو پھر بھی ایک اجر ہے اور ہر مجتہد مصیب ہے۔

پس تم غور کرو کہ مجتہد دونوں حالتوں میں قابل اجر و ثواب ہے کسی حالت میں بھی اس پر گناہ کا وبال نہ ہو گا اور وہ حکم ربانی کی برکت سے مسئلہ میں اصابت و درستگی پر رہے گا۔

پس میں[29] نے ایسے جاہل فقہاء کو دیکھا ہے[30] اور تمام تر تعریفات اللہ ربّ العالمین جل جلالہ ہی کے لیے ہیں[31]۔

اور اس کی مثل دیگر حکایات جس میں اہل اللہ اور خاص طور پر فقراء کے حق میں جاہل فقہاء سے سرزد ہونے والے گستاخانہ انداز کا بیان ہے بہت سی کتب میں مذکور ہیں لیکن اس مقام پر ان کا ذکر کرنا ہمارا مطلوب مقصود نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد تو عوام الناس میں سے ان لوگوں کو خبردار کرنا ہے جو اِن جاہل فقہاء کی پیروی میں اہل صدق و اخلاص جن کا وجودِ مسعود ہر زمانہ میں موجود ہے

29۔ شیخ محی الدین ابن عربی۔

30۔ جو خود سری کا شکار ہیں اور اہل ولایت کے لیے ان کے قلوب میں غبار و انکار ہے، نعوذ باللہ۔

31۔ امام اجل شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

اُن پر انکار کرنے میں مستغرق ہیں اور اُن احبابِ صداقت کے بارے میں میزانِ عقلی اور احکام شرعی کو بلا دلیل قائم کر کے انہیں پرکھنے میں مشغول ہیں۔

پس اگر بالفرض ہم بھی ان جاہل فقہاء کی طرح اس زمانے میں اہل صداقت واخلاص کے وجود کا انکار کر دیں اور پھر ان کی مثل مخلوق خدا کو دیکھیں تو ہمارا دیکھنا بھی اندھے کے دیکھنے کی طرح ہی ہو گا۔

[32] کیا سماع بالمزامیر [33] کا مسئلہ دیگر مسائل فقہ وفتوی کی طرح نہیں ہے؟ اگر ہے تو اس کے بارے میں حکم بھی ماقبل مذکور اُصول و قواعد کے مطابق ہی دیا جائے گا۔

منصبِ افتاء اور اس کے تقاضے

لہٰذا ہم اس طور پر مطلق فتوی ذکر کرتے ہیں کہ ہر ایک فریق کے حق میں درستگی وسچائی والا ہو جیسا کہ علم فقہ کی امتیازی خصوصیت بھی اسی طرح ہے کہ وہ کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اس فتوی کے بارے میں ہم انہی قیود و شروط کو مقرر کریں گے جنہیں فقہاء ذیشان نے اس مسئلہ کے بارے میں مدارِ ماخذ کی معرفت کے لیے مقرر کیا ہے۔

قنیۃ الفتاوی کی ''کتاب الکراھیۃ'' کے ''باب المفتی والمستفتی'' میں مذکور ہے:

مفتی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے لیے ایسا فتوی صادر کرے جس میں اُن کے لیے سہولت و آسانی ہو۔

32۔ آمدم بر سر مطلب۔
33۔ آلات موسیقی کے ساتھ سماع سننے۔

اسی طرح علامہ بزدوی نے "شرح جامع صغیر" میں لکھا ہے:

مفتی کو چاہیے کہ وہ عوام اور خاص طور پر ضعفاء کے حق میں نرمی وآسانی پر مبنی فتویٰ دے، حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان ذیشان کی وجہ سے جو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

"آسانی دینا تنگی مت کرنا"۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق کی "کتاب القضاء" میں ہے:

مفتی کے لیے شرط ہے کہ وہ حاضر دماغ، مضبوط حافظہ کا حامل اور مجتہدانہ صلاحیت رکھتا ہو فقط دو چار مسائل کو دلائل کے ساتھ یاد کر لینے سے اس کے لیے فتویٰ دینا جائز نہیں ہو گا ہاں! جس نے اپنے مجتہد کے مذہب کو جان لیا اور اس میں تحصیل علم کے ذریعہ سے مہارت حاصل کر لی تو اسے جائز ہو گا کہ اسی مجتہد کے قول پر فتویٰ صادر کرے۔

بحر الرائق میں اس حوالے سے مزید تفصیلی کلام موجود ہے۔

"جامع الفصولین" میں مذکور ہے:

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مفتی جس وقت احکام شرعیہ کا بیان کرے تو ایسی صورت میں اس کا صاحب اجتہاد ہونا ضروری ہے اور جب اسے دلائل شرعیہ کی معرفت تامہ حاصل ہو جائے تو اسے فتویٰ دینے کی اجازت ہو گی، کیا تم نے سیّدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانِ معظم نہیں دیکھا کہ آپ نے فرمایا: کسی کو جائز نہیں کہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک کہ وہ اس بات سے باخبر نہ ہو کہ ہم نے اس قول کی بنیاد کس بات پر رکھی ہے۔

مسئلہ سماع کے بارے میں مطلقاً فتوی جائز نہیں

پس جب تم نے یہ جان لیا تو تم پر یہ بات بھی عیاں ہو گئی ہو گی کہ سماع بالمزامیر کے مسئلہ میں مطلقاً فتوی دینا جائز ہی نہیں جیسا کہ عام فقہاء نے بلا تفصیل ایسا اقدام کیا ہے اس مسئلہ کی بابت صرف وہی عالم فتوی دے گا جو کتب فقہ میں موجود مطلق کی قیودات کے بارے میں معلومات رکھتا ہو اور اسے ان کے دلائل و براہین کی معرفت بھی حاصل ہو اور خاص طور سے سماع بالمزامیر کے مسئلہ کا کتب فقہ میں جہاں کہیں ذکر کیا گیا ہے وہاں اس کے ضمن میں قیودات کا بھی اکثر مقامات پر ذکر کر دیا گیا ہے لیکن جاہل فقہاء نے اسے قیودات سے منزہ و عاری کر کے اپنے مطلوب و مقصود کے حصول کے لیے مطلقاً ذکر کر دیا ہے۔

لہٰذا اب میں[34] تمہارے لیے اس فقہی مسئلے کو مِن و عن نقل کروں گا اور پھر علمائے احناف کی بیان کردہ قیود و شرائط کے مطابق جو اُن کی کتب میں موجود ہیں اس کی تشریح و تفصیل کروں گا اور پھر جس نے اسے مطلقاً حرام کہا ہے اُن پر شرعی اعتراضات قائم کروں گا اور مطلقاً حرام کہنے پر اصرار کرنے والوں کو یہ بتاؤں گا کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے بھی سماع کیا ہے نیز اخیر میں اس مسئلے کے متعلق ائمہ اہل تحقیق میں سے بعض کے افادات پیش کروں گا اور اِن تمام اُمور میں اہل بصارت کے لیے اختصار سے کام لوں گا تاکہ ان کے لیے ہدایت و راہنمائی کا سامان ہو اگرچہ یہ بحث کئی جلدوں کا تقاضہ کرتی ہے تو ان

34۔ امام عبد الغنی نابلسی۔

باتوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے اور پھر دیگر مذاہب[35] میں بھی اسی کے پیش نظر تلاش کر تب بھی تجھے سب کا ایک ہی مقصود نظر آئے گا پس ہم سب سے پہلے متونِ مذہب کی عبارات سے ابتداء کرتے ہیں۔

فقہائے کرام کی عبارات

"تنویر الابصار" کی "کتاب الحظر والاباحۃ" میں چند مکروہات کے بیان کے بعد لکھا ہے:

چوسر اور شطرنج کھیلنا مکروہ ہے اور ہر لہو مکروہ ہے۔

پس غور کرو کہ مصنف نے لہو کو عام رکھا ہے اور آلات میں سے کسی کے ساتھ بھی اس کی تخصیص نہیں کی ہے لہٰذا جس کے بارے میں ممانعت کا حکم ہو اُسی کے بارے میں حرام کا فتوی دیا جائے گا اور جس کے بارے میں ممانعت وارد ہی نہ ہو تو اُسے حرام بھی نہیں کہا جائے گا، لہٰذا ہر شخص اپنے نفس کے بارے میں تو معرفت رکھتا ہے لیکن کسی دوسرے کے بارے میں اپنی کیفیت نفس کے مطابق کوئی حکم نہیں لگا سکتا جیسا کہ اس بارے میں ماقبل تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

"مختصر الوقایۃ" میں ہے:

چوسر، شطرنج اور غناء مکروہ ہے اور اسی طرح ہر لہو مکروہ ہے۔

اس کتاب کے شارح علامہ باقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

غناء ونغمات بغیر شرط مقرر کیے مباح ہیں اور اگر اس کے لیے شرط مقرر ہوئی تو اسے مقرر کرنے والے پر ہی لوٹایا جائے گا اور ہر لہو مکروہ ہے جیسا کہ دف

35۔ فقہ اور مسالک فقہاء۔

بجانا، راگ الاپنا وغیرہ لیکن جس دف پر گھونگھرو نہ ہو اور اسے موسیقی کے انداز پر نہ بجایا جائے تو اعلانِ نکاح کے لیے ایسا دف بجانا جائز ہے۔

"کنزالدقائق" میں ہے:

اگر کسی شخص کو ولیمہ میں مدعو کیا گیا اور اس محفل میں لعب وغناء بھی ہے تو وہ بیٹھا رہے اور کھانا کھائے۔

پھر کنزالدقائق کی شرح "ملا مسکین"[36] میں ہے:

اور یہ صورت اسی وقت ہوگی جب کہ لعب وغناء بیٹھنے کی جگہ یعنی دستر خوان پر نہ ہو کسی دوسری جگہ ہو لیکن اگر دستر خوان پر ہی لعب وغناء کی محفل گرم ہے تو وہاں نہیں بیٹھا جائے گا پھر اگر تو وہ شخص عمومی افراد میں سے ہے تو اس کے بیٹھنے میں بھی حرج نہیں لیکن اگر وہ مقتدائے اَنام افراد میں سے ہے اور وہ اس لعب وغناء کو روکنے پر قادر نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ اس محفل سے اعراض کرتے ہوئے چلا جائے اور وہاں نہ بیٹھے ما قبل مذکور تمام صورتیں بھی اسی وقت ہوں گی جبکہ اسے حاضر ہونے سے پہلے اس لعب وغناء کا علم نہ ہو لیکن اگر یہ پہلے سے جانتا ہو تو وہاں نہ جائے۔

ہمارے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ارشاد فرمایا:

قرآن پاک کو موسیقی کے انداز میں سننا ناجائز ہے ایسی صورت میں تلاوت کرنے اور سننے والا دونوں گناہ گار ہوں گے۔

36۔ معین الدین ہروی المعروف ملا مسکین کی لکھی ہوئی شرح۔

صدرالشہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم ﷺ کے ناپسند کردہ واقعات کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِيْ مَعْصِيَةٌ وَالْجُلُوْسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا مِنَ الْكُفْرِ.

ترجمہ:۔ آلاتِ لہو کا سننا گناہ ہے اور ایسی محفل میں بیٹھنا[37] فسق ہے اور ان[38] سے لذت حاصل کرنا کفر[39] ہے۔

اِن تمام مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات تم پر عیاں ہو گئی کہ ان کی ممانعت اَز اول تا آخر لہو کے ساتھ مقید ہے۔

"فتاوی بزازیہ" میں ہے:

آلات ملاہی کا سننا جیسا کہ ڈھول وغیرہ کی آواز حرام ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِيْ مَعْصِيَةٌ وَالْجُلُوْسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ بِالنِّعْمَةِ.

ترجمہ:۔ آلات لہو کا سننا گناہ ہے اور ایسی محفل میں بیٹھنا[40] فسق ہے اور ان[41] سے لذت حاصل کرنا کفرانِ نعمت ہے۔

اس لیے کہ اعضائے انسانی کو غیر مفید اور مقصد تخلیق کے ماسوا میں صرف کرنا دراصل کفرانِ نعمت ربانی ہے اس لیے بہت ضروری ہے کہ انہیں

37۔ جہاں یہ بجتے ہوں۔
38۔ کی چھاپ و ساز۔
39۔ کے راستہ پر لے جانے کا سبب۔
40۔ جہاں یہ بجتے ہوں۔
41۔ کی چھاپ و ساز۔

سننے سے اجتناب کیا جائے اس لیے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی آواز سنائی دینے پر اپنی انگلیوں کو اپنے گوش مبارک پر رکھ دیا تھا[42]۔

تمہیں اس بات سے باخبر رہنا چاہیے کہ یہ تمام اقوال لہو و لعب کی قید کے ساتھ مقید ہیں لہٰذا انہیں مطلقاً دف، طنبورہ، ڈھول وغیرہ پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہماری بیان کردہ عبارات اور روایت کردہ احادیث میں ان تمام اُمور کی حرمت کو لہو و لعب کے ساتھ مقید کیا گیا ہے پس اگر یہ بطور لہو و لعب نہ ہوں تو پھر حرام بھی نہیں ہوں گے اور لوگوں کے اغراض و مقاصد بھی مختلف ہوتے ہیں اور اہلِ ایمان اسی حق پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہر شئی کو وجود عطا فرمایا ہے اور جو بھی حق کی جانب سے ہو وہ حق ہی ہوتا ہے۔

اور دین مبین اس لہو و لعب کے مسئلہ میں اور دیگر جمیع مسائل کے لیے تفصیل بیان کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ہی اپنے بندوں کو بصیرت عطا کرنے والا ہے۔

علامہ ابن کمال رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الاصلاح والایضاح" میں ہے:

اگر کسی شخص کو دعوتِ ولیمہ میں مدعو کیا جائے اور وہاں غناء کی محفل گرم ہے تو ایسی صورت میں اگر اسے پہلے سے علم ہو تو وہاں نہ جائے۔

سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

مجھے ایک بار ایسی صورت حال کا سامنا ہوا تھا تو میں نے صبر کیا۔

42۔ "فتاویٰ بزازیہ" کا کلام ختم ہوا۔

لیکن یہ بات آپ کے مقتدائے انام بننے سے قبل کی تھی اور سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان "اُبْتُلِیْتُ" میں اس جانب اشارہ موجود ہے کہ تمام لہوو لعب حرام ہیں اس لیے کہ "اِبْتِلَاء" کا استعمال حرمت کے ساتھ ہوتا ہے[43]۔

لیکن اس قول پر غوروفکر کی ضرورت ہے کیونکہ "ابتلاء" کا استعمال کبھی برے انجام کے پیش نظر بھی کیا جاتا ہے اگرچہ وہ شئ اولاً مباح ہی کیوں نہ ہو اس پر دلیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی شان ہے:

مَنِ ابْتُلِیَ بِالْقَضَاءِ.

ترجمہ:۔ جسے عہدہ قضا کے ذریعے سے آزمایا گیا۔

اور پھر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ دعوت کی رعایت کرتے ہوئے حرام پر صبر کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ حرام کے ارتکاب سے بچنے کے لیے سنت کو ترک کر دیا جائے گا لیکن سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول مبارک سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ آپ اس محفل میں لہو کے سماع سے اعراض کرتے ہوئے بیٹھے رہے البتہ آپ کا یہ بیٹھنا لہو کے سماع کے لیے نہ تھا اس لیے سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا حرام کے ساتھ "ابتلاء" پایا ہی نہیں گیا تو غور کرو کہ اس عبارت میں لہو کو کس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

"کتاب المبتغی" میں مذکور ہے:

لہو ولعب کا سننا اور ان کے لیے بیٹھنا فسق ہے لہٰذا جس طرح بھی ممکن ہو ان کو سننے سے گریز کرے۔

43۔ علامہ ابن کمال رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

اس عبارت میں بھی سننے کو "ملاہی" کے ساتھ مقید کیا گیا ہے مطلقاً ذکر نہیں کیا گیا۔

"مختصر المحیط "میں مذکور ہے:

لہو ولعب کی آواز جیسا کہ ڈھول وغیرہ کا سننا حرام ہے ہاں! اگر اچانک آواز کانوں میں پڑ گئی تو یہ معذور ہو گا حتی الامکان اس کی آواز سننے سے بچا جائے اور اگر غناء بطریق لہو ولعب نہ ہو تو اکیلے گنگنانے میں حرج نہیں ہے۔

حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

شادی کے موقع پر دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سیّدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

اگر عورت نے شادی کے علاوہ بچے کے لیے دف بجایا اور یہ بجانا بطریق غنا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کو دعوت ولیمہ یا شادی وغیرہ میں مدعو کیا گیا اور وہاں لعب وغناء کی محفل گرم ہے تو ایسی صورت حال میں اس کے وہاں بیٹھنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ نوحہ کرنے والیوں کی موجودگی کی وجہ سے نماز جنازہ کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

اور یہ رخصت[44] بھی اسی وقت ہو گی جب کہ لہو ولعب کی محفل مکان کے کسی گوشہ میں ہو لیکن اگر یہ محفل دستر خوان پر ہے اور یہ شخص مقتدائے انام اشخاص میں سے نہیں ہے تو ایسی صورت دستر خوان پر نہ بیٹھے لیکن جو شخص

44۔ یعنی بیٹھنے اور کھانے کی۔

مقتدائے انام ہو تو چاہے محفل گھر کے کسی گوشہ میں ہو یا دستر خوان پر اگر اسے آنے سے قبل اس کا علم ہو تو وہاں سنے جائے اور بعد میں پتہ چلے تو وہاں نہ بیٹھے۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ تمام صورتیں بھی اسی وقت ہیں جب کہ اسے لہو ولعب کے بارے میں یقین ہو اور بالخصوص ان آلات کا سننا شراب نوشی اور بدکاری کی رغبت دلانے والا ہو "لیکن اگر صالحین کا گروہ آلات نغمات کا سننے والا ہو تو اس میں یہ کلام وصورتیں جاری نہیں ہوگی اور نہ ہی فقہائے کاملین کے کلام کا اِس سے تعلق ہے"۔

عوام الناس کے بارے میں قاعدہ واُصول یہ ہے کہ جب تک بغیر کسی شک وشبہ کے ان کے فسق کا علم نہ ہو جائے اس وقت تک ان کے حق میں درستگی ودیانت کا معاملہ ہی برتا جائے گا۔

"جامع الفتاوی لقاری الھدایۃ" میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِسْتِمَاعُ صَوْتِ الْمَلَاهِيْ مَعْصِيَةٌ وَالْجُلُوْسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ۔

ترجمہ:۔ آلاتِ لہو کا سننا گناہ ہے اور ایسی محفل میں بیٹھنا[45] فسق ہے اور ان[46] سے لذت حاصل کرنا کفر[47] ہے۔

45۔ جہاں یہ بجتے ہوں۔

46۔ کی چھاپ وساز۔

47۔ کے راستہ پر لے جانے کا سبب۔

اس کے بعد صاحب "جامع الفتاوی" نے ماقبل مذکور "فتاوی بزازیہ" کی عبارت کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ "غنیہ" میں ہے:

اس حدیث میں کفر سے مراد اعتقاداً ملاہی کے ساتھ اسے حلال سمجھنا ہے صرف طبعِ نفسانی کے لذت حاصل کرنے کو کفر قرار دینا مراد نہیں ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ۔

ترجمہ:۔ تم میں سے اس وقت تک کوئی[48] مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اس کے باپ بیٹے[49] سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

جیسا کہ اس حدیث میں مرادو مطلوب طبعِ نفسانی نہیں بلکہ طبعِ اختیاری ہے بایں طور کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کو میزانِ عقل میں تولا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی محبت کو بھی اسی میزان پر رکھا جائے تو اس بندۂ مومن کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کی محبت تمام تر اشیاء سے زیادہ ہو جائے اس لیے یہاں طبع نفسانی کو میزان قرار نہیں دیا گیا۔

اہل ایمان کا تمام لہو ولعب کے بارے میں یہی طریقہ ہے کہ جب وہ اس کی حرمت کے بارے میں تفکر کرتے ہیں اور اس کے سبب سے انہیں بارگاہ ربّ العزت سے دوری نظر آتی ہے تو میزانِ عقل پر تولنے کے بعد اس سے رجوع کرنے کو ناپسند کرتے ہیں اگرچہ ان کے سننے سے انہیں لذت ہی حاصل

48۔ کامل۔

49۔ اور دیگر تمام لوگوں بلکہ خود اس کی اپنی جان۔

کیوں نہ ہو اس لیے ہر مومن کو چاہیے کہ وہ بقدرِ امکان ان کو سننے سے بچتا رہے اور درست بات یہ ہے کہ لہو ولعب کا سننا تمام مذاہب میں حرام ہے حتی کہ اسے حلال جاننے والا کافر ہو جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جو اِس کے جواز کا قول مروی تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بعد میں اس سے رجوع کر لیا تھا[50]۔

اس تمام گفتگو میں بھی حرمت کو ملاہی[51] کے ساتھ مقید کیا گیا ہے لہٰذا جو سماع بطورِ لہو ولعب ہو وہ حرام ہے اور جو اس طور پر نہ ہو وہ حرام بھی نہیں ہے۔

میرے والد گرامی[52] رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح الدُّرَرْ" کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"عنایہ" میں ہے کہ دنیا کی زندگی کو اللہ تعالی کے اس فرمان عظمت نشان "اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ" کی بنا پر لہو ولعب نہیں کہا جائے گا کیونکہ دنیاوی زندگی حرام نہیں ہے، اس قیاس سے پتہ چلا کہ بعض لہو ولعب ایسے بھی ہیں جو حرام نہیں ہیں جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں چند اشیاء کو مستثنیٰ فرمایا:

لَهۡوُ الۡمُؤۡمِنِ بَاطِلٌ اِلَّا فِیۡ ثَلَاثٍ تَاۡدِیۡبِهٖ لِفَرۡسِهٖ وَرَمۡیِهٖ عَنۡ قَوۡسِهٖ وَمُلَاعَبَتِهٖ مَعَ اَهۡلِهٖ.

ترجمہ:۔ تین کھیلوں کے علاوہ مومن کے دیگر کھیل باطل ہیں، گھڑ سواری، تیر اندازی اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا۔[53]

50۔ "صاحب جامع الفتاوی" کا کلام ختم ہوا۔
51۔ لہو ولعب۔
52۔ اسماعیل نابلسی۔
53۔ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

لہو و ملاہی کے معانی

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا اگر یہ مفہوم لیا جائے کہ اِن تین اُمور کے علاوہ بقیہ تمام لہو ولعب حرام ہیں تو ایسا استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اگر تولہو سے مراد ہر وہ شئی لی جائے جو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر سے غافل کر دے تو اس میں جمیع مباح شدہ اُمور بھی داخل ہوں گے کیونکہ اُن میں بھی یادِ الٰہی سے غفلت پائی جاتی ہے حالانکہ مباح شدہ اُمور حرام نہیں ہیں اور اگر لہو سے مراد طاعت خداوندی کے افعال واحکام سے غافل کرنے والی اشیاء ہوں تو اِن سے سماع بالنزامیر نکل جاتے ہیں جبکہ انہیں اوقات نماز کے علاوہ میں سنا جائے اور اس کی وجہ سے افعال واحکام اطاعت میں کوئی غفلت نہ پائی جائے کیونکہ اب یہ لہو کی مذکورہ تفصیل میں داخل ہی نہیں ہیں۔

پس اگر پہلا معنی مراد لیا جائے یعنی ہر وہ شئی جو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی یاد اور اس کے ذکر سے غافل کر دے وہ حرام ہے، اس کی دلیل والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح الدُّرر" کے حاشیہ میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس قول سے بیان فرمائی:

مَا اَلْهَاكَ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مَيْسِرٌ۔

ترجمہ:۔ جو شئی تجھے اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر سے غافل کر دے وہ جوا ہے۔

تو اس طرح سے غافلین کے ہر حال میں تمام افعال اور اہل حجاب کے تمام تر مباح اعمال مثلاً ان کی نشست وبرخاست وغیرہ بھی ان پر حرام ہو جائیں گے کیونکہ یہ بھی تو ذکر اللہ سے کسی نہ کسی طرح غافل کرنے والے

امور ہیں[54] ان تین اُمور کے علاوہ ہیں جن کا حدیث مبارکہ میں استثناء کیا گیا ہے اگرچہ یہ تین افعال بطور لہو ہی کیوں نہ ہوں پس اگر ہر لہو کو حرام قرار دے دیا جائے تو پھر جمیع مباح وطاعت والے اُمور سے لہو کو دور کرنا لازم آئے گا اور ایسی صورت حال میں مباحات وطاعات نفی واثبات کے مابین گردش کریں گے حتی کہ حدیث میں استثناء کردہ تین اُمور کے علاوہ لہو کے پائے جانے کی وجہ سے دیگر افعال حرام ہو جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان ہے:

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا ○[55]

ترجمہ:۔ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا۔

پس جب سارے کا سارا دین ہی لہو ولعب شمار کیا گیا تو پھر جمیع مباح و طاعت والے افعال خود بخود اپنی حرمت کی طرف لوٹ جائیں گے اور جب جب کسی فعل میں لہو ولعب کا وجود ختم ہوتا جائے گا تو اس سے حرمت بھی ختم ہوتی چلی جائے گی حتی کہ مباح پھر سے اپنے حکمِ اباحت اور طاعت والے اُمور پھر سے حکمِ طاعت پر فائز ہوتے جائیں گے۔

اسی طرح تمام تر آلاتِ نغمات کا معاملہ ہے جب انہیں بطور لہو ولعب استعمال کیا جائے تو ان پر حرمت کا حکم ہو گا اور جب ان سے لہو ولعب کو دور کر دیا جائے تو حرمت کا حکم بھی ساقط ہو جائے گا اگرچہ کم علم عوامی علماء نے یہ کہا کہ ان آلات سے لہو زائل ہی نہیں ہو سکتا ہے۔

54۔ اور یہ۔

55۔ الاعراف،۷، آیت،۵۱۔

چلو! اگر بات ایسی ہی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ پھر تو تمہارے دین سے بھی لہوولعب زائل نہیں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان ہے "اِتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا" پس اگر وہ اپنے دین کی طرف ستھرائی کے ساتھ لوٹنا چاہیں تو بھی لوٹ نہ پائیں حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کسی بندہ کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں فرماتا۔

اسی لیے تمام بندگانِ خدا کو لہو پر مبنی افعال سے لہوولعب کو دور کرنے کی قدرت عطا کی گئی ہے اور لہو کی ماقبل تفسیر میں ہم نے جو عرض کیا ہے اس سے اجتناب ان کم فہم علماء کے بس کی بات نہیں پھر عوام الناس کا تو شمار ہی کیا! اہل اللہ کے علاوہ کے لیے یہ باتیں تقریباً ناممکن سی ہیں کیونکہ اکثر لوگوں کے قلوب پر مباحات وطاعات کے افعال کی بناپر ذکرِ الٰہی سے غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے لہٰذا اگر انہیں حرام قرار دے دیا جائے تو اس سے حرج عظیم واقع ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے دین میں حرج وتنگی نہیں رکھی۔ فرمانِ ربانی ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ [56]

ترجمہ:۔ اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

تو اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات متعین ہوگئی کہ لہو سے مراد حرام اور ملاہی سے مراد حرام کی طرف لے جانے والے اُمور ہیں یعنی ایسے افعال و اُمور جو فرائض وواجبات سے غافل اور فسق وفجور وممنوعات مثلاً شراب نوشی، زنا وغیرہ سے قریب کر دیں اس کے بارے میں مزید تفصیل آرہی ہے صرف لہو مطلقاً حرام نہیں ہے جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "کَفُّ الرَّعَاع"

56۔ الحج، ۲۲، آیت، ۷۸۔

میں اس بات کی تصریح کی ہے اور حدیث بیان کی کہ حضرت عبد المطلب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِلْهَوا وَالْعَبُوْا فَاِنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ اَرٰی فِیْ دِیْنِکُمْ غِلْظَةً۔

ترجمہ:۔ تم لوگ لہو ولعب سے بھی شغل رکھا کرو میں تمہیں دینی اُمور میں [57] سخت دیکھنے کو ناپسند جانتا ہوں۔

پس اگر تو لہو کی تفسیر میں معنی اول کو مراد لیا جائے تو اس میں لوگوں کے اُمور اللہ کی طرف سپرد ہوتے ہیں لہٰذا صرف احتمال کی بنیاد پر ان کے حکم میں تبدیلی کرتے ہوئے حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور لہو کا یہ معنی مراد لینا بہت اچھا ہے۔

ایسی صورت میں ذکر الٰہی سے غفلت اور بارگاہِ عالی کی حضوری سے حجاب ایک قلبی امر کی حیثیت قرار پائے گا جس کے لیے ظاہراً کوئی علامت نہیں ہوگی اور اگر بالفرض کوئی علامت پائی بھی جائے تو وہ یقینی نہیں بلکہ ظنی ہوگی جبکہ احکامِ شریعت کا مدار ظنی اُمور پر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان مبارک ہے:

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۝[58]

ترجمہ:۔ اور ہم نے قرآن کو حق ہی کے ساتھ اُتارا اور حق ہی کے لیے اُترا۔

یعنی اس قرآن کا نزول اور ہمارا اسے تمہارے لیے بیان کرنا حق کے ساتھ ہے اور ہماری جانب سے تم پر حق کے ساتھ ہی فیصلہ کیا جائے گا۔

57۔ حد سے زیادہ۔

58۔ بنی اسرائیل، ۱۷، آیت، ۱۰۵۔

اور حق دراصل ایسے یقین کو کہتے ہیں جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو اسی لیے ہمارے زمانے کے جہلاء کے گمانِ باطلہ جن کی بنیاد اغراضِ فاسدہ پر مبنی ہے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی اگرچہ انہوں نے اپنے گمان وخیال کو یقین تصور کرر کھا ہے کیونکہ یقین تو ایسے مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے جس سے شک وشبہ پیدا کرنیوالے تمام تر ممکنہ احتمالات ختم ہو جائیں اور ہمارے کلام سے متعلق تو ایسا امر نہایت ہی دشوار ہے ہاں! البتہ جو شخص مسلمانوں کے پوشیدہ معاملات میں تجسس کرے اس کے لیے ایسا کام کچھ دشوار نہیں ہے جبکہ ایسا تجسس کرنا ہی بالاتفاق حرام وممنوع ہے۔ فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ہے:

وَّلَا تَجَسَّسُوْا ○[59]

ترجمہ:۔ اور عیب نہ ڈھونڈھو۔

تو ان باتوں سے یہ واضح ہو گیا کہ آلاتِ نغمات اپنی جمیع انواع کے ساتھ صرف اپنی ذات یا مخصوص صورت پر ہونے کی وجہ سے حرام نہیں ہیں اور نہ ہی ان آلات سے نکلنے والی آوازیں حرام ہیں اگر ایسا ہو تو پھر تمام سُریلی آوازیں حرام ہونی چاہیے جبکہ یہ بات باطل ہے کیونکہ پرندوں کی سریلی آوازیں اور درختوں کی سرسراہٹ سے پیدا ہونے والی خوبصورت آوازیں بالاتفاق حرام نہیں ہیں، اس بارے میں مزید تفصیل آگے بھی آرہی ہے بلکہ اِن آلاتِ نغمات کی حرمت بھی اسی طور پر ہو گی جبکہ یہ لہو ولعب کے طریق پر ہوں ایسی صورت میں یہ آلاتِ ملاہی کے زمرے میں شمار ہوں گے اور ہماری بیان کردہ لہو کی تفسیر

59۔ الحجرات، ۴۹، آیت ۱۲۔

مذکورہ کے مطابق لہو کا ملاہی سے زائل ہونا ممکن ہے لہٰذا جب یہ بطریق لہو نہ ہوں تو اس وقت یہ ملاہی کے زمرے سے بھی خارج ہوں گے، اسی طرح ان آلات کے سننے والے سے بھی ایسی صورت میں لہو کا حکم ختم ہو جائے گا اور اگر ہماری مذکورہ توجیہات کو درست نہ مانا جائے تو بندے کا اُمورِ شریعت میں ایسے افعال واُمور کا مکلف ہونا لازم آئے گا جس کے بجالانے کی وہ طاقت وقدرت نہیں رکھتا جبکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان عالی شان ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[60]

ترجمہ:۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین کے علاوہ ابن آدم کا ہر لہو حرام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ بندہ ان تین اشیاء کے علاوہ میں علی العموم خود کو لہو سے بچا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے بندوں کے لیے کسی ایسی بات کو لازم نہیں فرماتا جس کی انہیں قدرت حاصل نہ ہو ورنہ تو یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ پر مکلف کیا ہے اور یہ بات قرآنی فرامین کے خلاف ہے تو اب یہ بات عیاں ہو چکی کہ آلاتِ نغمات کا اپنی تمام اقسام کے ساتھ ملاہی کے زمرے سے نکلنا اور لہو ولعب کے علاوہ میں استعمال ہونا شرعاً، عقلاً اور عادۃً بہر طور ایک ممکنہ امر ہے جیسا کہ دین میں سمجھ بوجھ رکھنے والے انصاف پسند شخص پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

60۔ البقرۃ،۲، آیت،۲۸۶۔

پس جب یہ آلاتِ نغمات بطریقِ لہو نہ ہوں تو بلاشبہ ان کا حکم مباح اُمور کی طرح ہے اور مباح اُمور اچھی نیتوں کے ساتھ طاعت کے درجے میں شمار ہوتے ہیں لہٰذا ایسی صورت میں کم فہم علماء جن کی حیثیت اندھوں کی سی ہے ان کی باتوں پر توجہ نہیں کی جائے گی جو کہتے پھرتے ہیں کہ آلاتِ نغمات کو سُننے کی حرمت بعینہ شراب وزنا کی حرمت کی طرح ہے اور اس بارے میں انہوں نے مطلقاً ممانعت سے متعلق احادیث سے استدلال کیا ہے اگر انہیں کچھ عقل کی ہوا لگی ہوتی تو جان لیتے کہ وہ تمام احادیث وآثار واقوال چند قیودات کے ساتھ مقید ہیں۔

کیونکہ ملاہی سے متعلقہ احادیث میں بالخصوص علمائے ذیشان نے مطلق کو چند قیودات وشرائط کے ساتھ مقید کیا ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں اس بابت واضح قرائن موجود ہیں اور احادیث میں سے بعض دیگر بعض کی تفصیل وتشریح کیا کرتیں ہیں جیسا کہ آیاتِ قرآنی کا اُسلوب وبیان[61] ہے۔

امام اجل شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے تحریر کردہ رسالہ "کف الرعاع" میں اولاً دف وطبل وغیرہ کے بارے میں ایسی صریح احادیث ذکر کیں جو ان کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلوب ومقصود بھی ان کی حرمت کو ظاہر کرنا ہی تھا لیکن پھر اس صراحت کے بعد انہوں نے مطلقاً دف بجانے کی اباحت کو بھی بیان کر دیا اگرچہ وہ دف گھونگھرو والی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ ان کی عبارات کو ہم ابھی پیش کریں گے۔

61۔ بھی اسی طرح۔

لہٰذا اگر تفکر کیا جائے تو کسی بھی حال میں فقط لکڑیوں سے تیار کردہ ان کی مخصوص صورت بھلا کیسے قابلِ حرمت ہو سکتی ہے؟ اور نہ ہی ان سے خارج ہونے والی آواز کو بنفسہ شرعاً، عقلاً، عادۃً حرام کہنا کوئی معنی رکھتا ہے بلکہ حرمت تو بایں طور ہو گی کہ جب ان کا سماع مکلف کو نقصان کی طرف لے جانے والا ہو اور وہ نقصان اس طور سے ہو گا کہ یہ سماع اسے ذکرِ الٰہی، فرائض وواجبات سے دور کرنے کا سبب بنے کیونکہ شارعِ اسلام نے اسی شئی کو حرام قرار دیا ہے جس سے نقصان ہو سکتا ہے، چاہے وہ نقصان عقل میں ہو مثلاً شراب خوری سے، یا نسب میں ہو مثلاً زنا، جھوٹی تہمت وغیرہ سے، یا پھر دین میں ہو مثلاً فرائض وواجبات کے ترک کرنے سے، یا مال میں ہو مثلاً چوری، سود وغیرہ سے، یا جان میں ہو مثلاً قتل وغارت گری وغیرہ۔

اور جس شخص نے شارعِ اسلام کے مقصود کو اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فضل و کرم سے جان لیا تو وہ ہماری باتیں بھی سمجھ گیا ہو گا اور باقی رہے جاہل وعداوت پسند لوگ تو ان سے ہمارا کلام ہی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان عالی شان ہے:

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝[62]

ترجمہ:۔ اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۝[63]

ترجمہ:۔ بس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی (چاہنے والے) نہیں۔

62۔ الفرقان، ۲۵، آیت، ۶۳۔

63۔ القصص، ۲۸، آیت، ۵۵۔

اسی لیے سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

جب کبھی میرے ساتھ کسی جاہل نے گفتگو کی تو وہ جاہل مجھ پر غالب رہا لیکن جب کبھی میرے ساتھ کسی عالم نے گفتگو کی تو میں اس پر غالب رہا۔

سماع کرنے والوں میں اہل اللہ بھی ہیں

تعجب ہوتا ہے امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ پر کہ اپنے رسالہ میں آلاتِ نغمات کے سننے پر حرمت کو مطلقاً بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

غناء، مزامیر، معازف اور تمام ملاہی کے سننے کو ہم مطلقاً حرام نہیں کہتے اور نہ ہی یہ گمان کرتے ہیں کہ جو بھی ان اُمور کو سرانجام دے وہ بے وقوف، وقت ضائع کرنے والا ہے بلکہ ایسے افراد[64] میں عارفین بھی ہیں جو کہ "حزب اللہ" کا مصداق ہیں اور جان لو کہ اللہ کا گروہ ہی غالب ہے[65]۔

پس دیکھو تو کہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس تفصیل کا ارادہ رکھتے ہیں جس کی بناء پر ہم نے اس کتاب کی بنیاد رکھی ہے بس اتنا سا فرق ہے کہ انہوں نے جہلاء کے خوف سے جو کہنا چاہیے تھا اس کی تفصیل سپرد قلم نہیں کی اور حرمت کو اس بارے میں مطلق رکھتے ہوئے ڈانٹ ڈپٹ[66] سے کام لیا لیکن انہیں چاہیے تھا کہ وہ جہلاء سے بے خوف ہوئے اس کی تفصیل کو حقِ تحقیق کے مطابق بیان کر دیتے کیونکہ حلال و حرام کے اُمور و احکام من جانب اللہ علمائے کرام کے پاس

64۔ سماع بالمزامیر وغیرہ کو سننے والوں۔

65۔ امام ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ کا کلام ختم ہوا۔

66۔ ترہیب و تشدید۔

بطور امانت ہوتے ہیں جن میں کمی بیشی کیے بغیر مکلف بندگانِ خدا تک پہنچانا اُن کے لیے ضروری ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان مبارک ہے:

فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ [67]

ترجمہ:۔ تو وہ جسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اُس کا ربّ ہے۔

یعنی کمی بیشی کرنے کے بارے میں خوف خدا پیش نظر رکھے اور اگر کسی جاہل نے ایسی شئی کا دعوی کر دیا جو کہ اس امانت دار کے ذمہ نہیں تھی تو اب یہ جاہل خود ہی قابلِ مواخذہ ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان مبارک ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۝ [68]

ترجمہ:۔ اور فرما دو کہ حق تمہارے ربّ کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

لہٰذا جس جگہ تفصیل مطلوب ہو وہاں مطلقاً ذکر کرنا خطا ہے بہر حال لوگوں کو اس وقت تک کمال کی جانب ہی منسوب کیا جائے گا جب تک بغیر کسی احتمال کے اس کا خلاف ظاہر نہ ہو جائے اس کی کچھ تفصیل ہم نے ماقبل بھی عرض کر دی ہے۔

اور اہل ایمان شاہکارِ قدرت ہونے کی وجہ سے ان خرافات سے دور ہی رہتے ہیں کیونکہ ان پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ کے بارے میں غفلت

67۔ البقرۃ۔۲، آیت،۲۸۳۔

68۔ الکہف،۱۸، آیت،۲۹۔

سے خود کو بچائے رکھیں جیسا کہ مذکورہ لہو کی تفسیر کے مطابق یہ اہل ایمان تو مخلوقِ خدا سے بھی غفلت نہیں برتتے پھر بھلا ذات باری تعالی کے بارے میں ان سے غفلت کیونکر ہو سکتی ہے اور اگر چہ ان آلاتِ نغمات میں لہو ولعب کا احتمال بھی ممکن ہے۔

لیکن ایسا ممکنہ احتمال تو باقی اعمال وافعال میں بھی ممکن ہے جیسا کہ ما قبل مباحات وطاعات کی بحث میں ذکر کیا گیا ہے لہٰذا جب کبھی ہم کسی احتمال کی ایک صورت پر حکم لگائیں تو ہم پر لازم ہو گا کہ اس کی دوسری صورت پر بھی حکم کو ملحوظ رکھیں کیونکہ عقلاً دونوں احتمالات مساوی ہیں اور ان افعال میں لہو و لعب کا وجود وعدم وجود ہمارے سامنے نہیں ہے کیونکہ وہ اُمور خفیہ میں سے ہے اور ہمیں ایسے پوشیدہ اُمور کے بارے میں[69] تجسس و تلاش کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ ہمیں تو ایسی جاسوسی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ہے:

وَّلَا تَجَسَّسُوْا ○[70]

ترجمہ:۔ اور عیب نہ ڈھونڈھو۔

اور اہل ایمان کے بارے میں ہمیں حُسنِ ظن رکھنے کے لیے حکم کیا گیا ہے، اسی لیے مومنین کے بارے میں بدگمانی جائز نہیں ہے جیسا کہ اس بارے میں فقہائے کرام نے اپنی تصانیف میں صراحۃً بیان کر دیا ہے۔

69۔ بلا وجہ۔

70۔ الحجرات،۴۹، آیت،۱۲۔

"کتاب المبتغی" میں لکھا ہے:

اہل ایمان کے گمان کی دو قسمیں ہیں:

[۱] ایسا گمان جو گناہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ذات باری تعالی کے بارے میں بدگمانی کرے بایں طور کہ وہ اسے بروقت رزق و مدد نہیں دیتا ہے[71] اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ذاتِ عالی کے بارے میں ایسی بدگمانی حرام ہے کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ تَعَالٰی.

ترجمہ:۔ تم میں سے ہر ایک اس حال میں مرے کہ وہ اللہ تعالی کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہو۔

اسی طرح ظاہراً شرافت پسند و عزت دار مسلمان کے بارے میں بھی بدگمانی کرنا ممنوع ہے بلکہ اس کے متعلق بھی حُسنِ ظن سے کام لیا جائے گا۔

کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

اَحْسِنِ الظَّنَّ بِالْمُسْلِمِ.

ترجمہ:۔ مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔

[۲] ایسا گمان جو مباح ہے اور وہ ایسے خیالات ہیں جو انسان کے دل میں بغیر اس کی قدرت کے پیدا ہوتے ہیں اسی کے بارے میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا ظَنَنْتُمْ فَلَا تُحَقِّقُوْا.

ترجمہ:۔ جب کوئی خیال[72] پیدا ہو جائے تو اس کی تحقیق[73] میں مت لگ جایا کرو۔

71۔ نعوذ باللہ۔

72۔ خود بخود۔

73۔ ٹوہ۔

اسی طرح کی عبارت مختصر محیط[74] میں امام خبازی اور دیگر ائمہ کرام سے منقول ہے ان تمام عبارات کا مقصود مومنین کے بارے میں بدگمانی سے بچنا ہے اور بدگمانی دراصل دل میں پیدا ہونے والی ایک غیر یقینی تہمت ہے پس شکوک و شبہات پر مشتمل اوہام وخیالات میں بھلا تحقیق ویقین کی کیفیت کیونکر ہو سکتی ہے؟ ایسی ہی غیر یقینی کیفیت میں ہمارے زمانے کے نام نہاد فقہاء اور فسق و فجور میں غرق جہلاء شب وروز مبتلاء ہیں جو بغیر کسی مستند دلیل اور روشن یقین کے دیگر لوگوں کو اپنی اغراضِ فاسدہ کی بناء پر اپنی بدگمانی کے مطابق کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اور دیگر اسلامی ممالک کی نسبت ہمارے "ملکِ شام" میں یہ وباء عام ہے لہٰذا میں نے[75] وہاں کے باشندوں اوران کے اوصاف کو اپنے "قصیدۂ نونیہ" میں منظوم کیا ہے جو کہ پچاس سے زائد ابیات پر مشتمل ہے اوران اشعار پر مشتمل دیوان کا نام "خمرة بابل وغناء البلابل" رکھا ہے۔

پس ایسا گمان جو یہ لوگ ایک دوسرے کی بابت رکھتے ہیں اور وہم و شبہات پر مبنی اس گمان کو تحقیق ویقین کا درجہ دیتے پھرتے ہیں ایسے گمان کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اوران کے اس وہمی خیال کی بناء پر کوئی حکم شرعی صادر نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو شیطانی وساوس ہیں جن کے سبب سے ملعون شیطان مسلمانوں کے قلوب واذہان میں ایک دوسرے کے لیے

74۔ سرخسی۔
75۔ بطور ترہیب۔

دینی ودنیاوی طور پر بغض وعداوت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، اسی لیے شریعت محمدی میں ایسے خیالات کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور نہ ہی احکام شرع میں اس سے کوئی اثر اندازی ہو سکتی ہے۔

بلکہ ایسے گمان کرنے والا خود ہی گمراہ ہے کیونکہ وہ شریعت مطہرہ میں ایک ایسی بات داخل کرنا چاہتا ہے جو شریعت مطہرہ کے سراسر خلاف ہے لہٰذا ایسا شخص ملامتی اور دھتکارنے کے لائق ہے۔

کتاب "تُحْفَةُ الاَکْیَاسِ فِیْ تَحْسِیْنِ الظَّنِّ بِالنَّاسِ" میں ہے:

بدگمانی کی طرف ذہن کو متوجہ کرنا حرام ہے، ہائے افسوس! عوام تو عوام بلکہ ہمارے زمانے کے خواص بھی اس وباء کا عام شکار ہیں، اسی لیے ان میں سے ہر ایک کسی ایک بار دیکھی ہوئی شی یا سنی سنائی بات کی بنیاد پر ہی بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے اور ایسا اقدام غیر یقینی ہونے کی وجہ سے بہت برا ہے اور اس کے برخلاف صحابۂ کرام و تابعینِ عظام اور ائمۂ کاملین ومشائخِ عارفین کا طریق بالکل مختلف تھا، وہ اکابر ذیشان اپنے قلوب واذہان کو ہمیشہ حُسنِ ظن کی طرف مائل رکھا کرتے تھے اور بدگمانی کو اپنے سے کوسوں دور رکھا کرتے تھے اور علم وعمل میں اس (بدگمانی) کے فائدہ مند نہ ہونے کی وجہ سے اسے پس پشت ڈال دیتے تھے۔

بلکہ وہ تو اپنی محافل ومجالس میں لوگوں کو مسلمانوں کے محاسن پر نظر رکھنے کی ترغیب دلاتے تھے اور اگر ان میں سے کوئی ندامت کے ساتھ واپس لوٹتا تو اس کا خیر مقدم کرتے اور اگر کوئی برائی کا کام کر لیتا تو اس پر تہمت لگانے کے

بجائے حتی الامکان اس کے بارے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرتے تاکہ اس شخص کے لیے رجوع کے اسباب پیدا ہوں[76]۔

اب ہم مزید اس بارے میں کلام پیش کر کے گفتگو کو طویل نہیں کرنا چاہتے۔

حرمت کے حکم کا لہو ولعب کے ساتھ مقید ہونا

حاصلِ کلام یہ ہے کہ آلاتِ نغمات اور اسکی مثل دیگر جمیع اقسام سے صادر ہونے والی اچھی آوازوں کو سننے کے بارے میں ملاہی یا آلاتِ لہو ولعب کی قید لگائے بغیر مطلقاً حرام ہونے کا فتوی نہیں دیا جائے گا جیسا کہ اکثر احادیث میں اس کی حرمت کو بطریق لہو و لعب ہونے کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہے ہاں! اگرچہ بعض احادیث میں اس کی حرمت کو مطلق بھی رکھا گیا ہے لیکن یہ اُصول تو واضح ہی ہے کہ آیاتِ قرآنی کی طرح احادیثِ مبارکہ بھی ایک دوسرے کی تفسیر و تقیید کرتی ہیں۔

اور اسی طرح تمام فقہائے ذیشان کی اس بارے میں بیان کردہ عبارات بھی لہو ولعب کی قید کیساتھ مقید نظر آتی ہیں اور ان کی عبارات میں بھی جہاں کہیں مطلق نظر آئے تو وہاں یہ قیودات ضرور ملحوظ رکھی جائیں گی کیونکہ ضروریاتِ دین کی تفصیلات ایسی قیودات کا تقاضا کرتی ہیں، اس بارے میں عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہے جب کہ جاہل بدبخت کے لیے نہ تو ہمارا کلام ہے اور نہ ہی وہ اسے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

76۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

لہٰذا جب آلاتِ نغمات سے متعلقہ مسئلہ لہو کی قید کے ساتھ ہو گیا تو اب جس وقت لہو ولعب کی صورت پائی جائے گی تب ہی اس پر حرام ہونے کا فتویٰ صادر کیا جائے گا اور جب لہو ولعب کی صورت حال موجود نہ ہو تو یہ حرام نہیں بلکہ مباح کے درجے میں ہو گا اور تمام خاص وعام مومنین کے لیے اس اباحت کا حکم یکساں ہو گا کسی ایک کے لیے اس میں ترمیم و تخصیص نہیں کی جائے گی۔

اور لہو سے مراد ہے کہ اس کی وجہ سے طاعات سے روگردانی فرائض و واجبات سے غفلت اور ممنوعات و مکروہات میں مشغول ہونا پائے جائے اور ممنوعات مثلاً شراب و زنا کے لیے اس کا سماع کرنا یا سماع کرتے وقت دل میں گندے خیالات کا وارد ہونا اور قرار پکڑ لینا، اس کی مزید تفصیل آئے گی۔

تو اِن اُمور میں سے کسی ایک کی بھی تعیین کوئی شخص اپنے بارے میں تو کر سکتا ہے لیکن کسی دوسرے کے بارے میں نہیں کر سکتا۔ اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے پس اگر کوئی جاہل یوں سوال کرے کہ جو آلاتِ نغمات بطریق لہو ولعب ہوں کیا ایسی صورت میں وہ بھی اس حکم سے خارج ہو جائیں گے؟

اس طرح کے سوالات عموماً جہلاء ہی کیا کرتے ہیں اور اُن کے لیے اتنا ہی کلام کافی ہے جو ہم نے ماقبل عرض کر دیا ہے کہ بندہ اِن کی وجہ سے فرائض و واجبات سے غافل اور کسی حرام و مکروہ شئی میں شاغل نہ ہو اور حتی الامکان کوشش کرے کہ ان کے سماع کے دوران گندے خیالات اس کے دل میں وارد ہو کر قرار نہ پکڑ جائیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان کا سماع بندہ کو یادِ مولیٰ سے غافل نہ کر دے بلکہ ان کے سماع کے دوران وہ بندہ معارفِ ربانی اور حضوری بارگاہِ رحمانی میں مستغرق ہو جائے[77] اور یہ کلام لہو کے بارے میں ماقبل بیان کردہ دونوں تفسیرات کے مطابق ہے جسے ہم نے جہلاء کے جواب کے لیے افادہ کیا ہے۔

متکلمین علماء کی اقسام

متکلمین علماء جو احکام الٰہی کے قدیم وحادث ہونے[78] کے بارے میں دلائل سے گفتگو کرتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہے۔

[۱] ایسی جماعت علماء جو احکام الٰہی سے واقف ہوتی ہے لیکن ان کے اپنے اعمال بطریقِ سنت عملاً اس سے آراستہ نہیں ہوتے بلکہ ان کے اعمال دیگر عوام کی طرح ہوتے ہیں ایسے ہی علما "اُمت محمدیہ" کے بارے میں گمان وخیالات کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا جو بھی ان کے دامنِ گمان وخیال کی وادی میں جا گرے اس پر اپنے گمان باطل کی بنیاد پر حکم لگانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کی حرمت کو بالائے طاق رکھ دیا کرتے ہیں اور بسا اوقات تو وہ اپنے شکوک وشبہات کو گمان کا درجہ دینے ہی سے انکار کر دیتے ہیں اور اپنے وہم و گمان کو یقین کا درجہ دینے پر اڑے رہتے ہیں کیونکہ گمان و خیال کو اپنے زُعم فاسد کے مطابق یقین وپختگی کا لباس پہنانا ان کی عادت میں شامل ہو چکا ہے۔

77۔ جو کہ سماع کا اصل مطلوب ومقصود ہے۔

78۔ یعنی مسائل کلامیہ۔

اگرچہ انہیں حُسنِ ظن اور بد گمانی کے بارے میں مکمل آگاہی ہوتی ہے پھر بھی اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی ان اُمورِ شریعت کی جانب کوئی توجہ کرتے ہیں پس ایسی بے عقل جماعت کے نزدیک آلاتِ نغمات کا مطلقاً لہو و لعب سے منزہ ہونا ممکن ہی نہیں ہوتا، چاہے سماع کرنے والے ناقص افراد ہوں یا کامل و باہمت صاحبِ کمال بلکہ اُن کے نزدیک تو بالخصوص کوئی صاحبِ کمال و باہمت شخص باقی ہی نہیں رہا جتنے بھی صاحبِ کمال تھے تو وہ اُن کے زُعم فاسد میں دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اب صرف ناقص و کم ہمت اور فاسق لوگ ہی باقی ہیں۔

ہاں کبھی کبھار یوں کہہ دیتے ہیں کہ صاحبِ کمال افراد دنیا سے بالکلیہ تو ناپید نہیں ہوئے البتہ ان کا وجود بہت ہی پوشیدہ و کمیاب ہے اس لیے یہ[79] لوگوں پر درجۂ کمال سے پست حکم لگاتے پھرتے ہیں لہٰذا تم انہیں دیکھو گے کہ ان کے نزدیک صاحب کمال افراد کے ناپید ہونے کہ وجہ سے وہ ہر کسی پر آلاتِ نغمات کے ساتھ سماع کرنے پر حرام ہونے کا حکم لگاتے رہتے ہیں بلکہ ان کا یہ طریقہ ان کی اپنی بدنیتی و بدعقیدگی کی غمازی کرتا ہے ایسے لوگ شیطانوں کے یار اور دشمنانِ پروردگار بلکہ گردشِ دَوراں و زمانہ حال کے ذلیل و خوار و رانسانیت کے لیے باعثِ ننگ و عار افراد میں سے ہیں۔

واللہ! اِن جیسے لوگوں سے ہمارے زمانے کے ملک و شہر بھرے پڑے ہیں اللہ تعالیٰ جَلّ جَلَالُہٗ تلوارِ حق سے ان کے گندے اور بد گمانی سے پُر اجسام کو کاٹ

79۔ جاہل افراد۔

ڈالے اور ان کی اور ان جیسے دیگر افراد کی رمق زندگی کو ختم کر دے جنہوں نے مسلمانوں کے لیے بدگمانی کی راہیں کھول کر بالخصوص مبتدع و بے دین لوگوں کے لیے بے دینی کا مزید سامان فراہم کیا جس کے ذریعے سے انہوں نے امتِ محمدیہ کے بارے میں واضح حق سے اعراض کرتے ہوئے بدگمانی کا ارتکاب کیا حالانکہ اس اُمت محمدیہ کی تعریف وتوصیف اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان عظمت نشان ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ○[80]

ترجمہ:۔ تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اور فرمان باری تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ○[81]

ترجمہ:۔ اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

اے لوگو! جان لو کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فرامین بالکل سچ اور حق ہیں اور ان لوگوں کے اوہام وخیال بالکل بے بنیاد اور باطل ہیں۔

[۲] علمائے متکلمین کی ایسی جماعت جو احکامِ ربانی کے بارے میں نا صرف مکمل معرفت رکھتی ہے بلکہ حتی الامکان اس پر بطریق سنت عمل پیرا بھی رہتی ہے اور بدعت وگمراہی سے گریز کرتی ہے یہ ایسی مبارک جماعت ہے جنہوں نے

80۔ آل عمران، ۳، آیت، ۱۱۰۔

81۔ البقرۃ، ۲، آیت، ۱۴۳۔

امتِ محمدیہ کے بارے میں ہمیشہ اچھے گمان سے کام لیا کیونکہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ لوگوں کے بارے میں بدگمانی شیطانِ لعین کی کارستانی ہے، اس لیے یہ علمائے ذیشان کسی ایک فرد پر بھی اپنی عادتِ حسنہ کے مطابق محض گمان کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگاتے بلکہ عوام الناس کے بارے میں ہمیشہ حُسنِ ظن کو ملحوظ خاطر رکھا کرتے ہیں کیونکہ انہیں شارع علیہ السلام کی طرف سے اسی بات کی ترغیب دی گئی ہے۔

ایسے علمائے ذیشان علم و عمل کی برکات سے پاکیزہ قلوب کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا عوام کو بلاوجہ برائی کا حق دار قرار نہیں دیتے ایسے ہی لوگوں سے احکام شریعت کی تعلیم و تفصیل حاصل کرنی چاہیے کیونکہ یہ لوگ اعتدال پسند، صاحب انصاف اور دنیاوی اغراض سے بے نیاز ہوتے ہیں یہی علمائے ذیشان فضائل و محاسن کے حق دار اور امت مسلمہ کے قابلِ توثیق افراد میں سے ہیں۔

جو لوگوں کی قدر و منزلت سے روشناس ہیں، ان کے صادر کردہ احکاماتِ شریعت سے قلوب میں کروٹیں لینے والے شیطانی وساوس دم توڑ دیتے ہیں، یہ علمائے ذیشان بخوبی جانتے ہیں کہ آلاتِ نغمات کی حسین آوازیں ہر حال میں ہر کسی سے بطریقِ لہو و لعب صادر نہیں ہوا کرتیں اگرچہ ان کا بطریق لہو و لعب ہونا بھی ممکن ہے لیکن لوگوں میں سے خاص طور پر کسی کے بارے میں اس بابت حکم نہیں لگایا جاسکتا اگرچہ ان کے سامنے لہو و لعب پر مشتمل چند علامات ظاہر بھی ہو جائیں تب بھی حرمت کا حکم نہیں لگاتے کیونکہ یہ ظاہر ہونے والی علامات گمان و خیال کے درجے پر ہیں جب کہ شریعت مقدسہ نے احکام کی بنیاد اوہام و خیالات

پر نہیں رکھی ہے اور اہل عدالت و صداقت کے بارے میں فسق و فجور کا حکم لگانے کے لیے تو خاص طور پر احتیاط برتی جائے گی، سماعِ آلات کا مسئلہ ان ارباب ذیشان پر عیاں ہے اور اس کی تفصیلات بھی ان کے سامنے واضح و روشن ہیں اسی لیے وہ اپنے اندازے و گمان سے کسی پر حکم نہیں لگاتے بلکہ قابل اجر و ثواب عمل "حُسنِ ظن" پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

حضرت سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ جس بندے کے ساتھ خاتمہ بالخیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے لوگوں کے لیے اچھا گمان کرنے کی توفیق بخش دیتا ہے۔

اس بارے میں کثیر احادیث و اقوال ہیں جن کی تفصیل و تشریح یہاں باعث طوالت ہوگی، حُسنِ اتفاق کے مجھے[82] ایک کتاب ملی جس کا نام "تُحْفَةُ الاَکْیَاسِ فِیْ تَحْسِیْنِ الظَّنِّ بِالنَّاسِ"[83] ہے اور یہ ایک ایسی منفرد کتاب ہے جس سے جاہل و عالم سب کے لیے استفادہ کرنا ضروری ہے کیونکہ بدگمانی ایک ایسی آفت ہے جس سے اجتناب کرنا ہر ایک مسلمان عام و خاص پر لازمی و ضروری ہے کیونکہ اللہ ربّ العزت جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہمیں شیطان کے بارے میں واضح ارشاد فرمادیا کہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے۔

آلاتِ نغمات کا لہو و لعب سے پاک ہونا ممکن ہے

اور وہ جاہل و بے فہم جو کہتا پھرتا ہے کہ مذکورہ آلات "لہو و لعب" سے مبرا و منزہ ہو ہی نہیں سکتے اگر ہم چاہیں تو اس جاہل کو یاں طور پکڑ سکتے ہیں کہ ذرا

82۔ امام عبد الغنی نابلسی کو۔
83۔ اس کا ایک اقتباس ماقبل بھی گزرا ہے۔

یہ تو بتاؤ! کہ جہاد کے وقت نقارہ وطبل وغیرہ بھلا کیسے لہو ولعب سے نکال کر جائز قرار دے دیے گئے ؟؟

ارے کم فہم سن! علمائے ذیشان نے مشرکین پر رُعب ودبدبہ بڑھانے کے لیے جہاد کے دن اسے جائز قرار دیا ہے، اسی طرح اعلانِ نکاح، عید کے دن فرحت وسرور کے اظہار کے لیے اس کے بجانے کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ طبل و دف دونوں ہی آلاتِ نغمات میں سے ہیں اگر ان آلاتِ نغمات میں لہو ولعب کے زائل ہونے کی کوئی صورت نہ ہوتی تو بھلا علمائے کرام اسے کیونکر جائز قرار دیتے؟ اور مطلق احادیث کو لہو ولعب کی قید سے مقید بھی نہ کرتے بلکہ انہیں مطلق ہی برقرار رکھتے۔

خوشی کے مواقع پر دف بجانے کا جواز

"شرح الدُّرر" کے حاشیہ میں والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

بعض آئمہ کرام کے نزدیک عید کے دن دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے حضرت سیّدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پاس عید کے دن تشریف لائے اوراس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو بچیاں دف بجارہیں تھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریب ہی آرام فرماتے تھے پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

دَعْهُمَا یَا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْدًا وَھٰذَا عِیْدُنَا۔

ترجمہ:۔ اے ابو بکر انہیں مت ڈانٹو کیونکہ ہر قوم کے لیے کوئی نہ کوئی عید کا دن ہوتا ہے اورآج ہماری عید کا دن ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "کف الرعاع" میں ارشاد فرمایا:

شادی اور ختنے کے موقعہ پر دف بجانا مباح ہے بلکہ ان اوقات کے علاوہ بھی صحیح قول کے مطابق دف بجانا جائز ہے۔ پھر کچھ مزید کلام کرنے کے بعد فرمایا: اگرچہ وہ دف گھونگھرو والی ہی کیوں نہ ہو پھر بھی صحیح قول کے مطابق جائز و مباح ہے۔

امام الحدیث شیخ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح الکبیر علی الجامع الصغیر للسیوطی" میں ارشاد فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

أَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ.

ترجمہ:۔ نکاح کا اعلان کیا کرو اور اس[84] کو مسجد میں ادا کیا کرو اور اس پر[85] دف بجایا کرو۔

امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شادی اور اسی طرح دیگر فرحت و سرور کے مواقع پر دف بجانا جائز ہے جب کہ مذہب شافعیہ میں ایسے مواقع پر دف بجانے کو مطلقاً جائز قرار دیا گیا ہے اگرچہ وہ دف گھونگھرو والی ہی کیوں نہ ہو اور بھلا یہ دف بجانا کیسے جائز نہ ہو کہ اسے شارح دین متین اور حلال و حرام کو بیان و مقرر کرنے والے محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بجایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روا رکھا۔

84۔ کے ایجاب و قبول وغیرہ۔
85۔ اظہار مسرت کے لیے۔

دُف بجانے[86] میں مرد و عورت کے مابین فرق نہیں کیا جائے گا[87] یہی صحیح ترین قول ہے۔

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

نکاح پر معاونت کرنے کی وجہ سے دف کے ساتھ کھیلنے کی لذت حاصل کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ جہاد کے لیے تیر اندازی اور گھڑ سواری سے لذت حاصل کرنا بھی جائز ہے اور یہ دونوں اُمور[88] اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے پسندیدہ ہیں پس جو شئ محبوب کے حصول پر دلالت و معاونت کرنے والی ہو وہ بھی حق ہی کی طرف سے ہے اسی لیے مرد کا اپنی عورت سے ملاعبت کرنا حق اُمور میں شمار ہوتا ہے کیونکہ نکاح اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا پسندیدہ امر ہے اور یہ بات[89] اس کے دوام پر اعانت کرنے والی ہے۔

اور کمزور نفوس لذتِ عظمیٰ کو عموماً اس وقت تک حاصل نہیں کر پاتے جب تک انہیں کچھ نہ کچھ لہو و لعب کی چاشنی نہ چکھائی جائے اور اگر بالفرض ان کمزور نفوس کے لیے یہ معمولی سی رخصت نہ رکھی جائے تو یہ لوگ لہو و لعب سے بھی شدید تر اُمور میں مستغرق ہونے لگیں گے لہٰذا ان کے لیے اتنی سی رخصت و نرمی اختیار کر لی جائے گی جو ان کے علاوہ قوی نفوس کے حامل افراد کے لیے روا نہیں ہو گی۔

86۔ کے جواز کے بارے۔
87۔ یعنی صرف مرد کے لیے بجانا جائز ہو اور عورت کے لیے ناجائز یا اس کا عکس۔
88۔ نکاح و جہاد۔
89۔ ملاعبت۔

جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس وقت کچھ بچیاں دف بجارہی تھیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے انہیں خاموش کرادیا کہ یہ باطل کو پسند نہیں کرتے[90]۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے سے قبل فساد کے نہ ہونے کے پیش نظر انہیں[91] منع نہیں فرمایا تھا۔

پس اگر اب بھی کوئی جاہل و کم فہم کہے کہ ہم آپ کی پیش کردہ تفصیلات و تشریحات کو نہیں مانتے بلکہ ہم تو ان عبارات کو جو بغیر تفصیل و قیود کے فقہائے کرام نے سماع آلات کی حرمت کے بارے میں مطلقاً اپنی کتب میں بیان کی ہیں انہیں ہی مانتے ہیں تو ہم اسے جواباً کہیں گے: اے جاہل بے لگام! تیرا اعتبار نہ کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ بس امت محمدیہ کے بارے میں بدگمانی کرتا پھرتا ہے اور تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ حق کے بارے میں طعن و تشنیع نہیں کی جاتی اور یہ بھی سن لے کہ ہم نے تیرے لیے اور تیرے جیسے دیگر لوگوں کے لیے اتنی شرح و بسط سے کلام نہیں کیا اور نہ ہی یہ کلام ہمارا اپنا بنایا ہوا ہے بلکہ یہ

90۔ یعنی یہ دین کے معاملے میں ایسی رخصت پر بھی سختی کا حامل ہے، یہ ذہن نشین رہے کہ یہاں باطل کا اصل معنی مراد نہیں ہے کیونکہ وہ معنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک تو یہ ہے کہ آپ خود سب سے زیادہ باطل اُمور سے اعراض فرمانیوالے ہیں پھر بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ نعوذباللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود باطل کو سنیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اسے روک دیں، خوب غور کرو۔

91۔ بچیوں کو۔

قیودات فقہائے کرام کی صریح وواضح عبارات میں موجود ہیں ایسے فقہائے کرام جنہوں نے اپنی تصانیف کو مرتب کرتے ہوئے مسائل کے اصول وفروع پر گہری نظر سے کام لیا انہیں بیان کردہ مسائل کی قیود وشرائط کا بھی بخوبی علم تھا جیسا کہ ہم نے ما قبل تفصیلاً دو اُصول بیان کیے ہیں کہ فروعاتِ مذہب کے ماخذ و دلائل کے بارے میں ایسے ذیشان فقہائے کرام تفصیل کے ساتھ علم رکھتے ہیں۔

مذہبِ حنفی کے ائمہ اور مسئلہ سماع

پس ہمیں تو مذہب حنفی بلکہ دیگر مذاہب کے فقہائے کرام کی آلاتِ نغمات کی حرمت کے بارے میں کوئی ایک بھی ایسی عبارت نہیں ملی جس میں لہو کی قید کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔

اسی لیے ان فقہائے کرام نے ارشاد فرمایا: ملاہی کا سننا یا لہو والی کسی شی کا سننا وغیرہ جیسا کہ عبارات فقہاء ما قبل مذکور ہو چکیں اور اگر بالفرض مذہب حنفی یا کسی اور مذہب کی کتبِ فقہ میں دف، طنبورہ وغیرہ کے سننے کو بغیر لہو کی قید کے حرام ذکر کیا بھی گیا ہے تو ہمیں دیگر اکابر فقہائے کرام کے قانون کے پیش نظریہ تاویل کرنا پڑے گی کہ قائل کی مراد بطریق لہو ولعب ان کے سماع کا حرام ہونا ہے کیونکہ لہو کی قید دیگر فقہائے کرام کی عبارات میں مذکور بلکہ احادیث و اخبار میں موجود و مسطور ہے۔

اور جن احادیث میں لہو کی قید کے بغیر مطلقاً ذکر موجود ہے تو ہم ایسی احادیث کو شراب نوشی اور ناچنے والی عورتوں کے ذکر سے مقید پاتے ہیں جبکہ

بعض احادیث میں کسی بھی قسم کی قید نہیں پاتے تو ایسی صورت میں علمائے کرام نے دیگر احادیث واقوال کے پیش نظر کچھ اشیاء کا استثناء کیا ہے اور استثناء دراصل قید ہی تو ہے۔

ہمارے بیان کردہ کلام کی تائید شیخ الاسلام عبدالرحمن آفندی عمادی دمشق میں مذہب حنفی کے مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سے آلاتِ نغمات کے سماع کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ جن علماء نے آلات کے ساتھ سماع کے سننے کو حرام قرار دیا اُن کی سچائی کی وجہ سے اُن پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا اور جن لوگوں نے اسے مباح قرار دیا اُن کے قوتِ حال کی وجہ سے اُن پر انکار نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا جو شخص اپنے دل میں نورِ معرفت کے آثار پائے تو اسے چاہیے کہ سماع کی جانب توجہ کرے اور اگر ایسا حال نہ ہو تو اسے چاہیے کہ دائرۂ شریعت کے مطابق ٹھہر جائے سلامتی اسی میں ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہی سب سے بہتر جاننے والا ہے۔

اسی طرح کا ایک جواب شیخ الاسلام خیر الدین رملی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فتاوی خیریة وفقه الحنفية" میں ارشاد فرمایا۔

پس ذرا اِن دو جلیل القدر علمائے ذیشان کو دیکھو جو علم و عمل کے جامع، فقہ و تقویٰ کے حامل اور احکامِ شریعت کے اصول و فروع پر شریعت کے مطابق معرفت رکھنے والے ہیں حالانکہ ان کا وجودِ مسعود اس زمانہ میں موجود جبکہ

موسیقی اور سماع

شریعت محمدیہ کے بارے میں اچھا گمان رکھنے والے اہل علم وانصاف علمائے ذیشان مفقود نظر آتے ہیں، انہوں نے سماع کے بارے میں مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے تفصیلاً بیان کیا اور صرف مطلق بیان پر اکتفاء نہیں کیا جیسا کہ دیگر نام نہاد فقہاء نے تفصیلی کلام کے بجائے مطلقاً بیان کرنے پر اکتفاء کیا[92]۔

کیونکہ اُن جلیل القدر ائمہ کرام کو یہ بات بخوبی پتہ تھی کہ جس جگہ تفصیلی کلام کی ضرورت ہو وہاں مطلقاً بیان پر تکیہ کرنا خطا ہے۔ ان دونوں ائمہ کرام نے بطریق انصاف کلام کرتے ہوئے اشارہ فرمایا کہ جس کے دل میں نورِ معرفت کے آثار موجزن ہوں تو اسے چاہئے کہ سماع کی جانب توجہ کرے اور یہ جان لو! کہ نورِ معرفت ابھی ناپید نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے فضل وکرم سے نورِ معرفت کے آثار سے مزین لوگ تا قیامت باقی رہیں گے جب کہ اس صورت کے برعکس یعنی نورِ معرفت سے نا آشنا، مراتب اہل اللہ کے منکر اور لوگوں پر بدگمانی لگانے والے نام نہاد فقہاء بھی ہمارے زمانہ میں موجود ہیں۔

"لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم"

منکرینِ سماع کے دلائل کا مکمل اثاثہ

سماع کو مطلقاً حرام کہنے والوں کی بلند پایہ دلیل شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے رسالہ بنام "کف الرعاع" کے مندرجات ہیں، اس رسالے میں ایسی احادیث کو ذکر کیا ہے جس میں ملاہی وشراب نوشی اور ناچنے گانے والی عورتوں کی

92۔ جس کی وجہ سے اختلافات کی فضاء آج تک قائم ہے۔

قید بھی مذکور ہے جبکہ بعض احادیث ایسی بھی ذکر کیں ہیں جن میں مطلقاً بیان ہے لیکن ایسے مقام پر قید کو ضرور پیش نظر رکھا جائے گا۔

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ مبارکہ ذکر کرنے کے بعد علمائے کرام کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں یعنی کس نے اسے حلال کہا اور کسی نے اس کی حرمت کا قول بیان کیا ہے، نیز کس نے اس بارے میں تفصیلی کلام کیا اور کس نے خلاصۂ گفتگو کی جبکہ خود شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی قدر تفصیلی کلام کیا ہے لیکن جہلاء اسے کیسے سمجھیں اگر یہ کم علم ذرا غور سے اس کا نام ہی سمجھ لیتے تو بھی ان کے لیے کافی تھا شیخ نے اس کا نام رکھا ہے "کف الرعاع" اور سماع حرام بھی تو صرف "رعاع" کے مصداق لوگوں پر ہی ہوتا ہے اور "رعاع" کے مصداق جاہل خبیث اور کم ہمت لوگ ہیں ساری کی ساری دنیا شیخ کے نزدیک "رعاع" کی مصداق نہیں ہے حتیٰ کہ اسے بنیاد بنا کر تمام ہی لوگوں پر سماع کو حرام قرار دے دیا جائے۔

سماع کو مطلقاً حرام کہنے والوں سے کبھی کبھی ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا تمہارے نزدیک ڈالیوں پر چہچہانے والے پرندوں کی آوازیں حرام ہیں؟ حالانکہ یہ بھی تو انتہائی نغماتی آوازیں ہیں اور انسانی کیفیات کو برانگیختہ کرنے والی ہیں۔

پس اگر تو وہ اس سوال کے جواب میں کہیں کہ ہاں! ہم اسے بھی حرام کہتے ہیں تو قطع نظر ان کے احکام الٰہی کے بارے میں بہتان تراشی کے، اُن کے جنونی و پاگل پن کا فیصلہ کیا جائے گا اور اگر وہ ان پرندوں کی نغماتی چہچہاہٹ کو مباح قرار دیں تو ہم کہیں گے بالکل اسی طرح آلاتِ نغمات اپنے جمیع انواع و اقسام کے ساتھ مباح ہیں پھر اگر اس بات پر وہ کہیں کہ آلاتِ نغمات سے نغماتی

آوازیں انسانوں کے ارادہ واختیار سے نکلتی ہیں تو ہم جوابا کہیں گے کہ جناب عالی! پرندوں کی آوازوں کو سننے والا بھی ارادہ واختیار ہی سے دھیان لگا کر سنا کرتا ہے اسے تو آج تک کسی عالم نے حرام نہیں کہا[93]۔

اسے علامہ زمخشری معتزلی نے اپنی کتاب "ربیع الابرار" میں ذکر کیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایک سمندری جانور ہے وہ جب کبھی سریلی و خوش الحانی سے معمور آوازیں نکالتا ہے تو سننے والے اس آواز کی لذت سے بیہوش ہو جاتے ہیں اس لیے کئی خوش الحان اسے ڈھونڈھنے نکلے تاکہ اس کی آواز سے مشابہت حاصل کریں لیکن تلاش بسیار کے باوجود وہ اسے نہ پا سکے۔

اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یونان کے شہروں میں ایک پرندہ ہے وہ جب کبھی خوش الحانی کے انداز میں آوازیں نکالتا ہے تو دیگر پرندے اس کے ارد گرد جمع ہو کر اس کی آواز سے مسرور ہوتے ہیں۔

ارے کم فہم ایسے اُمور کو تو کسی بھی عالم نے حرام نہیں کہا۔

نیز "ربیع الابرار" ہی میں مزید لکھا ہے:

افلاطون نے کہا ہے کہ جس نے حزن وملال کی کیفیت میں کمی کرنی ہو تو اسے چاہیے کہ حسین وخوش الحان آوازیں سنے کیونکہ جب انسان غمگین ہوتا ہے تو اس کا نفسانی نور ماند پڑ جاتا ہے پس جب وہ مخمور ومسرور کرنے والی آوازوں کا سماع کرتا ہے تو وہ بجھا ہوا نور پھر سے جگمگانے لگتا ہے۔

93۔ اور ان آلاتِ نغمات کے ساتھ انسانی ارادہ واختیار کا تعلق ہونا بھی تو کوئی دلیلِ حرمت نہیں ہے۔

فارس کے بادشاہوں کا معمول تھا کہ وہ محزونی و غمگینی کی حالت سے افاقہ کے لیے خوش الحان آوازوں کا سماع کیا کرتے تھے اور اسی طرح ایسی آوازوں سے مریضوں کا علاج بھی کرتے تھے اور ذہنی کشیدگی و انتشار سے چھٹکارے کے لیے انہیں استعمال کیا کرتے تھے۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایک دعوتِ ولیمہ میں تشریف لے گئے اور گھر والوں سے فرمانے لگے ایسا لگتا ہے کہ تم لوگ کسی جنازہ پر اکھٹے ہوئے ہو؟ ارے بھائی غناء و دف کہاں ہے؟

امام اسحاق بن ابراہیم موصلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابو حفصہ کے بیٹے اپنے والد کے پاس کھانے سے فارغ ہوئے تو وہ کہنے لگے[94] ہمارے کانوں کو بھی غذا کھلاؤ[95] اللہ تعالی تم پر رحم و کرم فرمائے۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی:

حضور آپ غناء کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا! غناء ایک اچھی شے ہے اس سے جذبہ رحم پیدا ہوتا ہے اور کرب والم دور ہوتے ہیں اور اچھائی کی طرف رغبت ہوتی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ دھیمی آواز میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

94۔ بیٹے۔

95۔ یعنی سماع و غناء سناؤ۔

وَكَيْفَ ثَوَائِي بِالْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا ۔ قَضَى وَطَرًا مِنْهَا جَمِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ

ترجمہ:۔ جب[96] جمیل بن معمر ہی شہر سے چلا گیا تو میرا اب اس شہر میں رہنے کا بھلا کیا فائدہ؟[97]

جمیل سے مراد جمیل جمحی ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کا قریبی دوست تھا پس جب میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو میں کہہ رہا تھا کیا تم نے اسے سن لیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں، تب آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جس وقت ہم تنہائی میں ہوتے ہیں تو اسی طرح کلام کرتے ہیں جیسا کہ دیگر لوگ اپنے گھروں میں بلا تکلف کلام کیا کرتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

آج ہمیں ایسی جگہ لے چلو جہاں لہو کے مشاغل ہوں اور مروت سے قدرے بے رغبتی ہو، اس فرمان سے آپ کی مراد عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ تھے، لہٰذا یہ دونوں احباب ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور ایک شخص دو لونڈیوں کو غناء کی تعلیم دے رہا تھا جب یہ احباب تشریف لائے تو حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے مجلس برخاست کرنے کا حکم دیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی نشست کو خالی کر دیا تب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو ہم سے قبل یہاں جاری تھا وہ ہمیں بھی کر کے دکھاؤ اتنے میں گانے والے شخص نے قیس بن حطیم کا یہ شعر پڑھا:

96۔ میرا دوست۔

97۔ اسی جمیل بن معمر نے آپ کے اسلام کی خبر کو مکہ میں پھیلایا تھا، الکامل، ابن اثیر، ۲/۸۶، بیت الافکار الدولیۃ۔

دِيَارُ الَّتِيْ كَانَتْ وَنَحْنُ عَلَى مِنًى　　　تَحِلُّ بِنَا لَوْلَا نَجَاءُ الرَّكَائِبِ

ترجمہ:۔ ہمارے وہ گھر جو مقام منیٰ میں تھے بڑی شان وشوکت والے تھے اگر ہماری سواریاں وہاں سے جلد کوچ نہ کرتیں[98]۔

اس کے ساتھ ساتھ لونڈیوں نے بھی گنگنانا شروع کر دیا پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ پاؤں کیف و مستی میں ہلانا شروع کر دیے اور ہاتھوں سے تخت کو مارنے لگے آپ کی ایسی حالت دیکھ کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ کے یہاں آنے کی حالت[99] سے اب والی حالت[100] زیادہ اچھی ہے لیکن ذرا ضبط نفس سے کام لیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: خاموش رہو! ہر شریف شخص میں جذب و مستی کی کیفیت ہوتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے سفروں کے دوران بسا اوقات "رباح معترف" کو گنگنانے کے لیے فرماتے اور وہ اکثر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے:

أَتَعْرِفُ رَسْمًا كَالطِّرَازِ الْمُذَهَّبِ　　　بِعَمْرَةٍ قَفْرًا غَيْرَ مَوْقِفِ رَاكِبِ

ترجمہ:۔ کیا تمہیں اُن نشانات کا علم ہے جو سونے کے نقش و نگار کی طرح ہیں اور مقام عمرہ میں پہاڑی جگہ پر واقع ہیں جہاں سوار ٹھہر نہیں سکتا[101]۔

98۔ تو ہم وہیں رہتے اور لطف اندوز ہوتے۔

99۔ یعنی حالت انکار۔

100۔ یعنی اقرار۔

101۔ أَتَعْرِفُ رَسْمًا كَالطِّرَادِ الْمُذَهَّبِ　　　لِعَمْرَةَ وَحْشًا غَيْرَ مَوْقِفِ رَاكِبِ
کتاب الاغانی ج ۳، ص ۷، دار الکتب المصریۃ، اور تجرید الاغانی، لابن واصل الحموی، متوفی ۶۹۷ھ، ج ۱، ص ۳۱۱، مطبعۃ مصر شرکۃ مساہمۃ مصریۃ، قاہرہ، طبع ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء پر یہ شعر ان الفاظوں کے ساتھ مذکور ہے اور وہاں مزید یہ ہے کہ خزرجی نے یہ شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پڑھا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: تو نے ہمیں کیف و مستی سے سرشار کر دیا ہے اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے، تو رباح معترف کہنے لگا: اگر آپ "زہ" بھی فرما دیتے تو یہ بہت اچھا ہوتا آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا کہ "زہ" کا کیا مطلب ہے؟ اس نے عرض کی: یہ کسریٰ کے بادشاہوں کا لفظ ہے جب وہ کسی کے لیے یہ کلمہ کہتے ہیں تو اسے چار ہزار درہم دے دیے جاتے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے یہ کلمہ کہہ دیتا ہوں لیکن مسلمانوں کے مال میں سے چار ہزار درہم دینا میرے لیے جائز نہیں ہے، تو اس نے عرض کی: اپنے مال ہی سے کچھ عطا کر دیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو درہم اسے عطا کیے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ حضور! آپ نے ایک گانے والے کو انعام دیا؟ تو فرمایا: اس کی آواز نے دھوکے میں ڈال دیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اچھی آواز و صورت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

کہا گیا کہ راہبوں کو حسین و پُر کیف آوازیں عطا کی گئیں تھیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر کیا کرتے تھے صبح و شام اسی مشغلہ میں مصروف رہتے تھے کبھی اپنی خطاؤں کو یاد کر کے اشک بہاتے اور کبھی جنت کی حسین نعمتیں یاد کیا کرتے۔

حضرت اسحاق موصلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ بنی مروان کے افراد لہو و لعب میں کتنے مشغول تھے؟

فرمایا: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عبد الملک، ولید، سلیمان، ہشام اور مروان وغیرہ کا حال یہ ہے کہ ان کے اور غناء کرنے والوں کے مابین پردے پڑے ہوئے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں غناء کی کیف و مستی میں خلفاء کا رُعب و دبدبہ ظاہر ہو کر زائل نہ ہو جائے ہاں! لوگوں سے الگ ہو کر وہ بھی اس[102] سے نفرت نہیں کرتے تھے اور اُن تمام میں یزید بن عبد الملک کا حال کیف و سرور کے زیادہ قریب تھا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر متمکن ہونے کے بعد غنا کا ایک لفظ بھی نہیں سنا ہاں! اس سے قبل وہ اپنی لونڈیوں سے غناء سُنا کرتے تھے البتہ یزید ناقص کے بارے میں ہے کہ اس نے کبھی غناء نہیں سنا بلکہ وہ اس کی مذمت کرتا تھا[103]

اب ہم یہاں علامہ زمخشری کی کتاب "ربیع الابرار" کے گیارہویں باب سے اسی قدر کلام پر اکتفا کرتے ہیں[104]۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "شجون المشجون" میں لکھتے ہیں:

102۔ غناء۔

103۔ یزید ناقص سے یزید بن معاویہ مراد نہیں بلکہ ابو خالد یزید ناقص بن ولید بن عبد الملک مراد ہے اسے یزید ناقص اس لیے کہتے ہیں کہ اس نے لشکریوں کے معاوضہ میں کمی کر دی تھی اس لیے اس کا لقب "ناقص" کمی کرنے والا پڑ گیا، یہ اپنے چچا یزید بن عبد الملک کے بیٹے ولید کو قتل کر کے خود خلافت پر بیٹھا، اس کی ماں شاہ فرند بنت فیروز بن یزدجر تھی ۱۲۶ھ کے اواخر میں انتقال ہوا مدتِ تخت نشینی صرف پانچ ماہ اور کچھ دن تھی۔

104۔ مزید تفصیل کے لیے اصل کتاب کی طرف مراجعت فرمائیں۔

اگر کسی نغماتی غزل کو سنا جائے تو اس کا اثر نفس میں بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اچھی و حسین اشیاء[105] کو دیکھنے سے بصارت میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

امام شہاب الدین احمد بن غانم مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "حل الرموز ومفتاح الکنوز" میں لکھتے ہیں:

سماع کی صورت کیا ہے؟ جان لو! بیشک سماع عبارت ہے اچھی آواز اور پُر کیف نغمات سے جس کے ساتھ موزوں کلام[106] کو گنگنایا جاتا ہے تو سماع میں عمومی صفت اچھی آواز اور حسین و پاکیزہ نغمات ہی تو ہیں اور یہ نغمات دو طرح کے ہوتے ہیں:

[۱] مفہومی! جیسا کہ اشعار وغیرہ

[۲] غیر مفہومی! جیسا کہ جمادات سے نکلنے والی آوازیں اور جمادات سے مراد مزامیر ہیں مثلاً بانسری وغیرہ اور پرندوں کی نغمگی آوازیں بھی اس میں شامل ہیں، لہٰذا کوئی ایک بھی ان آوازوں کو صرف مترنم ہونے کی بنا پر حرام نہیں کہہ سکتا بلکہ صرف اُنہیں ہی حرام کہا جائے گا جسے شریعت نے حرام کیا ہو مثلاً سارنگی وملاہی وغیرہ[107]۔ [108]

105۔ مثلاً سبزہ وآبشار وغیرہ۔ اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی کا رسالہ "النضرۃ فی احادیث الماء والریاض والخضرۃ" بہت نفیس ہے تفصیل کے لیے اس کی جانب مراجعت فرمائیں۔

106۔ اشعار۔

107۔ ان کے بارے میں تفصیل گزر چکی۔

108۔ امام ابن غانم مقدسی کا کلام ختم ہوا۔

تو اب شیخ مذکور کے کلام میں غور و فکر کرو کہ انہوں نے ملاہی کا عطف "اوتار" پر کیا ہے اس لیے کہ ان کی مراد مطلقاً سارنگی نہیں بلکہ لہو و لعب کے طریق پر سارنگی بجانا ہے اور باقی رہا اچھی آواز میں موزوں اشعار کو سننا تو اس بارے میں صحیح احادیث و آثار وارد ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے خوبصورت آوازوں میں اچھے اشعار گنگنائے گئے بلکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں ممبر لگایا جاتا جس پر کھڑے ہو کر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کیا کرتے اور حضور نبی کریم ﷺ یہ دعائیں ارشاد فرماتے: اے اللہ! اس وقت تک حسان کی روح القدس سے مدد فرما جب تک یہ تیرے رسول کی طرف سے کفار و مشرکین کو جواب دیتا رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

صحابہ کرام اشعار پڑھ رہے ہوتے اور حضور نبی کریم ﷺ تبسم فرماتے۔

ایک مرتبہ جب حضرت[109] نابغہ[110] نے اشعار سنائے تو ایک ہی مجلس میں اُمیہ بن[111] صَلت[112] کے سو اشعار حضور نبی کریم ﷺ کے فرمانے پر سنا دیے حضور نبی کریم ﷺ ہر شعر کے بعد ارشاد فرماتے "اور پڑھو اور پڑھو" پھر

109۔ ابو لیلیٰ قیس بن عبد اللہ بن عدس بن ربیعہ المعروف۔

110۔ جعدی متوفی ۵۰ھ۔

111۔ ابی۔

112۔ عبد اللہ بن ابی ربیعہ بن عوف۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ[113] اپنے اشعار کے مطابق ہی ہوتا تو بھی مسلمان ہوتا[114]۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ حضور نبی کریم ﷺ کے لیے دورانِ سفر "حُدی" پڑھا کرتے اور حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ عورتوں کے لیے "حُدی" پڑھا کرتے جبکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ مردوں کے لیے "حُدی" پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کو کیسے چلا رہے ہو[115]۔

لہٰذا خوش الحانی کے ساتھ موزوں و معقول اشعار کو گنگنانا، ناجائز نہیں ہے کیونکہ مذکورہ بالا شواہد و دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ

113۔ اُمیہ بن ابی الصلت۔

114۔ لیکن وہ ایسا نہیں تھا لہٰذا کافر ہی مرا۔ اس کے اشعار سننے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے کلام میں شراب، بت پرستی، ظلم و ستم وغیرہ امور کی مذمت بیان کی تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کے اشعار سماعت فرمائے اور اس کے اشعار میں ان باتوں کا ذکر اس لیے تھا کہ اس نے سابقہ آسمانی کتابیں پڑھ رکھیں تھیں اور انہیں میں سے ایسی اچھی باتوں کو منظوم انداز میں بیان کر دیا کرتا تھا اسی وجہ سے اس کا کلام دیگر شعراء سے زیادہ معنی خیز ہوتا تھا لیکن جب حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس نے انکار کیا کیونکہ اس بدبخت کی دلی خواہش یہ تھی کہ عرب میں سے جس نبی کی بشارت سابقہ صحائف میں دی گئی ہے وہ یہی ہو لیکن ایسا ہونا تو محال تھا، الغرض اسی حسد کی بنا پر اس نے اسلام لانے سے انکار کیا اور کفر کی موت مرا۔ والتفصیل فی تجرید الاغانی لابن واصل حموی، ۵۰۹/ ۲ تا ۵۱۵۔

115۔ یعنی دھیان سے کہیں ٹوٹ نہ جائیں۔

حسین و پُر کیف آواز بری و ناپسندیدہ نہیں ہوتی اور یہ بات نصوص و قیاس دونوں سے ثابت ہو چکی ہے۔

اور باقی رہا دف بجانا یا جھومنا تو اس کے جواز کے لیے خوشی کے مواقع شادی، عید، گمشدہ کے ملنے، ولیمہ، عقیقہ وغیرہ کے بارے میں جو رخصت مذکور ہے ان کا جواز بطریق نص موجود ہے، اسی لیے حضور نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد کے موقع پر دُف بجا کر یہ اشعار پڑھے گئے:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ — وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَى لِلّٰهِ دَاعٍ

ترجمہ:۔ ہم پر "وداع" کی پہاڑی سے ایک چاند [116] طلوع ہوا لہٰذا ہم پر اس کا شکر واجب و لازمی ہے جب تک کہ دعوتِ الٰہی دینے والا دعوت دیتا رہے [117]

تو حضور نبی کریم رضی اللہ عنہ نے اپنی تشریف آوری کے موقعہ پر ان کے اس انداز میں اظہار مسرت کو روا رکھا۔

اسی طرح وہ حدیث جسے امام بخاری و مسلم نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور دو لڑکیاں ایام منیٰ کے زمانے میں [118] دف بجا رہیں تھیں جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کپڑا اوڑھے

116۔ ماہ نبوت مہر رسالت ﷺ۔

117۔ یعنی صبح قیامت تک، ہر لمحہ ہر وقت۔

118۔ مراد ایام عید ہے غالباً مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے یہاں وقوف فرمایا تھا شاید یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے، واللہ اعلم۔

آرام فرماتے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا، اس جھڑک کی آواز سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخِ زیبا کو چادر سے باہر نکالا اور ارشاد فرمایا:

اے ابو بکر! انہیں مت جھڑکو، آج عید کا دن ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ میرے پاس دو لڑکیاں "جنگ بُعاث" کے متعلق گنگنا رہیں تھیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر پر لیٹ کر رخ زیبا پھیر لیا، اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور مجھے جھڑکتے ہوئے کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب یہ شیطانی کام؟ تب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: انہیں چھوڑ دو، پھر جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی توجہ مجھ سے منتشر ہوئی تو وہ دونوں لڑکیاں نکل گئیں اور یہ عید کا دن تھا جس میں حبشی لوگ نیزے اور دیگر آلاتِ جنگ لیے کھیلتے تھے پھر میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم انہیں کھیلتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو؟

میں نے عرض کی: جی ہاں! تب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے اس طرح کھڑا کیا کہ میرے رخسار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک کے مقابل ہو گئے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں سے ارشاد فرمایا: اپنے کھیل کو جاری رکھو حتی کہ میں کھیل دیکھ کر سیر ہونے لگی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے عائشہ! کافی ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا: اب اندر چلی جاؤ۔

یہ احادیث اس بات پر صراحت سے دلالت کرتیں ہیں کہ غناو لعب[119] حرام نہیں ہیں اور ان اُمور کے بارے میں رخصت پر بھی قرائن موجود ہیں کہ لعب کا قابلِ رخصت ہونا اور مسجد میں اس کا مباح ہونا نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کا کھڑے ہو کر اسے ملاحظہ کرنا یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسے دیکھ کر سیر ہو جانا وغیرہ اگرچہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بہت کم تھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان اُمور کو دیکھ کر انکار کرنا اور اس پر حضور نبی کریم ﷺ کا انہیں منع فرمانا اور لڑکیوں کو جھڑکنے سے روکنا اور حضور نبی کریم ﷺ کا دف اور لڑکیوں کی آوازوں کو سماعت فرمانا وغیرہ[120] اور باقی رہا بانسری کی آواز کا معاملہ تو اسے حرام کہنے والے حضرت نافع رضی اللہ عنہ کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا صحیح محمل

جب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سُنی تو اپنی انگلیوں کو کانوں میں ڈال دیا اور راستہ بدل لیا اور برابر پوچھتے رہے اے نافع! کیا آواز آرہی ہے؟ یہاں تک کہ میں[121] نے عرض کی کہ اب نہیں آرہی، تب آپ رضی اللہ عنہ

119۔ مطلقاً۔

120۔ یہ تمام دلائل و قرائن غناو لعب کے رخصت پر دلالت کرتے ہیں۔

121۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ۔

نے انگلیاں کانوں سے باہر نکالی اورارشاد فرمانے لگے کہ میں نے دیکھا تھا کہ حضور نبی کریم رضی اللہ عنہ نے ایسی آواز آنے پر اس طرح کا عمل کیا تھا۔

تو اس حدیث میں بانسری کے حرام ہونے پر تو کوئی دلالت نہیں ملتی البتہ اس کے مباح ہونے کی قوی دلیل ضرور موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ کو کانوں پر ہاتھ رکھنے کے لیے نہیں کہا اور نہ ہی اس بجانے والے کے بارے میں کوئی انکاری کلام فرمایا[122]۔

ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غیر شرعی یا باطل امر کے پاس سے گزریں اور اس کا انکار وابطال نہ فرمائیں کیونکہ حرام و حلال تو انہیں کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی ذات والاصفات ان کی تفصیل بیان فرمانے والی ہے لہٰذا اگر یہ آواز حرام ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو اس بارے میں ضرور ارشاد فرماتے۔

اور باقی رہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کانوں پر انگلیاں رکھ کر بند کرنے کا معاملہ تو اس کی دو وجوہات ممکن ہیں، ایک تو یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سالک ہیں جو احوالِ کمال کے اَتم واعلیٰ منصب پر فائز ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ

122۔ کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل دراصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک کی پیروی میں تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ساتھ موجود صحابی کو اسی طرح فرمایا تھا لیکن انہیں کانوں کے بند کرنے کے لیے نہیں فرمایا تھا بلکہ برابر دریافت فرماتے رہے کہ کیا آواز آرہی ہے؟ جب صحابی نے عرض کی: نہیں آرہی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں سے انگلیاں باہر نکالیں لیکن اس آواز یا بجانے والے پر کوئی رد نہیں فرمایا تو اس کے بارے میں امام عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ایسے اُمور بلکہ دیگر کئی مباح اُمور کا اکثر اوقات میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے ترک کر دینا ہی شایاں تھا۔

اور دوسری وجہ یہ کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قلبِ مبارک ذکر و فکر اور توجہ الٰہی کی کیفیات میں مشغول و مصروف رہتا تھا اور بانسری وغیرہ کی آواز سے اس استغراق میں خلل کا اندیشہ تھا[123] کیونکہ آوازوں کی تاثیر دل میں اثر انداز ہوتی ہے[124] اور اس احتمال کی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز سے فراغت کے بعد ابو جہم کے دیئے ہوئے کپڑے اتار دیئے کیونکہ اس کے پہننے سے حالت قلبی میں خلل اندازی ہو رہی تھی تو ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ معاملہ کپڑے کے حرام ہونے پر دلیل ہے بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ اس کپڑے کے پہننے سے قلبی کیفیت میں خلل محسوس فرمایا تو اسے اتار دیا اسی طرح کانوں کو انگلیاں رکھ کر بند کرنے کا معاملہ ہے۔

غناء کو حرام کہنے والوں کے دلائل

ایسی آوازوں کو حرام کہنے والے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں:

غناء دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت فضیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں:

"غناء" زنا پر برانگیختہ کرنے کا منتر ہے۔

123۔ لہٰذا اسے سننے سے اعراض فرمایا۔

124۔ جیسا کہ ما قبل علامہ زمخشری کی کتاب "ربیع الابرار" کے حوالے سے تفصیلی کلام گزر چکا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں:

جب کوئی شخص گانا گاتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے دونوں کندھوں پر دو شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اپنی ایڑیوں سے اس کے سینے کو گانا ختم ہونے تک مارتے رہتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں:

جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میں نے نہ تو غناء کیا ہے اور نہ ہی اس کی تمنا کی ہے اور جب سے میں نے حضور نبی کریم رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی ہے اس کے بعد سے میں نے کبھی بھی سیدھے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے بھی استدلال کرتے ہیں:

سب سے پہلے نوحہ کرنے والا اور غناء کرنے والا ابلیس ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی اس پر لعنت ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان سے دلیل پکڑتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے گانے والیوں کی کمائی اور اس کی تعلیم کو حرام فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اس فرمان سے بھی دلیل پکڑتے ہیں:

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ۝ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝ [125]

ترجمہ:۔ تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

125۔ النجم، ۵۳، آیت ۶۱، ۶۰، ۵۹۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

لغت حِمْیَر میں اس[126] سے مراد غناء ہے۔

اگر ان نصوص کی بنا پر ہم حرمت کا حکم لگائیں تو قیاس یہ کہتا ہے کہ پھر تو ہنسنا اور رونا بھی حرام ہو، اسی طرح حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور کے پیش نظر قیاس کے مطابق شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونا بھی حرام ہو۔

اگر مذکورہ بالا تمام احادیث میں حرمت کو مطلق رکھیں تو[127] یہ لازم آتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام اُمور کیے یا ان کا حکم دیا اور حرام فعل سے راضی رہے[128] پس جو کوئی بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم[129] کے بارے میں ایسا گمان رکھے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اور یہ بات بھی نصوص کے ذریعہ سے ثابت ہو چکی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں غناء ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں دف بجایا گیا اور مسجد میں حبشیوں نے رقص کیا اور نغمگی آواز میں آپ کے سامنے اشعار پڑھے گئے تو ہمیں جائز نہیں کہ غناء کرنے اور سننے کو مطلقاً حرام کہہ دیں یا انہیں مطلقاً مباح کہہ دیں بلکہ اس کا حکم احوال واشخاص اور اہل ریا واخلاص کے بدلنے سے تبدیل ہوتا رہے گا[130]

126۔ سامدون۔

127۔ معاذ اللہ۔

128۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

129۔ یا کسی بھی نبی علیہ السلام۔

130۔ یعنی جہاں اس کے کرنے والے اہل اللہ ہوں وہاں چند شرائط کے ساتھ جواز کا حکم ہوگا اور جہاں اس کے کرنے والے ریاکار و فاسق لوگ ہوں تو وہاں ممانعت کا حکم ہوگا۔

سماع کی اقسام

اس لیے ہم کہتے ہیں کہ سماع کی تین اقسام ہیں:

[۱] حرام: ایسا سماع جو اکثر نوجوانوں، نفسانی شہوات و لذات کے دلدادہ، دنیا کی محبت میں غرق ایسے افراد سے صادر ہوتا ہے جن کے باطن نورِ حق سے خالی ہوتے ہیں اور ان کے مقاصد بُرے ہوتے ہیں اور وہ سماع کے ذریعہ سے فقط اپنے مغلوب اوصافِ قبیحہ کی تسکین چاہتے ہیں، بالخصوص ہمارے[131] زمانے میں جب کہ احوال میں اختلاف اور اعمال میں فساد رونما ہو چکا ہے[132]۔

[۲] مباح: ایسے افراد کا سماع کرنا جن کا مقصود و مطلوب صرف اچھی آوازوں کے سُننے سے محظوظ ہونا یا فرحت و تازگی حاصل کرنا یا کسی غائب یا فوت شدہ کو یاد کرنا ہوتا ہے تاکہ غم دور ہو جائے اور راحت و سکون حاصل ہو[133]۔

[۳] مندوب: ایسے افراد کا سماع کرنا جن پر اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی محبت اور شوقِ الٰہی غالب ہو اور سماع ان کی صفاتِ محمودہ اور محبت و شوق میں مزید اضافہ کرے جس کے ذریعہ سے یہ احوالِ شریفہ، مقاماتِ رفیعہ، بلند ترین کرامات اور ربانی انعامات کا طلب گار بن جائے، پس جس خوش نصیب کے لیے ایسی کیفیات کا ظہور ہو تو اس کے حق میں سماع مباح و مستحسن ہے۔

131۔ امام عبد الغنی نابلسی کے۔
132۔ تو ایسا سماع حرام ہے۔
133۔ تو ایسا سماع مباح ہے۔

اور یہ تیسری قسم کا سماع دراصل ہر زمانہ میں اہل صدق واخلاص صوفیائے کرام کا سماع رہا ہے جو کہ صبح قیامت تک موجود رہیں گے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کے اعمال واحوال کی حفاظت فرمائے اگرچہ ظاہری وضع قطع میں ان کی مشابہت کچھ جھوٹے افراد نے اختیار کر رکھی ہے جو دراصل صوفیائے کرام کے طریقہ مبارکہ سے خارج ہیں اور ایسے لوگ[134] ایک بدنما داغ ہیں۔

اور بالکل اسی طرح اہل علم و عمل کامل فقہائے کرام کا لبادہ ایسے افراد نے اوڑھ رکھا ہے جو کم ہمت اور جہلاء ہیں اور ان کی جہالت ان کے کلام سے ظاہر ہے اور ایسے لوگ کامل فقہاء کے لیے ایک بدنما داغ ہیں[135]۔

تو جس طرح جہلاء کا گروہ بدنما داغ ہونے کے باوجود علماء کے سامنے فقہائے کاملین کے مقام و مرتبہ کو کم نہیں کر سکتا اسی طرح بناوٹی صوفیائے کرام کا گروہ بھی مومنین کے سامنے حقیقی صوفیائے کرام کے مقام و مرتبہ کو گھٹا نہیں سکتا۔

اور یہ تو ہمیشہ کا دستور رہا ہے کہ لوگوں کے طبقات میں دینی یا دنیاوی منصب رکھنے والا گروہ مثلاً امام، موذن، واعظ، قاضی، امیر، بادشاہ، وزراء وغیرہ میں سے کوئی نیک ہوتا ہے اور کوئی فاسق وفاجر کوئی اہل کمال ہوتا ہے اور کوئی کم مرتبہ اور یہ معاملہ روزِ اوّل سے صبح قیامت تک جاری رہے گا تو ان مراتب و مناصب میں سے جب کسی منصب کی مذمت کی جاتی ہے تو اس مذمت سے مراد فقط اس

134۔ تصوف وصوفیائے کرام کے نام پر۔

135۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو ان کے شر سے محفوظ فرمائے۔

مرتبے کے بُرے لوگ ہی ہوتے ہیں اسی طرح جب کسی منصب کی تعریف کی جاتی ہے تو اس سے مراد اس منصب و مرتبے کے حامل اچھے افراد ہی ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب تو نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تو اب تجھ پر یہ بات بھی ظاہر ہو چکی ہو گی کہ فقہائے کرام نے صوفیاء کے بارے میں جو گفتگو کی ہے اور ان کی بداعمالیوں کی ذکر کیا ہے تو ان سے فقہائے کرام کی مراد برے و بد عمل صوفیاء ہی ہیں تمام صوفیائے کرام مراد نہیں ہیں اور اس بات پر ان کی عبارات میں واضح قرائن موجود ہیں۔

جیسا کہ شیخ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے صاحب کنزالد قائق[136] کے "کتاب الکراھیۃ" میں بیان کردہ قول "و کُرِہَ کُلّ لَھْوٍ" کی شرح میں لکھا ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین کھیلوں کے علاوہ ابن آدم کا ہر کھیل حرام ہے۔ (۱) مرد کا اپنی بیوی سے ملاعبت کرنا (۲) گھڑ دوڑ (۳) تیر اندازی۔

یہ حدیث مبارکہ اس رقص کے حرام ہونے پر واضح دلیل ہے جسے ہمارے زمانہ کے نام نہاد صوفیاء نے "سماعِ طیب" کا نام دیا ہے حالانکہ ان کے سماع میں فسق و فجور کی خرافات اور عذاب آخرت کا سامان ہے۔[137]

اب ذرا توجہ کر! اور ان کی عبارت کی مراد سمجھ اور اس عبارت بالا کو مطلق خیال نہ کر کیونکہ انہوں نے عبارت میں لفظ "متصوفہ"[138] کا ذکر کیا ہے

136۔ امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی متوفی 710ھ۔

137۔ شیخ عینی حنفی کا کلام ختم ہوا۔

138۔ بناوٹی صوفی۔

صرف صوفیاء کا لفظ نہیں فرمایا ہے، اس لیے تم بھی ان کی عبارت کا حکم ہر طبقۂ صوفیاء پر چسپاں مت کر دینا کہ جو بھی "تواجد و سماع طیب" میں مشغول ملے اس کے بارے میں گمان کرنے لگو کہ وہ فاسد و کم ہمت ہے اور ان کے اُمور میں فسق و فجور ہے ایسی بدگمانی حرام ہے کیونکہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان افراد میں سے کون اچھا ہے اور کون برا ہے اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ اصلاح کرنے والے سے فساد کرنے والے کو بہتر جانتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فقہائے کرام کا اپنی کتابوں میں اُمورِ فاسدہ و مقاصدِ سیئہ کے بارے میں کلام کسی معین فرد یا جماعت کے لیے خاص نہیں ہوتا بلکہ تمام مومنین کو ان بُرے اُمور سے محفوظ رکھنے اور تہمت شر سے بچانے کے لیے ہوتا ہے۔

اس لیے تم علم فقہ کو اس طرح سے مت سمجھنا جیسا کہ ہمارے زمانہ کے عام فقہاء نے سمجھ رکھا ہے کہ نصوص کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا کر اپنی خواہش کے مطابق چسپاں کرتے پھرتے ہیں پس فقہائے کرام کی تحذیرات[139] کا مطلقاً وقوع پذیر ہونا بھی کوئی لازمی امر نہیں ہے اور پھر فقہائے متقدمین و متاخرین جو کہ علم و عمل کے اہل اور کاملین کے گروہ میں سے ہیں ان پر کیونکر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اُمت محمدیہ میں سے کسی معین فرد کے بارے میں بدگمانی کی ہو گی[140] بلکہ انہوں نے تو تنبیہ کرنے کی غرض سے ایسے اُمور کو بطور مثال

139۔ ممانعت و ترہیب والی عبارات۔

140۔ نعوذ باللہ۔

پیش کیا ہے اور یہ بات بالکل واضح ہے زمانہ اگرچہ حالت فساد کے گرداب میں گردش کرتا رہتا ہے لیکن پھر بھی بغیر شرعی حاجت کے کسی فرد کو معین کر کے فساد کا حامل نہیں کہہ سکتے اور بطریق شرع بھی کسی خاص فرد کی تعیین بہت ہی مشکل کام ہے، اسی اُصول و قاعدہ پر علماء کرام کی تصانیف میں مذکور تمام تحذیرات و تنبیہات کا مدار ہے۔

☆ جیسا کہ "قاری الھدایہ" کے نام سے مشہور امام جلیل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "جامع الفتاوی" میں لکھتے ہیں:

صوفیاء کو بلند آواز کرنے، کپڑے پھاڑنے، تلاوت قرآن و سماع ذکر کے وقت وجد کرنے سے روکنا لازمی ہے وگرنہ ان اُمور سے ان کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور ایسے صوفیا جو مخصوص وضع قطع کا لباس پہنتے ہیں اور لہو و رقص میں مشغول رہتے ہیں اور اپنے لیے بلند و بالا منازل کا دعوی کرتے ہیں ایسے لوگ یا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ پر جان بوجھ کر جھوٹ گھڑتے ہیں یا پھر یہ لوگ پاگل ہیں (کہتے پھرتے ہیں کہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اُمور کے بارے میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہے اور نہ ہی شریعت نے اس پر کوئی انکار کیا ہے۔

[141] حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شہرت والے لباسوں کے پہننے سے منع فرمایا ہے (۱) لباسِ فخر (۲) لباسِ حقیر۔

لہٰذا اگر ایسے لوگ سیدھے راستے سے اعراض کریں تو انہیں شہروں سے بے دخل کر دیا جائے تا کہ ان کا شر و فساد دیگر بندگانِ خدا کو متاثر نہ کر سکے

141۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ۔

کیونکہ تکلیف دہ اشیاء کو دور کرنا حفاظتی اُمور کے عین مطابق ہے اور دیانت کے اعتبار سے نفع بخش ہے اور برائی کو اچھائی سے دور کر دینا تو ویسے ہی بہت بھلائی کا کام ہے[142]۔

اس کلام بالا میں بھی غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کلام بغیر کسی فرد واحد کو معین کیے جاہل اور بُرے صوفیاء کے لیے ہے لہٰذا تم بھی ڈرتے رہو حتی کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ تم پر کسی فرد کے بارے میں واضح برہان ظاہر کر دے۔

اور ہاں یہ تمام گفتگو صرف بُرے و بناوٹی صوفیاء کے بارے میں تھی ان کے علاوہ صوفیائے صادقین جو کہ وجدِ صحیح اور ذوقِ حسین کے حامل ہیں ان کے بارے میں ہر گز نہیں اور جس بندۂ خدا کو بصیرتِ ایمان اور نورِ معرفت کا اِیقان حاصل ہو اس پر پتھر اور موتی، آزاد و غلام کے مابین فرق مخفی نہیں رہتا ہے۔

امام شیخ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ "شرح کنز الدقائق" کی "کتابِ الشھادات" میں لکھتے ہیں:

اگر غناء صرف اپنے نفس کے لیے ہو تا کہ اس کے سُننے سے وحشت زائل ہو جائے کسی دوسرے فرد کو سنانے کے لیے نہ ہو تو ایسے غناء میں کوئی حرج نہیں ہے اور صحیح مذہب کے مطابق اس سے اُس[143] فرد کی عدالت بھی ساقط نہ ہو گی اور اگر کوئی ایسے اشعار پڑھے جو وعظ و نصیحت پر مبنی ہوں تو یہ بالاتفاق جائز ہے اور اگر ان اشعار میں کسی مخصوص عورت کا تذکرہ ہے لیکن وہ عورت مر چکی

142۔ قاری الھدایہ کا کلام ختم ہوا۔

143۔ سننے والے۔

ہے یا پھر کسی غیر معینہ عورت کا ذکر ہے تو بھی اس کے گنگنانے میں حرج نہیں ہے ہاں اگر کسی مخصوص زندہ عورت کا ذکر ہے تو پھر مکروہ ہے۔ بعض مشائخ کرام نے شادی کے مواقع میں غناء کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اعلانِ نکاح کے لیے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے؟!

اسی طرح بعض مشائخ کرام نے فرمایا:

اگر غناء سے مقصود ادبی منظومات سے مستفید ہونا اور فصیح اللسان ہونا ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ بعض مشائخ کرام نے سماع کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے جبکہ دیگر بعض نے اسے مطلقاً مباح قرار دیا ہے[144]۔

امام ابنِ حجر مکی اور "کف الرعاع" کا اُسلوبِ کلام

امام شیخ شہاب الدین حدیدی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کف الرعاع" میں معارضہ بھی کیا ہے اور شیخ شہاب الدین حدیدی رحمۃ اللہ علیہ نے جن آثار و شواہد کو صحابہ و تابعین سے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ان تمام کا انکار کیا ہے اور انہیں بعید گمان کیا ہے لیکن ساتھ ہی حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کے صحیح ہونے کی صراحت بھی ذکر کی ہے نیز حضرت امام ابو طالب مکی رضی اللہ عنہ کے قول "جس نے سماع کا انکار کیا اس نے ستر 70 صدیقوں پر انکار کیا" کو بھی بصراحت ذکر کیا ہے اُور کہا ہے کہ ستر 70 سے مراد کثیر ہیں[145] پھر شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

144۔ شیخ عینی حنفی رضی اللہ عنہ کا کلام ختم ہوا۔

145۔ صرف ستر 70 کے عدد میں حصر مراد نہیں ہے۔

سے منقول ایک قول ذکر کیا کہ انہوں نے فرمایا: سماع کا منکر یا تو سُنن و آثار سے جاہل ولاعلم ہے یا پھر طبعاً ہی جاہل ہے کہ اسے ذوق سلیم ہی حاصل نہیں[146] پھر خود ہی اس پر ردو قدح کرنے لگے۔

اسی لیے جب میں نے[147] کے رسالہ میں ان کے کلام کو مضطرب پایا تو نقل کے لیے علامہ حدیدی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کو مدار بنایا اور اسی سے عبارات کو نقل کیا کیونکہ میں نے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کو "طبقات کبریٰ" میں ان کی تعریف و توصیف کرتے دیکھا ہے۔

تو میں نے جان لیا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بغیر تحقیق کے ردّ کرنا محض تعصب کی بنیاد پر ہے جیسا کہ اکثر متاخرین فقہاء کی عادت ہے اور مزید جب میں نے ان کے رسالہ "کف الرعاع" میں محمد بن طاہر اور ابن حزم کے بارے میں طعن پر مبنی کلام دیکھا تو ان دونوں حضرات سے اپنی کتاب میں کوئی بات نقل نہیں کی تاکہ جاہل لوگ اس بات کو لے کر طعن نہ کرنے لگیں اور شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کل بروز قیامت ابن حزم و ابن طاہر کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حضور اس معاملے کے بارے میں کھڑے ہوں گے۔

شیخ حدیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں جو قول بیان کیا ہے کہ غناء کرنا اور اس کا سُننا جماعتِ صحابہ کرام و تابعین عظام سے مروی ہے تو پہلے ہم اس بارے میں اجمالاً بیان کریں گے پھر اس کی تفصیل پیش کریں گے۔

146۔ یہ تمام باتیں بصراحت ذکر کیں اور۔
147۔ شیخ ابن حجر مکی۔

سماع وغناء کرنے والے اکابرین کے اسمائے گرامی

ہم کہتے ہیں کہ غناء وسماع[148] کا معاملہ صحابہ کرام میں سے حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا ابو سعید عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا رباح بن معترف رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اور تابعین عظام میں سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ، حضرت شریح قاضی رضی اللہ عنہ، حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن محمد بن ابن ابی عتیق رضی اللہ عنہ، حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

148۔ کے کرنے اور سننے۔

اور تابعین کے علاوہ حضرت عبدالملک بن جریج رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم بن سعد بن ابراہیم زہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اسی طرح امام اعظم سیّدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا امام مالک رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا امام احمد رضی اللہ عنہ، حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مجاہد رضی اللہ عنہ شیخ القرانی، حضرت امام حاکم ابو عبداللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، اب ان تمام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سماع وغناء

[۱] حضرت سیّدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

امام زہری رضی اللہ عنہ سے حکایت مروی ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک مرتبہ ہم حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کے سفر میں تھے کہ مکہ مکرمہ کے قریب راستے میں استراحت حاصل کرنے کے لیے سو گئے تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہم سے الگ ہو گئے اور حضرت رباح بن معترف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو عبد الرحمن! ہمارے لیے غناء کرو اور یہ[149] "نصب" بڑی اچھی طرح گایا کرتے تھے۔ "نَصْبٌ"[150] صاد کے سکون کے ساتھ موسیقی وغناء کی ایک قسم ہے جو عربوں کے یہاں "حدی" سے زیادہ دل آویز ہے۔

پس حضرت رباح رضی اللہ عنہ نے ابھی اس کا آغاز کیا ہی تھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ "خليفة المسلمين" کے منصب عظیم پر فائز تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو

149۔ ابو عبد الرحمن رباح بن معترف۔

150۔ نَصْبُ الْعَرَبِ ضَرْبٌ مِنْ مَغَانِيْهَا اَرَقُّ مِنَ الْحُدَاءِ، لسان العرب ۱۴۸، موسسۃ الرسالۃ۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کی: حضور! ہمارے اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے آپ ہمیں معاف رکھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے یہ کام کرنا ہی ہے تو ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اشعار پڑھو[151]۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الشھادات" میں اور اسی طرح کے ایک واقعہ کو "کتاب الحج" میں حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ اوران کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ و حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت خوات رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں برابر غناء کرتا رہا حتی کہ صبح ہو گئی۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت رباح بن معترف رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی رضی اللہ عنہ کی مثل[152] کو نقل کرتے ہیں:

حضرت رباح رضی اللہ عنہ غناء کرتے رہے جب صبح کا وقت آگیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اب ذکر اللہ کا وقت ہے۔

[۲] حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوی" میں نیز "صاحب البیان" اوران کے علاوہ دیگر نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دو لونڈیاں تھیں جو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے غناء کیا کرتی تھیں جب سحر کا وقت ہو جاتا تو آپ رضی اللہ عنہ ان سے ارشاد فرماتے: رک جاؤ! یہ استغفار کا وقت ہے۔

151۔ ان کا نام حضرت ضرار بن خطاب بن مرداس قرشی فہری رضی اللہ عنہ ہے، طائف کے رہنے والے ہیں، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے فتوحات شام کے حوالے سے ان کے کارہائے نمایاں موجود ہیں ان کے بارے میں آیا ہے کہ قریش میں ان سے بڑھ کر کوئی شاعر نہیں گزرا۔ الاعلام للزرکلی، ۳/۲۱۵۔

152۔ مذکورہ بالا واقعہ۔

[۳] حضرت سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

ان کے بارے میں علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو سنا کہ ہلکی آواز میں یہ شعر گنگنا رہے ہیں:

وَكَيْفَ ثَوَائِي بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا قَضَى وَطَرًا بِهَا جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرْ

ترجمہ:۔ جب[153] جمیل بن معمر ہی شہر سے چلا گیا تو میرا اب اس شہر میں رہنے کا بھلا کیا فائدہ؟

امام بغوی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب "التهذیب" میں نیز "صاحب مہذب" اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کرام نے ذکر کیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو اس دوران انہیں گنگناتے ہوئے سنا، تب حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالرحمن! کیا تم نے مجھ سے کچھ سنا ہے؟ تو آپ نے عرض کی: جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ہم اپنے گھروں میں تنہا ہوتے ہیں تو ہم بھی وہی کہتے ہیں جو دیگر لوگ کہا کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسا اوقات ایک دو شعر ترنم کے ساتھ گنگنایا کرتے تھے۔

[۴] حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ اور

153۔ میرا دوست۔

مدینہ منورہ کے درمیان غناء کرتے ہوئے سُنا پس حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: سبحان اللہ! آپ حالتِ احرام میں یہ کام کر رہے ہیں؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تو نے کیا سنا ہے؟ میں نے عرض کی: کلام ہجر[154]۔

[۵] حضرت سیّدنا ابو سعید عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ

امام بیہقی علیہ رحمۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سلیمان علیہ رحمۃ اللہ نے بتایا اور انہوں نے ایسی بات بیان کی جس میں کوئی تہمت نہیں کہ انہوں[155] نے حضرت ابو سعید عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو سنا اور یہ بدری صحابی ہیں کہ وہ ایک لشکر کے امیر تھے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر بلند آواز کے ساتھ "نَصْب"[156] کے ذریعہ غناء کر رہے تھے۔

[۶] حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

امام بیہقی علیہ رحمۃ اللہ نے حضرت وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے ہوئے غناء کر رہے تھے تو ایک شخص نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ بھی غناء کر رہے ہیں؟ آپ یہ سن کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ مہاجرین و انصار میں سے کون سا مرد ایسا ہے جسے ہم نے "نَصْب"[157] کے ساتھ غناء کرتے ہوئے نہ سنا ہو؟

154۔ فراق و مجبوری پر مبنی کلام۔
155۔ سلیمان۔
156۔ موسیقی کی ایک قسم۔
157۔ موسیقی کی ایک قسم۔

[۷] حضرت سیدنا عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے شعیب بن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد نے بتایا کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بلند آواز کے ساتھ غناء کرتے ہوئے سنا۔

حضرت عبد اللہ[158] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں جتنے بھی افراد سے ملا ہوں ان تمام میں حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے زیادہ خشیت الٰہی کا حامل کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کرام میں سے تھے، فتح مکہ کے سال اسلام لائے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھنے کی خدمت سرانجام دیتے تھے اور بعد میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے بھی یہ خدمت سرانجام دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بیت المال کا نگران مقرر کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس منصب کو برقرار رکھا پھر کچھ عرصہ بعد آپ رضی اللہ عنہ نے از خود اس منصب سے معذرت کر لی اور آپ رضی اللہ عنہ کی معذرت کو قبول کر لیا گیا۔

[۸] حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

ان کے بارے میں صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ ان کے پاس گانے والی لونڈیاں تھیں۔

158۔ بن عتبہ۔

[۹] حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خالد بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کو بلاتے اور وہ حضرات ان کے لیے غناء کیا کرتے تھے۔

امام ابن ابی الدم الحموی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح الوسیط" میں لکھا ہے:

علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ حضرت اشعب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران دنوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے نگران تھے، ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: میرے تھیلے کو کھجوروں سے بھر دیا جائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے بھر دیا گیا پھر اس شخص نے عرض کی: خدام سے کہیں کہ وہ میرے تھیلے کو اٹھانے میں میری مدد کریں تو ایسا کیا گیا پھر اس شخص نے عرض کی کہ اسے غناء سنایا جائے۔ حضرت اشعب رحمۃ اللہ علیہ بڑی خوبصورت آواز میں غناء کیا کرتے تھے لیکن وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کی وجہ سے رک گئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھنے لگے حتی کہ آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت اشعب رضی اللہ عنہ نے غنا شروع کیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ پر کیفیت طاری ہو گئی۔

[۱۰] حضرت سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ

امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ سماع کی جانب میلان رکھتے تھے اور نغمگی سے محظوظ ہوتے تھے۔

[۱۱] حضرت سیّدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

ان کا غناء سننا تو بہت ہی مشہور و معروف ہے، آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر فقہاء و محدثین و مورخین نے سماع کا اثبات نقل کیا ہے امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاستیعاب" میں لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غناء میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

امام اُستاد ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سماع سے متعلق اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنی بزرگی کے باوجود اپنی لونڈیوں کے لیے راگ ایجاد کرتے اور ان سے سنا کرتے تھے اور یہ بات امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی ہے۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "کتاب الرخصۃ" میں لکھا ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں ایک لونڈی کو دیکھا جس کے پاس سارنگی تھی تو فرمانے لگے: اے ابن جعفر! یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لونڈی ہے میں اسے اشعار کی نزاکت سمجھاتا ہوں اور یہ اسے مزید نکھار دیتی ہے پھر آپ نے لونڈی سے کہا: سناؤ، تو اس نے سارنگی بجانا شروع کی اور یہ شعر پڑھنے لگی۔

أَلَيْسَ عِنْدَكَ شُكْرٌ لِلَّتِي جَعَلَتْ   مَا أَبْيَضَّ مِنْ قَادِمَاتِ الرَّأْسِ كَالْحُمَمِ

وَجَدَّدَتْ مِنْكَ مَا قَدْ كَانَ أَخْلَقَهُ   طُوْلُ الزَّمَانِ وَصَرْفُ الدَّهْرِ وَالْقِدَمِ

ترجمہ: تم بھلا کس طرح اس عورت کا شکریہ ادا کرو گے جس نے صرف تمہاری خاطر اپنے سر کے اگلے سفید حصے[159] کو کوئلے کی طرح سیاہ کرلیا اور جس نے گردش زمانہ سے متاثرہ اشیاء کو بھی تیری خاطر دوبارہ نیا و تر و تازہ کرلیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پاؤں کو حرکت دینا شروع کیا تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اِن سے کہا کہ پاؤں کو کیوں ہلا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہر شریف کے لیے کیفیت ہوتی ہے۔

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے "حاوی" میں لکھا ہے:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تاکہ انہیں بکثرت غناء و سماع کے سننے اور اس میں مشغول ہونے سے روکیں جب یہ دونوں صحابہ کرام داخل ہوئے تو لونڈیاں خاموش ہو گئیں، تب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہیں کہو جو کام کر رہی تھیں اسے جاری رکھیں، تو وہ دوبارہ گانے لگیں اتنے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیفیت طاری ہونے لگی اور انہوں نے تخت پر بیٹھے ہوئے پاؤں ہلانا شروع کر دیے یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا آپ رضی اللہ عنہ کی یہ حالت اس دوسری حالت سے بہتر ہے جس میں آپ تشریف لائے تھے[160] اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمرو! بے شک شریف لوگوں کے لیے بھی کیفیت ہوتی ہے۔

159۔ بالوں۔

160۔ یعنی منع کرنے والی حالت سے یہ حالت بہتر ہے۔

حضرت زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ جمیلہ نامی عورت کے گھر غناء سننے کے لیے تشریف لے گئے کیونکہ اس عورت نے قسم کھا رکھی تھی کہ اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ غناء نہیں کرے گی لیکن جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کر دے اور خود جا کر آپ کو غناء سنائے لیکن آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا[161]۔

[۱۴] حضرت سیّدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ غناء سنا کرتے تھے۔

تقی الدین بن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اقتنصاص السوانح" میں وہب بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ سے بسند روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مترنم انداز میں غناء کرتے ہوئے سنا ہے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تمام مرد مہاجرین کو مترنم انداز میں گنگناتے سنا ہے۔

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ابی الدم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اہل تاریخ سے یہ بات ثابت ہے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کے پاس گانے والی لونڈیاں تھیں ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہاں سارنگی دیکھی

161۔ یعنی وہ اپنی قسم نہ توڑے ہم خود اس کے گھر آجاتے ہیں۔

پوچھنے لگے اے صحابی رسول! یہ کیا ہے؟ تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے اُٹھا کر ان کے ہاتھوں میں پکڑا دیا آپ نے تھوڑی دیر تک دیکھنے کے بعد ارشاد فرمایا: یہ تو شامی میزان ہے تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اس کے ذریعہ سے عقلوں کو تولا جاتا ہے۔

[۱۴] حضرت سیّدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

ان کے بارے میں "صاحب الاغانی" حضرت ابوالسائب مخزومی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر سے اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں یزید بن معاویہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں داخل ہوئے تو ارشاد فرمانے لگے: واللہ! میرے کان غناء سننے کے لیے ترس رہے ہیں مجھے غناء سناؤ تو آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: اگر آپ عَزَّةُ الْمَيْلَاء [162] نامی عورت کے پاس جائیں تو وہ آپ کے مزاج کے مطابق ہے آپ نے دریافت فرمایا: کہاں ہے؟ اللہ کی قسم! جو ہمیشہ نفوس میں پاکیزگی کو جِلا بخشتا ہے۔

پھر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے بخوشی آپ رضی اللہ عنہ کو آنے کی اجازت دی اور عزت افزائی کی پھر معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی کہ

162۔ یہ حجاز کے مضافات سے تعلق رکھنے والی خاتون ہے بعد ازاں مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کی، غناء کرنے کے لحاظ سے اپنے زمانے میں سب سے زیادہ قابل وفائق مانی جاتی تھی اس کے ساتھ ساتھ شریف اور خوبصورت شخصیت کی حامل تھی، انہیں "اَلْمَيْلَاء" چلنے میں لچک کی بنا پر کہا جاتا تھا ۱۱۰ھ کے بعد کسی زمانے میں وصال ہوا۔ الاعلام للزرکلی، ۲۳۰/۴۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے آنے کے لیے کہا ہوتا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: غناء کرو اس نے[163] قیس بن خطیم[164] کا اس کی ماں عمرۃ کے بارے میں کہا ہوا شعر پڑھا:

أَجَدَّ بِعَمْرَةٍ غُنْيَانُهَا فَتَهْجُرَ أَمْ شَأْنُنَا شَأْنُهَا

وَعَمْرَةُ مِنْ سَرَوَاتِ النِّسَاءِ تَنْفَحُ بِالْمِسْكِ أَرْدَانُهَا

ترجمہ:۔ عمرۃ کا سرکش ہو جانا کوئی نئی بات نہیں ہے پس یا تو[165] اسے چھوڑ دے یا پھر جیسی ہمارے ساتھ چلتی ہے چلا تارہ اور عمرۃ تو حسین قدو قامت والی عورتوں میں سے ایک ہے جس کی کلائیوں اور بدن سے مشک کی خوشبو مہکتی ہے۔

تو وہاں موجود لوگوں نے اشارے سے بتایا کہ عمرۃ اس عَزَّةُ الْمَيْلَاء کی ماں ہے پھر وہ شعر پڑھ کر خاموش ہو گئی تو حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غناء کرتی رہو، خدا کی قسم! تو نے اچھی بات بیان کی ہمیشہ اسے گنگناتی رہ، اس نے پھر گانا شروع کر دیا حتی کہ آپ رضی اللہ عنہ خود ہی وہاں سے تشریف لے گئے[166]۔

"صاحب العقد" اور "کتاب المقنع" کے شارح نے بھی اسی طرح کا واقعہ ذکر کیا ہے۔

163۔ ابو یزید۔

164۔ بن عدی اوسی / ۲ق ھ۔

165۔ اس سرکشی کی وجہ سے۔

166۔ کتاب الاغانی، ج ۳، ص ۱۳، دار الکتب المصریہ، اور تجرید الاغانی، لابن واصل الحموی، متوفی ۶۹۷ھ، ج ۱، ص ۳۱۳، مطبعۃ مصر شرکۃ مساہمۃ مصریہ، قاہرہ، طبع ۱۹۵۵/ ۱۳۷۴ھ پر یہ اشعار مذکور ہیں "ایضاح الدلالات" کے متن اور مخطوط دونوں میں سقم تھا، لہٰذا اسی مقام سے یہاں تصحیح کی گئی ہے۔

[۱۴] حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

امام ابو الفرج اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محزر بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے بسند روایت کیا ہے:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کے ختنے کروائے اور اس موقع پر دعوت کی، مہاجرین وانصار اور دیگر اہل مدینہ اس موقع پر اکھٹے ہو گئے ان میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، اس وقت آپ کی بینائی جا چکی تھی آپ کے سامنے دستر خوان لگایا گیا جہاں آپ کے بیٹے عبد الرحمن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہ تھا جب آپ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ کو تکیہ پیش کیا گیا پھر عَزَّۃُ الْمَیْلَاء متوجہ ہوئی اور اس نے سارنگی بجاتے ہوئے غناء شروع کیا اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس شعر سے ابتداء کی:

فَلَا زَالَ قَصْرٌ بَیْنَ بَصَرِیٍّ وَجِلَّقٍ　　عَلَیْہِ مِنَ الْوَسْمِیِّ جُوْدٌ وَّوَابِلٌ

ترجمہ: میری بینائی کم ہو رہی ہے اور آنکھوں کے گرد آنسوؤں کی سخاوت کی نشانی حلقے بڑھتے جا رہے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ پر کیفیت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے رخساروں پر آنسو بہنے لگے اور آپ انہیں پونچھتے رہے۔

[۱۵] حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ

[۱۶] حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

اِن دونوں جلیل الشان بزرگوں کے سماع کا بیان ما قبل حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے، امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے بسند

روایت کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے پاس عود پر غناء کو سنا تو آپ رضی اللہ عنہ پر کیفیت طاری ہو گئی۔

امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں طویل واقعہ نقل کیا ہے نیز امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید لکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے "طوفی" نامی گانے والے شخص کو شادی کے موقعہ پر بلایا تو اس نے دف بجاتے ہوئے یہ شعر گنگنائے:

لَنَا الْجَفْنَاتُ الْغُرُّ يَلْمَعْنَ فِي الضُّحٰى　　وَ اَسْيَافُنَا يَقْطُعْنَ مِنْ نَجْدَةٍ دَمًا

ترجمہ: ہمارے پاس شراب کے ایسے پیالے ہیں جو دن کی روشنی میں چمکتے ہیں اور ہماری تلواریں بہادروں کا چُن چُن کر خون بہاتی ہیں۔

[17] حضرت سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "قوت القلوب" میں اور شیخ تاج الدین فزاری رحمۃ اللہ علیہ و دیگر نے اپنی تصانیف میں ان کے غناء سننے کے متعلق ذکر کیا ہے۔

یہاں تک ہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے غناء و سماع کے متعلق اُمور کو بآسانی ذکر کیا ہے۔

تابعینِ عظام رضی اللہ عنہم کا غناء و سماع

[۱] حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ

تابعین عظام میں تمہارے لیے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات ہی کافی ہے جن کی ذات کو زہد و تقوی میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے اور حضرت سیّدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وجود مبارک کو ماننے والے افراد کے نزدیک دوسرا درجہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا ہے۔[167]

اور یہ سات جلیل الشان فقہائے کرام میں سے ایک ہیں[168] آپ[169] نے غناء کو سنا اور اس سے محظوظ بھی ہوئے۔

167۔ یعنی جن بعض آئمہ کرام کے نزدیک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا کوئی وجود خارجی نہیں تھا وہ تابعین میں سب سے بلند درجہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا قرار دیتے ہیں لیکن جمہور آئمہ و علماء کے نزدیک حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا وجودِ بابرکات موجود تھا اس لیے وہ تابعین عظام میں سب سے اول درجہ و مرتبہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ہی قرار دیتے ہیں، منکرین وجودِ اویس قرنی رضی اللہ عنہ میں امام مالک رضی اللہ عنہ سر فہرست ہیں، اُستاذی و مرشدی شیخ الاسلام علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد تصانیف میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں، مزید تفصیل کے لیے اُن کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔

168۔ اُن سات جلیل القدر فقہائے کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ 94ھ (۲) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ 94ھ (۳) حضرت قاسم بن محمد بن=

امام حافظ ابو عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

ایک مرتبہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کا گزر مکہ مکرمہ کی کسی گلی سے ہوا تو آپ نے اخضر نامی گانے والے کو قاضی بن وائل کے گھر یہ شعر گاتے ہوئے سنا:

تَضُوعُ مِسْكًا بَطْنَ نُعْمَانَ أَنْ مَشَتْ ‌ ‌ ‌ بِهِ زَيْنَبُ فِيْ نِسْوَةٍ خُفُرَاتِ

ترجمہ:۔ زینب جب عورتوں کے گروہ کے ساتھ وادیٔ نعمان سے گزرتی ہیں تو اس کی خوشبو سے وہ وادی مشک کی طرح مہک سی جاتی ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر وجدانی انداز میں پاؤں ہلانے لگے اور فرمایا: کیا حسین واچھی بات سنی ہے اس کے بعد برجستہ آپ نے یہ شعر گنگنائے:

وَلَيْسَتْ كَأُخْرَى أَوْسَعَتْ جَيْبَ دِرْعِهَا ‌ ‌ ‌ وَأَبْدَتْ بَنَانَ الْكَفِّ لَدَى الْجَمَرَاتِ

وَقَامَتْ تَرَائِيْ يَوْمَ جَمْعٍ فَأَفْتَنَتْ ‌ ‌ ‌ بِرُؤْيَتِهَا مَنْ رَاحَ مِنْ عَرَفَاتِ

ترجمہ:۔ میں اس عورت کی طرح نہیں جس نے اپنی ہتھیلی کے نشان واضح کرتے ہوئے جمرات کے قریب اُسے ظاہر کر دیا اور کھڑی ہو کر لوگوں کے

= ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ 108ھ (۴) حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ متوفی 99ھ (۵) حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ متوفی 99ھ (۶) حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ متوفی 109ھ (۷) ساتویں کے تعیین میں تین قول ہیں (۱) حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۲) حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم۔

169۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ۔

ہجوم میں اسے دکھانے لگی پس جو بھی اس منظر کو میدان عرفات سے دیکھ کر لوٹا وہ اس کے فتنے میں پڑ گیا۔

حافظ ابو عمرو بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

لوگ اِن اشعار کو حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور نمیری کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔ اور نمیری کا نام[170] عبد اللہ ہے اور اس کا تعلق قبیلہ بنی ثقیف سے تھا، قبیلہ بنی نمیر سے نہیں[171] اور یہ اشعار حجاج[172] کی بہن کے بارے میں ہیں۔[173]

[۲] حضرت قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ

اِن کے بارے میں قاضی ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع سے متعلق اپنی تصنیف میں نقل کیا ہے کہ یہ اپنی جلالت و رفعت کے باوجود نت نئی دُھنیں ایجاد کرتے اور انہیں اپنی لونڈیوں سے سُنا کرتے تھے۔

[۳] حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ

یہ علم و عمل کے اعتبار سے اکابر تابعین کرام میں شمار کئے جاتے ہیں، ان کے بارے میں اُستاد ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان کی ہے:

170۔ محمد بن۔

171۔ یعنی نام میں نمیری کی نسبت بنی نمیر کا فرد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اپنے دادا کی وجہ سے ہے۔

172۔ بن یوسف۔

173۔ یہاں بھی مذکورہ بالا تینوں اشعار کے الفاظوں کی تصحیح اصل ماخذ سے کی گئی ہے، متن میں ابہام تھا۔ التمہید لابن عبد البر، ج ۲۲، ص ۲۰۰ / ۱۹۳ باب الھاء، تحت حدیث ھشام بن عروۃ، حدیث رابع و عشرون۔

یہ آوازوں کو راگوں کے مراتب کے اعتبار سے درجہ بدرجہ ڈھالتے تھے یعنی پہلے راگ کی جدا اُٹھان پھر دوسرے راگ کی جدا اُٹھان اسی طرح بقیہ کو بھی درجہ بدرجہ اٹھایا کرتے تھے۔

[۴] حضرت عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق رحمۃ اللہ علیہ

اُستاد ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ابن ابی عتیق [174] فقیہ وزاہد تھے اور لونڈیوں کو غناء کی تعلیم دیا کرتے تھے ان کا سماع کثیر و معروف ہے اس بارے میں مؤرخین و محدثین کا کوئی اختلاف نہیں بلکہ اس معاملے کو بہترین سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ زہد و تقوی وفقاہت کے باوجود خوش مزاج، حسین ذوق کے حامل تھے شیخین [175] نے صحیحین [176] میں اُن سے روایات نقل کیں ہیں۔ [177]

174۔ حضرت عبد اللہ بن محمد۔

175۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری وامام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہم۔

176۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

177۔ حضرت عبد اللہ بن محمد "ابن ابی عتیق" کے لقب سے معروف ہیں، جلیل القدر تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے آپ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ، ابن عمر، عامر بن سعد رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عبد الرحمن، عمرو بن دینار، عمر بن اسحاق، یعقوب بن مجاہد مدنی و دیگر نے احادیث روایت کیں ہیں، امام بخاری نے صحیح بخاری میں آپ سے تین روایات نقل کیں ہیں جب کہ امام مسلم نے بھی تین، امام نسائی نے دو، امام ابوداؤد نے تین اور امام ترمذی وابن ماجہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نقل نہیں کی، واللہ اعلم۔

[۵] حضرت عطا ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ

یہ اکابر تابعین کرام میں سے ایک ہیں، ان کے عابد وزاہد اور سنن و آثار کی معرفت و علمی جلالت کے باوجود اُستاد ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ اُن کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ آوازوں کو سُروں کے مطابق درجہ بدرجہ تقسیم کرتے تھے۔

امام ابن ابی قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے:

حضرت عطا ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کے ختنے کروائے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت "ابجر" نامی ایک آلہ تھا جس کے ساتھ آپ غناء کر رہے تھے جب آپ خاموش ہو جاتے تو اس آلہ کے ذریعہ سے ویسا ہی راگ بلند کرتے۔

[۶] حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن ابی قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمانے لگے:

اُمور خلافت سونپے جانے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی ناپسندیدہ بات نہیں سنی گئی البتہ اس سے قبل بطور خاص اپنی لونڈیوں سے غناء سنا کرتے تھے لیکن اُس سماع کے دوران بھی کوئی برائی سرزد نہیں ہوتی تھی ہمیشہ اچھائی کا ہی ظہور ہوتا تھا کبھی کبھار استغراقِ سماع کی کیفیت کے سبب سے اپنے ہاتھوں کو باہم مارتے اور وجدانی انداز میں زمین پر مچلتے اور پاؤں کو حرکت دیتے تھے۔

یہاں تک چند تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہما کا بآسانی ذکر کیا گیا۔

آئمہ اسلام کا سماع وغنا

[۱] حضرت عبد الملک بن جریج رحمۃ اللہ علیہ

یہ حفاظ علماء اور جلیل الشان فقہاء میں سے ایک ہیں ان کی عدالت و جلالت شان پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے یہ بھی غناء سنا کرتے تھے اور خوش الحانی کو پہچانتے تھے۔

ان کے بارے میں اُستاد ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ راگوں کو ایجاد کرتے تھے اور بسیط، خفیف و نشید راگوں کی اقسام کے درمیان امتیاز کرنے کے فن کو جانتے تھے۔

امام ابن ابی قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جمعہ کے لیے جارہے تھے تو راستے میں کسی گانے والے کے پاس سے گزرے تو اس کے دروازے پر دستک دی وہ باہر آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے ساتھ راستے ہی میں بیٹھ گئے اور اسے گانے کے لیے کہا تو اس نے مختلف راگوں میں گانا شروع کر دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو داڑھی پر بہنے لگے اور فرمایا: بیشک کبھی غناء سے جنت کی یاد آجاتی ہے۔

"صاحبِ تذکرہ حمدونیہ" نے کہا کہ حضرت داؤد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

ہم ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں موجود تھے اور اس وقت آپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل عراق کی جماعت بھی تھی

اتنے میں کسی گانے والے کا ذکر ہوا تو اس نے عرض کی: میں آپ کی خدمت میں غناء کرنے کا خواہش مند ہوں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا: مجھے بھی شوق دامن گیر ہے اور یہ کہتے ہوئے اس کے لیے جگہ کشادہ کر دی اور اس شخص نے غناء شروع کر دیا پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے تین مرتبہ دادِ دی اور پھر ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: شاید تمہیں میرے اس معاملے پر انکار ہو؟ ہم نے عرض کی: بیشک ہم ایسے اُمور کو عراق میں ناپسند جانتے ہیں۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ "رجز" کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: اس میں کوئی حرج نہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ غناء اور رجز میں بھلا کیا فرق ہے؟[178]

[۲] حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن ابی قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے غناء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس کی جانب مائل نہیں ہوں لیکن اگر یہ میرے سامنے ہو تو اسے منع بھی نہیں کروں گا اور اگر یہ کسی ایسی جگہ ہو رہا ہو جہاں مجھے کوئی حاجت درپیش ہو تو میرے لیے یہ غناء وہاں جانے سے مانع بھی نہیں ہو گا۔

[۳] حضرت ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف زہری رحمۃ اللہ علیہ

یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ[179] کے شیوخ میں سے ایک ہیں، حدیث و فقہ کے بلند مرتبہ امام ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے غناء میں مشغول رہتے تھے، ان کا سماع

178۔ جواب ندارد۔
179۔ بلکہ دیگر کثیر ائمہ اسلام۔

کرنا مشہور و معروف ہے اور کئی فقہائے کرام نے اسے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، اس بارے میں علمائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔

اُستاد ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے امام فقہ و حدیث تھے اور یہ طلبائے حدیث سے اس وقت تک حدیث نہیں سنتے تھے جب تک ان سے نشید و بسیط کے انداز میں غناء کو نہ سن لیتے۔

حضرت امام حافظ احمد بن ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سعد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے بطریق عفر روایت کیا ہے:

حضرت ابراہیم بن سعد زہری رحمۃ اللہ علیہ 184ھ یا 187ھ میں عراق تشریف لائے تو خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کی بہت عزت افزائی کی اور آپ سے کسی نے غناء کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جائز ہونے کا فتوی صادر فرمایا، پھر کچھ محدثین کرام آپ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کا سماع کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے آپ کو غناء کرتے ہوئے سنا تو کہنے لگے: ہم آپ سے حدیث کا سماع کرنے کے لیے بہت بے تاب و مشتاق تھے لیکن اب ہم کبھی بھی آپ سے حدیث کا سماع نہیں کریں گے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر تمہارا یہ کلام بہت شاق گزرا ہے لیکن مجھے کوئی پرواہ نہیں مگر اب میں جب تک بغداد میں قیام پذیر ہوں اس وقت تک بغیر غناء کیے حدیث بیان نہیں کروں گا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پورے بغداد شہر میں پھیل گیا حتی کہ خلیفہ ہارون الرشید تک جا پہنچا تو انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا اور ان "احادیث مخزومیہ" کے بارے میں دریافت کیا جس میں زیورات کی چوری کرنے کی بنا پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عود منگوانے کے لیے کہا، تو ہارون الرشید نے کہا: خوشبودار عود؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں بلکہ غناء کرنے والا عود منگوایا جائے، تو ہارون الرشید مسکرانے لگا اور حضرت ابراہیم زہری رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنین! آپ کو اس بے وقوف والی بات پتہ چل گئی جس نے کل مجھے تکلیف دی تھی اور مجھے قسم کھانے پر مجبور کیا تو خلیفہ نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہے پھر خلیفہ ہارون الرشید نے عود منگوایا اور آپ نے اسے بجاتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

یَا اُمَّ طَلْحَۃَ اِنَّ الْبَیْنَ قَدْ اَفِدَا　　فَلِیَ الْفِرَارُ لَئِنْ کَانَ الرَّحِیْلُ غَدَا

ترجمہ:۔ اے اُم طلحہ! تیری فرقت نے بڑی جلدی کر دی اگر تم نے کل جانا ہی ہے تو میں ابھی سے بھاگ جاتا ہوں۔[180]

خلیفہ ہارون الرشید نے کہا: بھلا کون سافقیہ سماع کی حرمت کا قائل ہوگا؟ تو حضرت ابراہیم زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جسے اللہ تعالی نے اس خیر سے محروم رکھا ہوگا۔

180۔ تا کہ کل وقت رخصت تیری چہرے کی پژمردگی مجھے اور بے قرار نہ کر دے۔ تاریخ بغداد ج ۶، ۶۰۶/۶ دار الغرب الاسلامی میں "فَلِیَ الْفِرَارُ" کے بجائے "قَلَّ الثَّوَاءُ" کا ذکر ہے، اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا اگر تم نے کل جانا ہے تو مجھ پر آج ہی یہ جگہ کیوں تنگ ہونے لگی۔

امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت سیّدی ابراہیم زہری رحمۃ اللہ علیہ کو احکام شریعت سے متعلق بطورِ خاص سترہ ہزار (17000) احادیث حفظ تھیں۔

حضرت سیّدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم زہری رحمۃ اللہ علیہ بطورِ خاص حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث حفظ کرتے تھے اور ان کے علاوہ سے اِعراض فرماتے۔

الغرض آپ کی عدالت وثقاہت پر اہل علم کا اتفاق ہے آپ سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ کثیر محدثین عظام نے روایت حدیث کی ہے اور امام بخاری ومسلم نے بھی ان سے مروی احادیث کو روایت کیا ہے۔[181]

181۔ ان کی کنیت ابو اسحاق ہے، 108ھ میں پیدا ہوئے، تبع تابعین میں سے ہیں، انہوں نے صالح بن کیسان، امام زہری، ہشام بن عروہ، صفوان بن سلیم، محمد بن اسحاق، شعبہ اور یزید بن الہاد سے روایت کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے لیث، قیس بن ربیع، یزید بن ہاد، شعبہ (یہ دونوں آپ کے شیوخ بھی ہیں) ابو داؤد طیالسی، یحیٰی بن یحیٰی نیشاپوری اور دیگر کثیر خلق خدا نے روایت کی ہے۔

تاریخ بغداد، جلد نمبر6 صفحہ 606 اور حافظ مغلطائی کی الاکمال، جلد۱ صفحہ ۲۰۸ نیز تقریب، جلد 1، صفحہ ۳۵ پر آپ کا سن وصال ۱۸۵ھ لکھا ہے یعنی جس سال آپ رضی اللہ عنہ بغداد شریف لائے اسی سال آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا جبکہ طبقات ابن سعد، جلد ۲ صفحہ ۵۸۲ میں سن وصال ۱۸۳ھ لکھا ہے نیز امام کلاباذی، امام ابن ابی خیثمہ، امام ابن مدینی اور دیگر نے بھی سن وصال ۱۸۳ھ بیان کیا ہے لیکن اصح ودرست ۱۸۵ھ ہے تاریخ بغداد میں تمام اقوال تفصیلاً درج ہیں، اہل علم مراجعت کریں۔

[۴] حضرت سیّدنا امام الائمہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ

ان کے بارے میں امام ابن ابی قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ ودیگر نے نقل کیا ہے کہ ان کا ایک پڑوسی تھا اور وہ ہر رات غناء کرتا اور اکثر اوقات یہ شعر گنگناتا تھا:

أَضَاعُونِي وَأَيَّ فَتًى أَضَاعُوا لِيَوْمِ كَرِيهَةٍ وَّسَدَادِ ثَغْرٍ

ترجمہ:۔ لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور بھلا کون سا جوان انہوں نے ضائع نہ کیا؟ لڑائی وخوں ریزی کے دن۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اسے سنا کرتے تھے، ایک مرتبہ آواز نہ آئی تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا پتہ چلا کہ گذشتہ رات اسے گرفتار کر لیا گیا ہے اور اس وقت وہ امیر عیسیٰ کے قید خانہ میں بند ہے تب آپ نے عمامہ زیب تن فرمایا اور امیر کی طرف تشریف لے گئے وہاں جا کر اس کے بارے میں پوچھنے لگے تو امیر نے عرض کی: مجھے اس کے نام کا علم نہیں تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اس کا نام عمرو ہے، امیر نے حکم صادر کیا کہ قید خانہ میں عمرو نام کے جتنے بھی قیدی ہیں سب کو رہا کر دو لہٰذا اسے بھی چھوڑ دیا گیا پھر حضرت نے اس سے فرمایا: اے جوان! ہم نے تجھے ضائع کر دیا، تو اس نے عرض کی: نہیں حضور! بلکہ آپ نے تو مجھے ضائع ہونے سے بچا لیا۔[182]

یہ واقعہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ اس کے غناء کو سنا کرتے تھے اور اسے غناء کرنے سے منع نہیں فرماتے تھے تو یہ معاملہ آپ کے نزدیک

182۔ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

اس کے مباح ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ کا متقی و پرہیز گار ہونے کے باوجود ہر شب اسے سننا اس کے مباح ہونے کی واضح دلیل ہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جو بعض اقوال غناء کے خلاف منقول ہیں تو انہیں ایسے غناء پر محمول کیا جائے گا جس میں کوئی فحش و برائی بھی موجود ہو اس طرح آپ کے قول و فعل کا معاملہ یکساں ہو جائے گا۔

[۵] حضرت سیّدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ان کے بارے میں حضرت ابراہیم بن سعد زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مشہور واقعہ روایت کیا ہے نیز حافظ ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں اور امام ابو الفرج اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الاغانی" میں اور امام ابن حمدون نے "التذکرہ" میں یہ واقعہ روایت کیا ہے۔

ایک مرتبہ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو غلط انداز میں غناء کرتے ہوئے سنا تو کھڑکی سے سر باہر نکال کر اسے درست طریقے کے بارے میں آگاہ کیا تو اس شخص نے اپنی غلطی کے بارے میں دریافت کیا تاکہ اسے درست کرے تو آپ نے اس سے فرمایا: اسی طرح درستگی کرتے رہو حتیٰ کہ تم کہنے لگو کہ میں نے اسے مالک بن انس سے حاصل کیا ہے۔[183]

مذہب مالکی کے ائمہ میں سے امام ابن الغرس رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ مرد کا اپنی لونڈی سے سماع جائز ہے۔

183۔ یعنی یہ درست طریقہ ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو اور اس کی تکرار کرتے رہو حتیٰ کہ تم گمان کرنے لگو کہ گویا یہ طریقہ میں نے سیکھا ہی مالک بن انس سے ہے۔

[۶] حضرت سیّدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

مذہب شافعی میں غناء حرام نہیں ہے اور اس سلسلے میں کثیر کتابوں کا میں نے مطالعہ کیا ہے لیکن مجھے اس کے حرام ہونے پر کوئی واضح دلیل و نص نہیں ملی مجملہ میں نے "کتاب الام، کتاب الرسالۃ" اور متقدمین و متاخرین علمائے کرام کی تحریرات کا مطالعہ کیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اسے حرام نہیں کہا ہے۔

بلکہ اُستاد ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب شافعی کے بارے میں بیان کیا ہے:

اُن کے مذہب کے مطابق سماع مباح ہے، چاہے قول کے ساتھ ہو یا بطریق الحان، مرد سے سُنا جائے یا لونڈی سے یا ایسی عورت سے جس کی طرف دیکھنا حلال ہو، اپنے گھر میں ہو یا کسی دوست کے گھر میں لیکن برسرِ عام نہ سنا جائے اور نہ ہی اس سماع میں کوئی ممنوعہ کام شامل ہو، نہ ہی نمازوں کا نقصان ہو اور نہ ہی لازم الاداء شہادات کا ضائع ہونا پایا جائے۔

اُستاد ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت یونس بن عبد الاعلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ انہیں ایک مجلس میں اپنے ساتھ لے گئے وہاں پر غناء ہوا جب مجلس ختم ہوئی تو آپ نے مجھ سے دریافت کیا: کیا

تمہیں کچھ حاصل ہوا؟ میں عرض کی: نہیں! تو آپ نے فرمایا: اگر تم سچ کہتے ہو تو تمہیں ذوق صحیح ہی حاصل نہیں ہے۔

استاد ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصانیف میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ایسا غناء حرام ہے جس میں قوال اور غناء کرنے والی لونڈیاں اجرت مقرر کر کے غناء کریں اور باقی رہا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول جسے "ادب القضاء" میں بیان کیا گیا ہے:

غناء لہو مکروہ ہے اور یہ باطل کے مشابہ ہے۔

تو یہ جائز ہے کہ مکروہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہو کہ اس کا چھوڑنا افضل ہے اور لفظ مکروہ کا اطلاق مشترکہ طور پر محظور اور منہی عنہ کے لیے ہوتا ہے اور اس سے مراد نہی تنزیہی اور ترکِ اولیٰ ہوتی ہے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کا اسے باطل کے مشابہ قرار دینا تو اس کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ اگر آپ کا کلام اس طرح ہوتا کہ "یہ باطل ہے" تب بھی اس بات پر کوئی دلیل ہی نہ تھی[184] کیونکہ باطل تو وہ ہوتا ہے جس سے کسی طرح کا فائدہ حاصل نہ ہو[185] کہ اس میں بھی بسا اوقات کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ہاں! البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہ محمل ہو سکتا ہے کہ ان الفاظوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد ایسے غناء پر شدت و ترہیب کرنا ہو جس میں کوئی برائی یا فحش

184۔ کہ اسے حرام کہا جاسکے۔

185۔ اور ایسا تو مباح میں بھی ہوتا ہے۔

کلام کی آمیزش ہو لہٰذا ایسی صورت حال میں یہ حرمت کسی عارضی سبب کی وجہ سے ہو گی، اصل غناء کی وجہ سے نہیں[186] حاصل کلام یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے قول و فعل سے غناء کی اباحت واضح طور پر ثابت ہے جب کہ حرمت کے بارے میں کوئی واضح عبارت و قول موجود نہیں ہے۔

[۷] حضرت سیّدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو الوفاء بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بطریق حجت اپنی "کتاب الفصول" میں روایت کیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے صالح کے گھر غناء کا سماع کیا۔

"کتاب المقنع" کے شارح نے فرمایا:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قوال کو گاتے ہوئے سنا اور اس پر انکار نہیں فرمایا آپ کے بیٹے نے عرض کی: بابا جان! آپ تو اسے مکروہ جانتے تھے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: مجھے بتایا گیا تھا کہ اس میں ممنوع اُمور کا استعمال ہوتا ہے[187]

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قول و فعل کو اُن قصائدِ زُہدیات پر محمول کیا جائے جس عجیب کلام کا آپ کے زمانہ میں غناء کیا جاتا تھا کیونکہ ہمارا کلام تو

186۔ یعنی کسی برائی کی وجہ سے سماع حرام ہو گا ورنہ اصلاً سماع و غناء حرام نہیں ہے۔

187۔ حالانکہ اب میں نے خود دیکھا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ یعنی آپ بھی صرف اس سماع و غناء کو ناجائز جانتے تھے جس میں ممنوعہ اُمور کا ارتکاب ہو ورنہ آپ بھی جواز کے قائل تھے۔

نفس غناء کے حلال و حرام ہونے کے بارے میں ہے اس کے ساتھ ملنے والے دیگر اُمور کے بارے میں نہیں۔

اور کسی شعر کا ایسی شئی کے ساتھ مل جانا جو کہ ناجائز ہو تو وہ محل نزاع نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت حال میں تو اس کی حرمت عارضی ہو جائے گی اور ہم کسی بھی ایسے امام کے بارے میں نہیں جانتے جس نے قصائد زُہدیات کے غناء کو تو جائز کہا ہو اور اس کے علاوہ کو ناجائز۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ پر وعظ و روایت کا غلبہ تھا اور یہ بہترین فقیہ بھی تھے نیز اس کے علاوہ بھی ان کے دیگر علمی مراتب و کمالات ہیں۔

[۸] حضرت سیّدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ

ان کے بارے میں ان کے شاگردِ رشید حافظ و فقیہ امام زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے "الموفقیات" میں نیز امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحاوی" میں حکایت لکھی ہے۔

جب ابن جامع[188] مکہ مکرمہ میں بہت سامال لے کر حاضر ہوا تو حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ ابن جامع اس مال کو کہاں خرچ کرے گا؟ تو انہیں بتایا گیا کہ وہ مال غناء پر خرچ کرے گا، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت کیا: وہ غناء میں کیا کہتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: وہ یہ شعر پڑھا کرتا ہے:

أَطُوْفُ بِالْبَيْتِ مَعَ مَنْ يَّطُوْفُ وَأَرْفَعُ مِنْ مِّئْزَرِيْ الْمُسْبَلِ

ترجمہ:۔ میں طواف کعبہ کرنے والوں کے ساتھ طواف کرتا ہوں اور اس دوران اپنے کپڑوں کو زمین پر گھسٹنے سے بچاتا ہوں۔

188۔ اسماعیل بن جامع بن اسماعیل بن عبداللہ، انظر کتاب الاغانی، ج۶، ص ۲۸۹۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ تو سنت ہے، اور کیا کہتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ شعر بھی پڑھتا ہے:

وَاَسْجُدُ بِاللَّیْلِ حَتَّی الصَّبَاحِ وَاَتْلُوْ مِنَ الْمُحْکَمِ الْمُنْزَلِ

ترجمہ:۔ میں شب سیاہ میں طلوع صبح تک سجدہ کرتا ہوں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کی تلاوت کرتا ہوں۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہت اچھا شعر ہے اور کیا کہتا ہے انہوں عرض کی یہ شعر پڑھتا ہے:

عَسٰی نَازِحُ الْھَمِّ عَنْ یُوْسُفَ یُسَخِّرُ لِیْ رَبَّۃُ الْمَحْمِلِ

ترجمہ:۔ اے کاش! حضرت یوسف علیہ السلام سے غم کو دور کرنے والا میرے لیے اس خیمے والی لڑکی کو مسخر کر دے۔[189]

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حبیب نے اچھی بات کو توڑ ڈالا اللہ تعالی اس کے لیے مسخر کر دے۔[190]

یہ معاملہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے غناء کے جواز پر واضح دلالت کرتا ہے کیا تم غور نہیں کرتے کہ پہلے آپ نے اس کے غناء کی تحسین

189۔ کتاب الاغانی، ج،٦، ص ٢٩٣، دار الکتب المصریہ، قاہرہ پر مذکور اشعار میں سے نمبر ۳،۱، کے الفاظوں میں کچھ اختلاف تھا، ہم نے ذیل میں لکھ دیا ہے البتہ معنوی لحاظ سے کوئی خاص فرق نہیں ہے:

وَاَصْحَبُ بِاللَّیْلِ اَھْلَ الطَّوَافِ وَاَرْفَعُ مِنْ مِئْزَرِیَ الْمُسْبَلِ

عَسٰی فَارِجُ الْکَرْبِ عَنْ یُوْسُفٍ یُسَخِّرُ لِیْ رَبَّۃُ الْمَحْمِلِ

190۔ یعنی اس نے اشعار غناء میں عشق حقیقی کے تسلسل کو عشق مجازی پر لا کر ختم کر ڈالا یہ مناسب نہ تھا۔

فرمائی اور پھر جب طواف کعبہ اور اُمورِ عشق حقیقی کے حسین تذکرے کے درمیان اس ہودج سوار لڑکی کی دعا کی تو اس پر انکار فرمایا کیونکہ اُس نے اُمورِ آخرت کے ساتھ اس عورت کی تسخیر کے لیے دعا کی تھی تو آپ نے اُمور آخرت کے ذکر کو ہٹا کر صرف تسخیر کی دعا کر دی[191] اور یہ معاملہ اس بات پر محمول ہے کہ وہ عورت اس شخص کے لیے اس وقت تک حلال نہ تھی اور ایسی عورت کی تسخیر کے لیے دعا کرنا کم از کم مکروہ نہیں ہے۔[192]

[۹] حضرت سیّدنا ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "قوت القلوب" میں لکھتے ہیں:
حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ایسی دعوت قبول ہی نہیں فرماتے تھے جس میں غناء و سماع نہ ہو۔

[۱۰] حضرت سیّدنا امام حاکم ابو عبد اللہ بن ربیع نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

یہ مسلمانوں کے بلند مرتبہ امام اور حفاظ محدثین، فقہائے معتبرین میں سے ایک ہیں ان کی عدالت و ثقاہت معروف و مشہور ہے امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ[193] فرماتے ہیں کہ میں اور فارس بن عیسیٰ صوفی رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ ابو بکر بن ابر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر "ہزارہ" سے سماع سننے کے لیے اکٹھے ہوتے تھے اور "ہزارہ" قوالی کرنے والی ایک عورت تھی۔

191۔ تاکہ دنیا کی نعمت کا آخرت کی عظیم نعمتوں کے مقابل ذکر بھی نہ ہو۔
192۔ اگرچہ نامناسب ہے۔
193۔ امام حاکم۔

باقی رہا امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ امام شیخ تاج الدین فزاری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ تو ان کی تصنیف اس بارے میں کافی وشافی ہیں اور شیخ تقی الدین بن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اقتنصاص السوانح" میں ان کا خلاصہ ذکر کیا ہے نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں روایات کو اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں سے کچھ کا ذکر ہم نے ماقبل کر دیا ہے۔

امام تقی الدین بن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جب مجھے سنت وآثار اور طریق مہاجرین وانصار سے جاہل شخص کے انکار کرنے کی خبر ملی تو میں نے یہ جملہ کہا کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا یہ بتایئے کہ بد بختی کی آخری حد کیا ہے؟ تو جواباً ارشاد فرمایا: یہ کہ کوئی شخص اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی خیال کرنے لگے۔

یہاں تک ہمیں جو بآسانی مل سکا اس میں سے کچھ کا بیان کر دیا اور اگر ہم غناء وسماع کے جواز کے قائل افراد کے کلام کو تلاش کرنے لگیں تو[194] طبعیت بوجھل ہو جائے[195]۔

سماع کے جواز پر اہل حرمین کا اجماع

شیخ عبد الرحمن فزاری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ شیخ دمشق اور شافعی مذہب کے مفتی ہیں انہوں نے اور امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواز پر اہل حرمین کا اجماع

194۔ معاملہ اتنا طویل ہو جائے پڑھ پڑھ کر۔

195۔ لہٰذا اسی قدر ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں کہ عقل مند واہل انصاف کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور جاہل وبے لگام کے لیے دفتر کے دفتر بے کار۔

نقل کیا ہے بلکہ امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو اکثر کا معمول بھی یہی بیان کیا ہے اور حنفیہ میں سے "صاحب بدائع" نے جزم کیا ہے کہ سماع میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ سماع دلوں کو نرم کرتا ہے اور آپ کا یہ کلام "کتاب البدائع" کے باب الشہادات میں مذکور ہے اور حنفیہ میں سے "صاحب ذخیرہ" کا کلام بھی اس کے جواز کا غماز ہے۔

امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "قوت القلوب" میں فرمایا:

غناء کا سننا صحابہ و تابعین سے منقول ہے نیز اہل حجاز ہمیشہ اس کی رخصت دیتے آئے ہیں۔

امام حافظ فقیہ محمد بن اسحاق فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ مکہ" میں حضرت موسیٰ بن مغیرہ حجمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جب میرے والد محترم نے میرا ختنہ کروایا تو حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی جب آپ تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ عود بجاتے ہوئے غناء کر رہے ہیں جب ان کی نظر آپ پر پڑی تو وہ لوگ خاموش ہو گئے آپ نے فرمایا: جب تک تم لوگ وہی کام دوبارہ نہیں کرو گے میں نہیں بیٹھوں گا تو انہوں نے دوبارہ سے بجانا شروع کر دیا پھر آپ بیٹھ گئے اور کھانا تناول فرمایا۔

اسے امام حدیدی رحمۃ اللہ علیہ نے سماع سے متعلق اپنی تصنیف میں نقل ہے اگر کوئی شخص کہے کہ کیا ان مذکورہ بالا صحابہ کرام و تابعین عظام، مجتہدین ذیشان کی تقلید جائز ہے؟ تو میں کہتا ہوں[196] صحابی[197] کی تقلید واجب ہے۔

196۔ کہ ان کی تقلید جائز اور اگر۔

197۔ ہو تو اس۔

حضرت ملا خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے "مرقاۃ الاصول" میں فرمایا:

جس مسئلہ میں صحابہ کرام کا اختلاف نہ ہو اور وہ مسئلہ صحابہ کرام کے درمیان معروف ہو تو اس میں غیر صحابی کو صحابہ کرام کی تقلید کرنا واجب ہے۔

بعض ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

صحابہ کرام کی تقلید مطلقاً واجب ہے چاہے ان کا قول قیاس کے مطابق ہو یا نہ ہو، کیونکہ اُن کا قول یا تو[198] سماع کردہ ہو گا یا پھر ان کی اپنی رائے ہو گی اور ان کی رائے ہونے کی صورت میں بھی دیگر لوگوں کی آراء پر اسے ترجیح حاصل ہو گی کیونکہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامِ اسلام کے بیان کرنے کے انداز کا بغور مشاہدہ کیا ہے اور مختلف احوال کے بارے میں نازل ہونے والی نصوص کو دیکھا ہے اور یہ بات محال ہے کہ وہ نصوص احکام کے اعتبار سے متغیر ہو جائیں، صحابہ کرام دیگر افراد کی نسبت زیادہ ضبط و احتیاط کے حامل تھے لہٰذا اُن کی تقلید واجب ہے۔

اور بعض ائمہ اسلام نے فرمایا: جو اُمور عقل کے ذریعہ معلوم نہ ہو سکیں ان میں صحابہ کرام کی تقلید واجب ہے اور تابعی کے قول کو قبول کرنے کا معاملہ بھی صحابی کی مثل ہے اگر یہ قول صحابہ کرام کے زمانہ میں کہا گیا تھا[199] اور بعض نے اس معاملہ سے انکار کیا ہے[200]۔

198۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اپنے سے بڑے صحابہ کرام سے۔

199۔ یعنی تابعی کے وہ اقوال جو صحابہ کرام کے زمانہ میں صادر ہوئے انہیں قبول کر لیا جائے گا لیکن زمانہ صحابہ کے بعد والے اقوال کو علی الاطلاق قبول نہیں کیا جائے گا۔

200۔ یعنی تابعی کا معاملہ صحابی کی طرح نہیں ہو گا۔

اس بارے میں تفصیلی بحث اپنے مقام پر ہے اور یہ تمام مذکورہ بالا کلام تقلید کے واجب ہونے میں ہے، جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسے خوب ذہن نشین کر لو۔

اکابرینِ اُمت اسلامیہ اور سماع

سیّدی امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے "رسالہ قشیریہ" میں سماع سے متعلق پہلے باب میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان عالی شان ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۝ [201]

ترجمہ:۔ تو خوشی سناؤ میرے اُن بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

اس کی تفسیر میں استاد ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت مبارکہ کے لفظ "القول" پر جو الف لام ہے وہ عموم واستغراق کا تقاضہ کر رہا ہے اور اس بات پر دلیل "اتباع احسن" کی صورت میں ان کی تعریف کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ "فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ"[202] کی تفسیر میں مذکور ہے کہ اس سے سماع مراد ہے۔

اور یہ بات جناب والا کے صحیفۂ ذہن پر منقش رہے کہ خوش الحانی کے طریق پر اچھے اشعار کو راگوں کے ساتھ سُننا مباح ہے جب تک سامع کسی برائی کا اعتقاد نہ کرے اور نہ ہی کسی مذموم شی کے ساتھ اسے سنے اور نہ ہی خواہش

201۔ الزمر، ۳۹، آیت، ۱۸،۱۷۔

202۔ الروم، ۳۰، آیت، ۱۵۔

نفسانی سے مغلوب الحال ہو جائے اور اس بات میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اشعار پڑھے گئے اور آپ ﷺ نے انہیں سماعت فرمایا اور ان کے پڑھنے پر کوئی انکار نہیں فرمایا، لہٰذا جب خوش الحانی کے بغیر اشعار سننا جائز ہے تو فقط خوش الحانی کی وجہ سے اس کے جواز کا حکم[203] تبدیل نہیں ہوگا اور یہ بات تو بالکل عیاں ہے کہ[204] سماع سننے والے کو نیکی و بھلائی پر برانگیختہ کرتا ہے، متقین کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تیار کردہ درجاتِ عظیمہ کی یاد دلاتا ہے، لغزشات سے بچنے پر تنبیہ کرتا ہے اور بلا شبہ کئی اکابر اسلاف کرام نے اشعار کو خوش الحانی کے ساتھ سنا ہے اور سلف صالحین میں سے جنہوں نے اس کے مباح ہونے کا بیان کیا ہے ان میں حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ اور اہل حجاز سر فہرست ہیں یہ تمام غناء کو پسند کرتے تھے۔

ہمیں علی بن احمد رہوازی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی انہیں احمد بن عبید رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا انہیں عثمان بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا انہیں ابو کامل رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا انہیں ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اجلح عن الزبیر عن جابر عن عائشہ رضی اللہ عنہم بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری عورت کا نکاح کروایا پھر حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا: کیا رخصتی ہو چکی؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: جی ہاں! آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا کوئی غناء کرنے والا بھی ساتھ بھیجا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک

203۔ حرمت میں۔

204۔ شریعت کی بیان کردہ حدود و قیود والا۔

انصار ایسی قوم ہے جو غناء کو پسند کرتی ہے اگر تم اُسے ہمراہ کرتیں جو کہتا ہے "أَتَيْنَا كُمْ أَتَيْنَا كُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّا كُمْ" ہم تمہارے پاس آئے ہیں پس تم ہمیں مبارک باد دو ہم تمہیں مبارک کہیں۔

روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ اشعار پڑھے:

أَقْبَلَتْ فَلَاحَ لَهَا   عَارِضَانِ كَالسَّبَجِ

أَدْبَرَتْ فَقُلْتُ لَهَا   وَالْفُؤَادُ فِيْ وَهَجِ

هَلْ عَلَيَّ وَيْحَكُمَا   إِنْ عَشِقْتُ مِنْ حَرَجِ

ترجمہ:۔ جب وہ نازنیں سامنے آئی تو اس کے رخسار سیاہ موتیوں کی طرح چمک رہے تھے اور جب اس نے رُخ پھیر لیا تو میں نے اسے کہا اور میری حالت یہ تھی کہ دل اس کی رعنائیوں سے سُلگ رہا تھا کہ اگر میں تم سے عشق کروں تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔[205]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ حسین بناؤ بیشک اچھی آواز قرآن کے حسن کو دوبالا کرتی ہے۔

205۔ رسالہ قشیریہ، عربی، ص ۵۴۵، دار الشعب، قاہرہ، میں مذکورہ اشعار موجود ہیں لہذا اُسی سے تصحیح کی گئی ہے متن کی عبارت میں سقم تھا نیز اسی جگہ حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے، واللہ اعلم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر شے کا زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور اچھی آواز ہے۔

اچھی آواز کا ہونا در اصل اللہ تعالیٰ کا اُس کے حامل شخص پر انعام ہے

فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ ہے:

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۝[206]

ترجمہ:۔ بڑھاتا ہے آفرینش[207] میں جو چاہے۔

اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہاں آواز[208] مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے بری آواز کی مذمت فرمائی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝[209]

ترجمہ:۔ بیشک سب آوازوں میں بُری آواز، آواز گدھے کی۔

حسین آوازوں سے قلبی سکون و محبت نیز راحت و قرار کا حاصل ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں[210] بچہ بھی اچھی آواز سے سکون پاتا ہے اور[211] اونٹ بھی "حدی" کے ذریعہ لطف اندوز ہوتے ہوئے سفر کی تھکان اور بوجھ کو بُھلا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اونٹ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

206۔ فاطر، ۳۵، آیت، ۱۔

207۔ پیدائش۔

208۔ میں اضافہ۔

209۔ سورۃ لقمان، ۳۱، آیت، ۱۹۔

210۔ ذرا غور تو کرو۔

211۔ اسے جانور سے زیادہ بے ذوق و بے حس شخص غور کر کہ۔

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ۝[212]

ترجمہ:۔ تو کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے کیسا بنایا گیا۔

حضرت اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوپہر ڈھلے جارہا تھا کہ ہم ایک مقام سے گزرے وہاں کہنے والا کچھ کہہ رہا تھا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چلو اس کے پاس کچھ دیر رکتے ہیں پھر کچھ دیر کے بعد مجھ سے ارشاد فرمانے لگے: کیا تمہیں لطف و سرور حاصل ہوا؟ میں نے عرض کی: جی نہیں! تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں ذوقِ حسین ہی حاصل نہیں۔

حضرت سیّدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے:

جب آپ علیہ السلام زبور شریف کی تلاوت کرتے تو جنّ وانس، چرند وپرند سب اسے سنا کرتے تھے اور بسا اوقات آپ کی مجلس سے بیک وقت چار سو جنازے اٹھتے تھے یہ لوگ آپ کی پُر کیف قراءت سن کر انتقال کر جاتے تھے۔

حضرت سیّدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ انسان سماع سن کر کیوں بے چین و بے قرار ہوتا ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے روزِ میثاق جب اولادِ آدم کو اپنے فرمان "اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ" کے ذریعے خطاب فرمایا تو ان کی ارواح میں کلام کی حلاوت پیدا ہو گئی لہٰذا اب جب بھی یہ سماع سنتے ہیں ان کی حلاوتِ دیرینہ برانگیختہ ہو جاتی ہے۔

212۔ الغاشیۃ، ۸۸، آیت، ۱۷۔

حضرت جعفر بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: فقراء پر تین مقامات پر رحمت ربانی کا نزول ہوتا ہے۔

[۱] سماع کے وقت۔ کیونکہ وہ حق کے علاوہ کسی کو نہیں سنتے اور حقیقی وجدانی حالت میں ہی قیام کرتے ہیں۔

[۲] کھانے کے وقت۔ کیونکہ وہ صرف فاقہ کشی کے بعد ہی کھانا کھاتے ہیں۔

[۳] مجلس علم کے وقت۔ کیونکہ وہ صرف اولیائے کرام کی صفات و کمالات کا ہی تذکرہ کرتے ہیں۔

حضرت سیّدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

سماع، طالب کے لیے فتنہ و آزمائش ہے اور اِعراض کرنے والے کے لیے سکون کا سامان ہے۔

حضرت سیّدنا[213] خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ انسان قرآن سن کر مرغِ بسمل نہیں بنتا لیکن غیر قرآن کو سُن کر ایسا کیوں کرتا ہے؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: قرآن پاک کا سُننا پہاڑ کی طرح ہے لہٰذا شدت غلبہ و جلال کے سبب کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ حرکت و مستی کرے بہ نسبت دیگر کلام کے[214] لہٰذا انہیں سن کر کیف و مستی میں رقصاں ہونے لگتے ہیں۔

213۔ علی۔

214۔ کہ ایسی رفعت و کمال کے حامل نہیں۔

حضرت سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

سماع کی مثال ایسے علم کی سی ہے جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے پوشیدہ رکھا ہے اس کی حقیقت کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا[215]۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمانے لگے:

ہر دل اچھی آواز کا طالب ہے پس یہ بیمار کی طرح ہے[216] اور جیسا کہ بچہ کو جب سلانا مقصود ہو تو اسے لوری دے کر سلایا جاتا ہے پھر ابو سلیمان نے رحمۃ اللہ علیہ فرمایا:

سُریلی آواز کے ذریعے دل میں کوئی چیز داخل نہیں کی جاتی بلکہ یہ تو پہلے سے دل میں موجود لطف حقیقی کے سمندر میں طغیانی پیدا کرتا ہے حضرت ابن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! ابو سلیمان نے بالکل صحیح کہا۔

امام جریری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ "کونوا ربانیین" کی تفسیر میں ذکر فرمایا:

[217] اللہ تعالیٰ کے لیے سننے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بولنے والے بن جاؤ۔

بعض افراد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ سماع کیا ہے؟[218]

215۔ البتہ جسے وہ ربِّ کریم اس نعمت سے سیراب کر دے۔

216۔ کہ جس طرح بیمار شخص دوا سے اپنا علاج کرتا ہے اسی طرح بیمار دل سماع و غناء سے اپنا علاج کرتا ہے۔

217۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ۔

218۔ جبکہ رسالہ قشیریہ میں مطلقاً "کسی صوفی" کا ذکر ہے کہ اُن سے سوال ہوا۔

تو فرمانے لگے: یہ ایک شعلہ ہے جو بھڑکتا ہے پھر بجھ جاتا ہے اس کے انوار ظاہر ہوتے ہیں پھر مخفی و پوشیدہ ہو جاتے ہیں اگر یہ شعلے ہمیشہ بھڑکتے رہیں تو اس کا حامل ایک لمحہ کے لیے بھی قرار نہ پاسکے اور پھر یہ شعر پڑھنے لگے:

خَطْرَةٌ فِي السِّرِّ مِنْهُ خَطَرَتْ   خَطْرَةَ الْبَرْقِ ابْتَدٰى ثُمَّ اضْمَحَلْ

أَيُّ زَوْرٍ لَكَ لَوْ قَصْداً سَرَى   وَمُلِمٌّ بِكَ لَوْ حَقًّا فَعَلْ

ترجمہ:۔ راز ہی راز میں محبوب کا خیال یوں آیا جس طرح ابھی کچھ چمک کر مدھم پڑ جائے اگر یہ خیال قصداً آیا تھا تو پھر یہ کیسی زیارت تھی کہ وہ جلوہ رُکا بھی نہیں اور چل دیا ہائے ملامت! یہ وادیٔ خیال میں اترنے والا کون تھا؟ اگر فی الحقیقت ایسا ہوا ہے۔[219]

حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "طبقات" میں حضرت امام اسماعیل مزنی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں فرمایا:

امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: میں ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک قوم کے پاس سے گزرا اور ان کی لونڈی یہ شعر گنگنا رہی تھی:

خَلِيلِي مَا بَالُ الْمَطَايَا كَأَنَّمَا   نَرَاهَا عَلَى الْأَعْقَابِ بِالْقَوْمِ تَنْكِصُ

ترجمہ:۔ اے میرے دوست! بھلا اُن سواریوں کو کیا ہو گیا ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ پوری قوم ایڑیوں کے بل واپس پلٹ رہی ہے۔

219۔ رسالہ قشیریہ، باب السماع، ص ۵۵۸، دار الشعب، قاہرہ میں مذکورہ اشعار موجود ہیں لہٰذا اسی سے تصحیح کی گئی ہے متن کی عبارت بے ربط تھی واللہ اعلم۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میرے ساتھ وہاں چلو سنتے ہیں جب وہاں سے فارغ ہوئے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کیا آپ کو کچھ لطف و سرور حاصل ہوا؟ تو انہوں نے عرض کی: جی نہیں! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پھر تمہیں ذوق حسین ہی حاصل نہیں۔[220]

امام ابن غانم مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حل الرموز" میں ارشاد فرمایا:

بہت سے دقائق کو پرکھنے والے محققین علماء نے سماع کو ناپسند جانا ہے اور اس کا اصلاً و فرعاً، حقیقۃً و شرعاً ہی انکار کر ڈالا ہے یہ اُن کی ایک سنگین غلطی ہے کیونکہ اس سے کثیر اولیاء اللہ کا نعوذ باللہ خطاکار ہونا اور کثیر علمائے کرام کا فاسق ہونا لازم آتا ہے کیونکہ اس بات میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ ان کثیر اولیاء اللہ و علمائے کرام نے سماع کو سُنا اور وجدانی کیفیت میں مبتلا ہو کر ان سے چیخ و بے ہوشی کے احوال کا بھی ظہور ہوا ہے تو بھلا اُن ذواتِ مقدسہ پر نقص کو کیسے منسوب کیا جائے کیونکہ یہ تو کامل الاحوال سالکین میں سے ہیں اور یہ امر کچھ وضاحت و تفصیل کا محتاج ہے جس کے لیے اہل اللہ کے حالات اور ان کا طبقات کے اختلاف میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

لہٰذا جس کی فہم صحیح ہو، ارادہ نیک ہو اور ریاضت و مجاہدہ نے اس کے قلبی آبگینہ کو چمکا دیا ہو، عزیمت کی ہواؤں نے اس کی باطنی فضا مہکا دی ہو، طبعی

220۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للامام تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ، ج۲، ص۹۹، دار احیاء الکتب میں مذکورہ بالا شعر میں "تَجَاَثَمَا" کی جگہ "تَجَاثَنَا" ہے۔

کدورات وبشری وساوس وخیالات سے عظیم قلبی پاکیزہ ہو چکا ہو نیز شہوات و شبہات کی گندگی سے چھٹکارا مل چکا ہو تو ایسے پاکیزہ نفس کے بارے میں بھلا کیسے کہا جائے کہ اس کا سماع کرنا حرام ہے اور اس نے خطا والا کام کیا۔؟

حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اگر ہم سماع والوں پر طعن و ملامت کریں تو گویا ہمارا یہ طعن و ملامت ستر ۷۰ صدیقین پر ہو گا۔

ابو مروان قاضی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے:

ان کے پاس لونڈیاں تھیں اور وہ بطریق غناء اشعار گاتیں اور آپ سنتے تھے اور آپ انہیں جماعت صوفیائے کرام کے سماع کے لیے تیاری کراتے تھے۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے پاس دو لونڈیاں تھیں آپ اور آپ کے بھائی ان سے سماع کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو الحسن عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سماع سنتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب بھی لکھی اور اس میں منکرین سماع کا رد بھی کیا اسی طرح کثیر علمائے کرام نے منکرین سماع کے بارے میں کتابیں لکھیں۔

بعض مشائخ کرام سے مروی ہے:

انہوں نے حضرت ابو العباس سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت کی تو اُن سے عرض کی: آپ اس سماع کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں جس میں ہمارے اصحاب و احباب باہم مختلف ہیں؟

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: یہ ایک ایسی چکنی ڈھلوان ہے جس پر صرف علمائے کرام ہی ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی[221] تو عرض کی: یا حبیبی! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اس سماع میں کوئی خرابی ملاحظہ فرماتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس میں کوئی برائی نہیں پاتا البتہ ان سے کہہ دو کہ سماع کا آغاز واختتام تلاوت قرآن سے کریں، میں نے عرض کی: لوگ مجھے اس بارے میں بہت پریشان کرتے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: اے ابو علی! فکر مت کرو!

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ اس کلمہ پر ہمیشہ نازاں رہے اور کہتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کلمہ کے ذریعے سے کنیت عطا کی ہے۔

حضرت طاہر بن بلبل ہمدانی وراق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے آپ اہل علم و فضل میں سے ایک ہیں، انہوں نے فرمایا:

میں جدہ میں ساحلِ سمندر کے قریب واقع ایک مسجد میں معتکف تھا پس ایک دن میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا وہ ایک سمت ہو کر کچھ کہہ رہے تھے اور بقیہ لوگ اسے سُن رہے تھے میں نے دل میں اسے ناپسند خیال کیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے گھر میں شعر پڑھتے ہیں! پھر اسی رات

221۔ اللہ تعالیٰ ان کے صدقے ہمیں بھی زیارتِ رُخِ زیبا نصیب فرمائے۔

میں نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کے ایک طرف جلوہ افروز ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کچھ عرض کر رہے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے سماعت فرماتے ہوئے کیف و سرور کے انداز کی طرح اپنے ہاتھوں کو سینہ مقدس پر رکھے ہوئے ہیں۔

میں نے اپنے آپ سے کہا: مجھے بھلا کیا حق ہے کہ اس جماعت کے سماع کا انکار کروں حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما رہے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عرض کر رہے ہیں اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میری جانب متوجہ ہو کر فرمانے لگے: یہ حق کے ساتھ حق کا معاملہ ہے یا فرمایا: یہ حق کی جانب سے حق ہے، ان الفاظوں میں راوی کو شک ہے۔

حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "قوت القلوب" میں بسند روایت کیا ہے:

ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام کی ایک جماعت قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول تھی اور ایک جماعت شعر پڑھنے میں مصروف تھی تو اس نے یہ معاملہ دیکھ کر بارگاہ عالی میں عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن اور شعر؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک بار اِدھر ایک بار اُدھر۔

امام مالک جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع صغیر" میں بسند روایت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فِيْ هٰذَا مَرَّةٌ وَفِيْ هٰذَا مَرَّةٌ" ایک بار اِس میں سے اور ایک بار اُس میں سے۔ یعنی قرآن و شعر میں سے۔

"جامع صغیر" کے شارح امام شیخ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس حدیث شریف میں اس بات کی جانب اشارہ ملتا ہے کہ مبتدی و طالب شخص کو چاہیے کہ اپنے ذہن کو سکون وراحت پہنچانے کے لیے شعر و حکایات سے مدد حاصل کرے کیونکہ فکر انسانی جب بند ہو جائے تو معانی کا تصور ختم ہو جاتا ہے اور اس کیفیت و حالت سے کوئی بھی فرد محفوظ نہیں اور نہ ہی کوئی انسان معانی کو سمجھنے میں ذہنی کلفت و مشقت اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے، دل کا تصورات پر غلبہ ہوتا ہے کیونکہ دل مجبوری کے وقت ایسے اُمور سے شدت و نفرت اور بیزاری ظاہر کرتا ہے اور جب دل مجبور ہو جائے تو گویا اندھا ہو جاتا ہے لہٰذا ایسی حالت میں مبتلا ہونے سے بچنے کے لیے اشعار و ادبیات کے کلمات سے اسے سکون و راحت پہنچائی جاتی ہے جسے وہ بآسانی قبول کر لیتا ہے شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

وَلَيْسَ بِمُغْنٍ فِي الْمَوَدَّةِ شَافِعٌ   إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الضُّلُوْعِ شَفِيْعٌ

ترجمہ:۔ محبت میں کسی باہر کے سفارشی کی سفارش نہیں چلتی جب تک تیرے اندر کا سفارشی سفارش نہ کرے۔

اہل حکمت نے فرمایا ہے:

قلب کے اندر وحشی جانوروں کی طرح نامانوسیت ہوتی ہے لہٰذا تم اسے مانوس کرنے کے لیے تعلیم و میانہ روی اختیار کیے رکھو تاکہ وہ مطیع ہو جائے اور اس کا نشاط دائمی بن جائے اسے حکماء "تَحْمِیْضٌ" کا نام دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے:

جب درس و تدریس میں تھکنے لگو تو خوش طبعی کر لیا کرو یعنی پھلوں کی طرف جھکو اور اپنے اشعار پیش کرو بیشک دل بھی ظاہری اعضائے جسمانی کی طرح تھک جاتا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے صحائف میں منقول ہے:

بندۂ خدا کو اپنے لیے تین اوقات کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (۱) اپنے ربّ کریم سے مناجات کرنے کا وقت (۲) اپنے نفس کے محاسبہ کا وقت (۳) اپنے نفس کو حرام سے بچاتے ہوئے جائز و حلال نعمت و لذات سے مستفید کرنے کا وقت۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "طبقات" میں حضرت ابراہیم بن منذر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ میں نے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسہ کے دروازہ پر کھڑے دیکھا تو پوچھا: آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ تو فرمانے لگے: مجھے اس نوجوان سے اپنے ربّ عزوجل کا کلام سننا بہت محبوب ہے شاید وہ نوجوان خوبصورت آواز والا قاری قرآن تھا۔

بہر حال اے جہالت و تعصب کے اندھیروں سے محفوظ میرے انصاف پسند برادرانِ اسلامی! جب تمہیں ہماری پیش کردہ احادیث کی بابت علم ہو چکا اور ہماری ذکر کردہ اخبار و آثار کے بارے میں معلوم ہو گیا اور تم نے ہماری تحریر کردہ عبارت کی تشریح پر اطلاع حاصل کرلی اور یہ بیش بہا مفید نقول پڑھ چکے جسے ہم نے ما قبل مفصل ذکر کر دیا ہے تو اب یہ بھی جان لو! اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ تمہیں خیر و حق جاننے کی توفیق بخشے۔

اب میں عنقریب تمہارے سامنے کچھ نفیس کلام پیش کروں گا لیکن بایں طور کہ میرے کلام کو نگاہِ تحقیق سے سمجھنا اور اگر میری بیان کردہ تفصیلات کو قابلِ اعتبار جانو تو اس کے مطابق تسلیم و عمل کی کوشش کرنا، جب کچھ احباب نے مجھ سے فرمائش کی کہ آلات کے ساتھ نغماتِ طیبہ کو سننے کے بارے میں حکم ربانی کیا ہے؟ میں اسے لوگوں پر ظاہر کردوں تو جو میرے نزدیک بعد تحقیق انیق ثابت ہوا ہے میں امید کرتا ہوں کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں بھی مقبول ہے اور میں[222] اسی حق پر تادم زندگی عمل کرتا رہوں گا[223]۔

میں نے اپنے لیے اور اپنے اعتقاد کے لیے اور جنہوں نے مجھ سے قبل سماع کیا یا میرے بعد قیامت تک کرتے رہیں گے سب کے لیے اپنی فہم و تحقیق کے بعد احادیث و اخبار اور صریح و واضح تصریحات و عبارات کی روشنی میں اس مسئلہ سماع کی بابت جس بات پر مطلع ہوا اسے تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے،

222۔ امام نابلسی۔

223۔ ان شاء اللہ۔

اب سارا کلام تمہارے سامنے ہے کہ کس نے سماع کو حرام کہا اور کس نے سماع کو حلال کہا اور اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کہنے والوں پر نگہبان ہے[224]۔

اس تحریر سے قبل میں اپنے سے پہلے ائمہ اسلام و علمائے کرام کے احترام کے پیش نظر خود کو حقیر جانتا تھا کہ اس مسئلہ سماع کے بارے میں کچھ تحریر کروں کیونکہ ان ائمہ کرام نے بے شمار تحریرات نفیسہ وکتب شریفہ اس مسئلے کے حق میں پیش کر دیں تھیں اور انہیں ابواب در ابواب تقسیم کر کے مزید نافع عام بنا دیا تھا بارہا مجھ سے طلبائے کرام نے اس مسئلہ سماع کے بارے میں سوال کیا تو میں ہمیشہ محققین کے اقوال اور ان کی پیش کردہ تفصیلات کی روشنی میں اپنے مؤقف کو ظاہر دیتا تھا، اس لیے کچھ احباب تو مجھ سے راضی ہو گئے اور کچھ اس سبب سے ناراض ہو گئے اور ان کی خواہش یہ تھی کہ میں بھی سماع کو اسی طرح مطلقاً حرام کہہ دوں جس طرح سے اس زمانہ کے جاہل نام نہاد علماء نے اسے مطلقاً[225] کہہ رکھا تھا۔

میں اس بارے میں ہمیشہ ڈرتا رہا ہوں کہ تفصیل کے مقام پر مطلقاً گفتگو کروں مجھے احکام شریعت کے بارے میں خوفِ الٰہی پیش نظر رہتا ہے کیونکہ کسی شئی کو محض اپنی جانب سے حلال و حرام کہنا گویا بندے کا ربّ ہونے کا دعویدار بننا ہے (معاذاللہ) جیسا کہ شیخ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کے اس فرمان عالی شان کی تفسیر میں لکھا ہے:

224۔ لہٰذا اب فیصلہ تم نے کرنا ہے۔
225۔ حرام۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ○[226]

ترجمہ:۔ انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔

یعنی وہ لوگ اپنے پیشواؤں کی ایسی اندھی تقلید کرتے تھے کہ اللہ تعالی کی حلال کردہ شئ کو اُن کے پیشوا حرام کہتے تو یہ بھی حرام کہتے اور اگر وہ اللہ تعالی کی حرام کردہ شئ کو حلال کہتے تو یہ بھی حلال کہتے پھرتے [227] یا پھر ان کے لیے سجدے کرتے۔[228]

احکام خداوندی کے بارے میں حق بات کو چھپائے رکھنا قطعاً جائز نہیں ہے خاص طور پر اگر کوئی بندۂ خدا اس بارے میں سوال کرے"[229] جیسا کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے حق بات چھپانے والوں کی مذمت میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ○اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا ○[230]

ترجمہ:۔ بیشک وہ جو ہماری اُتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ لوگوں کے لیے ہم اسے کتاب میں واضح فرماچکے ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں۔

226۔ التوبۃ،۹، آیت،۳۱۔

227۔ معاذاللہ۔

228۔ قاضی بیضاوی کا کلام ختم ہوا۔

229۔ تو اسے بتانے کے لیے احقاقِ حق وابطالِ باطل کا عملی نمونہ بننا چاہیے۔

230۔ البقرۃ،۲، آیت،۱۶۰،۱۵۹۔

احکام شرعیہ کی تبلیغ

اور لوگوں کے بارے میں بد گمانی کرتے ہوئے یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ توعامۃ الناس، کم عقل اور غافل لوگ ہیں ان کی وضع قطع بھی غافلوں کی غمازی کر رہی ہے، لہٰذا انہیں کچھ حق نہ بتانا ہی بہتر ہے تو سن رکھو کہ اہل اسلام کے ساتھ بد گمانی حرام ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہیں وارد نہیں ہوا کہ آپ ﷺ نے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لازم کردہ احکاماتِ ربانی کے بارے میں اطلاق و تفصیل کے پیش نظر تبلیغ کو ترک کیا ہو حتی کہ ہم ایسا کرنے لگیں اب چاہے ان کی عقلیں اس حکم ربانی کی متحمل ہوں یا نہ ہوں[231]۔

جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اُمت مرحومہ کو اسراء و معراج کے بارے میں خبر دی اگرچہ عقلیں اس خبر کو ماننے کی متحمل نہیں تھیں لیکن اس بات کے بیان میں کم فہموں کی رعایت روا نہیں رکھی گئی حتی کہ اسراء و معراج کو حیطۂ عقل سے ماوراء جاننے کی بنیاد پر بعض لوگ مرتد بھی ہو گئے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اس بات کی قطعاً پرواہ نہ فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کو علم دیا گیا تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مؤمن لکھا گیا ہے وہ مؤمن ہی رہے گا اور جو کافر لکھا گیا ہے وہ کافر ہی رہے گا اگرچہ نگاہِ دنیا میں کچھ بھی عیاں رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان عالی شان ہے:

231۔ ہمیں حکم بیان کرنا ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے اسی تبلیغی انداز کو بڑے احسن پیرائے میں بیان کیا فرماتے ہیں۔

اگرچہ بت ہوں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ۔ (اقبال)

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۝[232]

ترجمہ:۔ اور فرمادو کہ حق تمہارے ربّ کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

لیکن اس کے بر خلاف عوامی فقہاء بندگان خدا سے احکام شرعیہ کی تفصیلات کو چھپاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہ تو علم ہی ایسا ہے کہ اسے عام لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائے یہ تو ان نام نہاد علماء کی اپنی قوت فکر کی بلندی ہی تھی جو اسے[233] جان گئے[234] اور جس علم کو یہ عوامی فقہاء چھپانے کی کوشش کرتے ہیں یہ تو ان کے اپنے فہم سے بھی دور ہے، ایسے نام نہاد علماء انتہائی گھٹیا اور بنی آدم کے لیے باعث ننگ وعار ہیں، اس لیے تم ان نام نہاد علماء کو دیکھو گے کہ لوگوں سے علم چھپانے کی وجہ بھی یہی بتلاتے پھرتے ہیں کہ انہوں نے عام لوگوں کو اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ ان احکاماتِ ربانی کی معرفت کا ادراک کر سکیں گے ہاں! خود انہیں احکام ربانی کی معرفت تامہ حاصل ہے ارے کم فہم! دیکھ تو سہی اللہ تعالی نے خود عوام الناس کو علماً و عملاً احکام شرعیہ کا مکلف بنایا ہے لیکن یہ کم فہم علماء اس بات سے بے خبر ہیں کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ عاجز کو اپنے احکامات کا مکلف نہیں بناتا ہے اور عوام و خواص میں سے جو بھی مکلف ہیں وہ علم و عمل، فرض و نفل کے اعتبار سے ان احکام شرعیہ کے لیے قدرت رکھتے ہیں۔

232۔ الکہف،۱۸، آیت،۲۹۔

233۔ احکام شرعیہ کی تفصیلات۔

234۔ بھلا یہ عام لوگ کہاں ایسی قوتِ فکر کے حامل ہیں۔

میں نے کچھ لوگوں کے بارے میں سُنا ہے کہ وہ مجھ پر اس قول کی وجہ سے اعتراض کر رہے ہیں کہ میں نے بندگان خدا کے لیے احکام ربانی کے اعتبار سے علماً و عملاً و اعتقاداً مکلف ہونے کی تفصیل و تصریح پیش کی ہے اور اپنے دروس میں اُمت محمدیہ کے لیے دین متین کے احکامات کو تفہیم کی غرض سے بطور مثال پیش کیا ہے اور ہر خاص و عام کے لیے احکام تکلیفیہ کو واضح کر دیا ہے تاکہ لوگ اسے جان سکیں وہ لوگ بغیر کسی مستند دلیل اس بات پر بھی انکار کرتے ہیں اور اپنی جگہ ہٹ دھرم بنتے ہوئے اس حدیث سے اپنے گمان کے مطابق استدلال کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خَاطِبُوا النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ.

ترجمہ:۔لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق کلام کیا کرو۔

اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے[235] تو یہ حضور نبی کریم ﷺ کے طریقہ مبارکہ کے خلاف ہو گی کیونکہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اُن باتوں سے بھی خطاب کیا ہے جو اُن کے حیطہٴ عقل میں آتی ہیں اور اُن باتوں سے بھی جو ان کے حیطہٴ عقل کے ادراک و شعور سے بالاتر ہیں جیسا کہ معراج کا واقعہ وغیرہ۔

تو اب یہ بات سمجھ لو کہ ہمارا دین متین اس بات پر مبنی نہیں کہ عقل کے اچھے یا برے کہنے پر ہی اس کا مدار ہو حتیٰ کہ کوئی عالم لوگوں سے صرف وہی کہے جسے وہ عقل کے ذریعہ سے سمجھ سکتے ہیں یہ دین حق عقلی ترازو میں تولنے کی

235۔ معروف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، واللہ اعلم۔

شئ نہیں کہ اسے سمجھنے کے لیے عقل کو مدار و ترازو قرار دیا جائے[236] البتہ جو حدیث پیش کی گئی ہے[237] اس کا مطلب یہ ہو گا کہ علمائے کرام جب لوگوں سے خطاب کریں تو ایسے اُمور کو بیان نہ کریں جس کے بارے میں انہیں خود تحقیق و اطمینان حاصل نہ ہو کیونکہ ایسی صورت حال میں وہ احکاماتِ شرعیہ کو درست طور پر سمجھا نہیں پائیں گے۔

عِلمِ شریعت و عِلمِ حقیقت کے احکام

جبکہ مقصودِ اصلی تو یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کے مسائل و احکام کو تفصیل و مثالوں کے ساتھ بیان کیا جائے اور دلائل و براہین کے ساتھ مؤید کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ لوگ اسے بآسانی سمجھ کر ذہن میں نقش کر لیں، یہ مراد نہیں کہ عام لوگوں سے احکام شرعیہ کو مطلقاً و تفصیلاً، یا نہی قطعی و ظنی کے اعتبار سے ہی پوشیدہ رکھا جائے اور یہ بات بھی واضح رہے کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے شریعت کو چھپانے کے بارے میں کوئی نص مطلقاً وارد ہی نہیں ہے البتہ شریعت مطہرہ کے حصہ علم حقیقت کے بارے میں ہے کہ بعض کو بیان کر دیا جائے اور بعض کو پوشیدہ رکھا جائے[238] اسی طرح بعض آثار اور متقدمین علماء کے کلام میں جو علم کا پوشیدہ رکھنا بیان کیا گیا تو اس سے مراد بھی علم حقیقت ہی ہے کیونکہ اس کی معرفت اہل ذوق و مرتبہ عالیہ کے حامل افراد ہی کو ہوتی ہے۔

236۔ اور پھر جو سمجھ میں آئے اسے قبول کر لیا جائے اور جو نہ آئے اسے ردّ کر دیا جائے۔

237۔ بر تقدیر تسلیم۔

238۔ اس کا اعتبار سامع کے فہم و مرتبہ کے لحاظ سے ہو گا۔

جیسا کہ امام ابن غانم مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حل الرموز" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں فرمانِ الٰہی جل جلالہ "یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ"[239] (ترجمہ: حکم ان کے درمیان اترتا ہے) کے[240] بارے میں وہ کچھ جانتا ہوں کہ اگر میں تمہارے سامنے اسے بیان کردوں تو تم مجھے کافر کہنے لگو۔

اسی طرح حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طرح کے علم حاصل کیے ہیں ایک وہ علم[241] ہے جسے میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں[242] اور دوسرا وہ علم[243] ہے کہ اگر میں تمہارے سامنے اسے بیان کردوں تو مجھے رجم کر ڈالو۔

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

میرے سینہ میں ایک ایسا علم ہے اگر میں اسے تمہارے سامنے ظاہر کردوں تو تم لوگ مجھے یہاں سے یہاں تک رنگ دو[244]۔[245]

ایسے بہت سے آثار موجود ہیں ان تمام میں علم سے مراد علم حقیقت و علم اسرار ہے، جو اپنی ذات کے اعتبار سے حق ہوتا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی

239۔ الطلاق، ۶۵، آیت، ۱۲۔
240۔ اسرار و رموز کے۔
241۔ علم شریعت۔
242۔ یعنی مسائل شریعت، روایت حدیث وغیرہ۔
243۔ علم حقیقت۔
244۔ یعنی قتل کردو۔
245۔ امام ابن غانم مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا۔

تجلیات ہوتیں ہیں لیکن کوئی عبارت یا اشارہ اس کی ادائیگی نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو اہل حق کے سینے میں اللہ تعالی کی عطا کردہ نشانیاں ہیں اگر بالفرض وہ لوگ اسے بیان کرنے کے لیے عبارات واشارات کا سہارا لے بھی لیں تو بھی عبارات و اشارات اس کی اصلی مراد کو ظاہر نہیں کر سکتے اس لیے نااہل اس سے وہ کچھ سمجھ بیٹھے گا جو کہ اصل مراد ہی نہیں اور ذوق ووجدان والا شخص بھی اس پُر خطرہ راہ پر سلامتی کے ساتھ چلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

کلام ربانی اور کلام انبیاء میں سے ایسے ہی علم کو "متشابہات" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، متشابہات سے متعلق علمائے کرام کے بہت سے اقوال ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب "المطالب الوفیہ" میں تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ اس بارے میں بعض نے تاویل کی اور بعض نے اسے بلا تاویل ہی قبول کر لیا ہے، اسی طرح اہل معرفت میں سے جب بعض ائمہ کرام نے ان متشابہات کی تاویل بیان کی تو کچھ نے اسے قبول کیا اور کچھ نے اس کا انکار کر دیا جبکہ ایک گروہ انصاف وتسلیم کا بھی حامل ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شئی کو بہتر جانتا ہے۔

حق بات تو یہ ہے کہ اہل معرفت نے علوم اسرار میں سے جب کچھ کے بارے میں پردہ اٹھایا تو کم ہمت لوگ اسے سمجھ نہیں پائے اور یہ کوئی قابلِ ملامت بھی نہیں کیونکہ متشابہات کے ساتھ کلام کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت ہے لیکن بعض جاہل اپنی حدوں کو پار کر گئے اور اہل حق کی قدر و منزلت نہ جان سکے[246] اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال سے در گزر فرمائے۔

246۔ اور ان اہل معرفت کے بارے میں ناشائستہ کلام کرنے لگے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سماع آلات کا مسئلہ علم حقیقت کا مسئلہ نہیں ہے جسے لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائے بلکہ یہ تو خاص علم شریعت کا مسئلہ ہے لہٰذا ہر خاص وعام مکلف کے لیے اس کا بیان کیا جانا بھی ضروری ہے اور اس بارے میں درستگی یہ ہے کہ مطلقاً مباح کہنے پر کفایت نہ کی جائے بلکہ تفصیلی کلام پیش کیا جائے جیسا کہ ہم ابھی مزید کلام پیش کریں گے۔

اے میرے بردرانِ اسلامی! اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کی عطا کردہ توفیق سے میں نے اس رسالہ میں تمہارے لیے مسئلہ سماع سے متعلق عبارات و نقول کو قدرے اجمال و تفصیل کے ساتھ پیش کر دیا ہے پس اگر تم اسے قبول کر لو گے تو گویا تم نے مجھ سے اپنے کیے ہوئے وعدے کو وفا کر دیا اور اگر اِعراض کرتے ہوئے قابلِ عمل نہ جانو گے اور اس[247] کو چھوڑ کر کم ہمت فقہائے زمان[248] کلام کی پیروی کرو گے جیسا کہ دیگر کثیر عوام الناس کر چکی ہے جس کے نتیجہ میں انہوں نے بدگمان کا داغ اپنے دامن سے لگا لیا ہے اور یہی نہیں بلکہ ہر زمانہ میں اہلِ سماع کی مطلقاً تفسیق کا قول کر کے شریعت سے قطع تعلقی کا ارتکاب کیا ہے تو تمہیں تمہارے اعمال مبارک ہوں اور میرے لیے میرا عمل[249] ہی کافی ہے تم اس عمل سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ نغماتِ طیبہ کو آلاتِ مطربہ[250] کے ساتھ سننے کے مسئلے کے بارے میں میرے نزدیک کچھ تفصیل ہے میں اسے نہ تو مطلقاً حرام

247۔ حق پر مبنی کلام۔
248۔ کے اوہام وخواہشات پر مبنی۔
249۔ مبنی بر شریعت۔
250۔ میوزک وموسیقی کے آلات۔

کہتا ہوں اور نہ مطلقاً حلال، اس بارے میں مزید تفصیل ایک مقدمہ ذکر کرنے کے بعد جامع عنوان کی صورت میں پیش کروں گا۔

لفظِ سماع کی تحقیق کے بارے میں مقدمہ

یہ بات صحیفہ خاطر پر منقش رہے کہ لفظ سماع محققین کی اصطلاح میں عمومی لفظ ہے جو زہدیات وغزلیات وغیرہ کے غناء کو شامل ہے، چاہے وہ معین ہو یا غیر معین، نغمات کے ساتھ ہو یا بغیر نغمات کے، آلات کے ساتھ ہو یا بغیر آلات کے یا صرف آلات کا سماع ہی ہو اور آلات میں بھی کوئی تفریق واختصاص نہیں ہے، چاہے دف ہو یا مزامیر، یا چنگ و جھانجھ، اور دُف چاہے گھونگھرُو والی ہو یا بغیر گھونگھرُو والی، چاہے ان آلات کو نغمات کی آواز کے لیے بجایا جائے یا ویسے ہی بجایا جائے، اسی طرح چاہے رقص وسرور ہو یا نہ ہو، اور چاہے یہ کسی شادی یا ولیمہ یا عید یا کسی گمشدہ کے آنے کے موقع پر ہو یا ذکر الٰہی و یادِ نبی ﷺ کے موقع پر ہو یا پھر ان کے علاوہ کوئی اور موقع ہو، چاہے انسان اکیلے ہی اپنے گھر میں کرے یا مسجد میں اہل علم وصلاح کی مجلس میں، چاہے بلا ارادہ اچانک کرے یا معینہ اوقات کے ساتھ بالاہتمام کرے، چاہے مرد و عورت تمام مدعو ہوں یا صرف مرد یا صرف عورتیں مدعو ہوں، ان تمام مذکورہ بالا صورتوں کے لیے لفظ "سماع" کا استعمال ہوتا ہے، اس لیے جب بھی مطلقاً لفظ سماع بولا جائے گا تو اس سے ایسا سماع ہی مراد ہو گا۔

اور شریعت مطہرہ میں اس کے لیے ایک ہی حکم ہے جسے ہم عنقریب بیان کریں گے اور سماع کو الگ الگ اقسام و معانی میں منقسم کرنے کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔

پس اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ آپ نے کس طرح سے لفظ سماع کو مطلق بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا تمام صورتوں کے لیے اسے شامل قرار دیا ہے اور پھر شریعت کے حوالہ سے اس کے لیے ایک ہی حکم ہونا بیان کر دیا ہے؟ اس کی تفصیل تو آگے آرہی ہے کہ ان میں سے ہر قسم کا حکم جدا اور اپنی حدود کی حد تک ہی رہے گا اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "کف الرعاع" میں اور دیگر شافعیہ حضرات نے بھی ایسی تقسیم کی ہے کہ بعض سماع حرام ہے، بعض مباح، بعض مکروہ ہیں، اس بارے میں ہمارا کلام اپنے مقام پر آرہا ہے جو کہ علمائے کرام کی مراد اور اہل انصاف کے نزدیک اس تقسیم سے مقصود و مطلوب ہے اگر معاملہ ایسا نہ ہو تو علمائے کرام کے بارے میں طعن کرنا لازم آئے گا کیونکہ حلال و حرام تو احکام شریعہ میں سے ہیں کسی نفس و عقل پر اس کا مدار نہیں اور اُصولیات کے فن میں یہ بات عیاں ہے کہ نظر عقلی اور ذاتی رائے کی پسند و ناپسند پر احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہوتا ہے۔

اس لیے اگر کوئی کسی شئ کے بارے میں حلال و حرام ہونے کا حکم کرے گا تو لازماً اس حکم کی بنیاد کسی دلیل شرعی، فرمانِ باری تعالیٰ، فرمانِ رسول، اجماعِ امت، یا قیاس وغیرہ پر مبنی ہو گی لہٰذا اگر دلیل ظنی ہوئی جیسا کہ تاویل کی حامل آیات[251] احادیث احاد[252] اجماع سکوتی، قیاس تو اب حرمت بھی ظنی ہی

251۔ اس سے مراد تاویل سے اخذ شدہ نتیجہ کا ظنی ہونا ہے آیات بہر حال یقینی و قطعی ہی رہیں گی۔

252۔ خبر واحد۔

ہو گی قطعی و یقینی ہر گز نہیں اور ایسی صورت میں تمام ائمہ کرام کے نزدیک وہ حکم حرام کے بجائے مکروہ ہو جائے گا سوائے امام محمد کے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دلیل عام "مفید یقین" ہوتی ہے جبکہ شوافع کے نزدیک دلیل عام "مفید ظن" ہوتی ہے اور بہر حال وہ تمام صورتیں واقسام جسے شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "کف الرعاع" میں ذکر کیا ہے اگر ان کا ماخذ خبر واحد، دلیل عام ہے تو یہ عند الشوافع ظنی دلائل ہیں اور اگر ان کا ماخذ کوئی قیاس شرعی ہے تو وہ بھی دلیل ظنی ہی ہے اور اگر یہ تمام صورتیں ان مفاہیم پر مبنی ہیں جو اس پر مرتب ہوئے ہیں تو اس کی تفصیل ہم ابھی ذکر کریں گے۔

اگر کوئی ذی شعور اس مسئلہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے احادیث میں تلاش و تفکر کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمام احادیث ملاہی، شراب نوشی، گانے والی لونڈیاں، فاسق وفاجر وغیرہ کے ذکر سے مقید بیان ہوئیں ہیں اور قریباً کوئی حدیث ایسی قیودات سے خالی نہیں ہو گی، اصول شوافع کے مطابق مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور جو بعض احادیث ان تمام مذکورہ بالا قیودات سے خالی ہیں وہ تمام کی تمام خبر واحد کے قبیل سے ہیں جو کہ مفید ظن ہیں "مفید یقین" نہیں، اس لیے کسی بھی حال میں قطعی و یقینی تو ثابت ہو نہیں سکتی ہاں البتہ مشہور و متواتر دلائل یقین کے ذریعہ ثابت شدہ قطعی محرمات پر مبنی سماع کے حرام ہونے کے بارے میں تفصیل کے لیے ہم آگے کلام کریں گے۔

اس تصریح کی وضاحت شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے بھی مترشح ہے کہ رقص جب لچکانے اور بل کھانے[253] کے انداز میں ہو تو اس صورت میں حرام ہے صرف مطلقاً رقص و جھومنا حرام نہیں ہے جیسا کہ حبشیوں نے مسجد نبوی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال، نیزے پکڑ کے رقص کیا اور لچکانے اور بل کھانے کے انداز میں رقص[254] کرنا اپنے ساتھ چونکہ کئی برائیوں کو لیے ہوئے ہوتا ہے، برابر ہے کہ وہ برائی مجلس میں موجود ہو یا نیت و ارادے میں. بہر حال فحش باتیں یقینی طور پر حرام ہیں اور وہ اُمور جو خواہشات تک لے جانے والے ہوں وہ بھی حرام ہی ہوں گے اور اگر صرف لچکانے و بل کھانے کے انداز[255] پر غور کیا جائے تو خاص طور پر قرآن و سنت میں اس کی ممانعت مذکور نہیں ہے، اس لیے ہماری مذکورہ بالا تفصیل[256] کی صورت میں ہی یہ ڈانس حرام ہوگا[257] اور ہماری مزید آنے والی گفتگو تمام اقوال کی جامع ہوگی لہٰذا تمہیں اس مسئلہ کی تقسیمات و تعریفات کے لیے اسے قابلِ اعتماد بنانا چاہیے۔

حلال و حرام کا معاملہ

شریعت مطہرہ کے مسائل میں حلال و حرام ہونے کا معاملہ قیاس، عقلی یا ذاتی رائے کی بنیاد پر نہیں ہوتا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

253۔ ڈانس۔
254۔ ڈانس۔
255۔ ڈانس۔
256۔ یعنی اس ڈانس کے ساتھ ظاہراً و باطناً برائیوں کا ہونا۔
257۔ ورنہ بھلا صرف مخصوص انداز میں جسم کو حرکت دینا و ہلانا کیوں حرام ہوگا۔

مَنْ زَادَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا شَیْئًا فَھُوَ رَدٌّ۔

ترجمہ:۔ جس نے ہمارے دین میں[258] کوئی اضافہ کیا تو وہ رد کر دیا جائے گا۔

یعنی دلیل شرعی کے بغیر کسی شئی کا اضافہ کرنا ہمارے یا دین کے خلاف ہے جو کہ نا قابلِ قبول ہے کیونکہ حلال حرام کے بارے میں کوئی کمی بیشی روا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ کا فرمان عالی شان ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ○[259]

ترجمہ:۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔

بایں طور کہ اللہ تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نے تمہارے دین کو مکمل فرمادیا، اس لیے اب اس[260] میں اضافہ نہیں ہو سکتا اور جب ائمہ مجتہدین کسی شئی کے بارے میں حرام ہونے کا قول کریں تو اس میں اضافہ سے ان کی مراد دین میں پہلے سے حرام کردہ اشیاء ہی کی طرف رہنمائی کرنا ہے انہوں نے اپنی طرف سے اضافہ کردہ شئی کو حرام کہا ہی نہیں بلکہ جب بھی یہ علت وقوع پذیر ہو گی تو اس حرام پر ہی مرتب ہو گی[261] اس لیے اے ذی شعور! تجھ پر لازم ہے کہ حلال و حرام کے بارے میں ائمہ و علمائے کرام کے اقوال میں خوب غور و فکر کر، ارے ذرا غور تو کر! کہ اُمت محمدیہ

258۔ خلافِ اُصول شرع۔

259۔ المائدۃ، ۵، آیت، ۳۔

260۔ حلال و حرام۔

261۔ یعنی جب ان ائمہ کرام کا بتایا ہوا ممنوعہ کام وقوع پذیر ہو گا تو پس پردہ حرام شرعی کا ہی ارتکاب ہو رہا ہو گا اسی لیے ائمہ مجتہدین نے اس حرام شرعی کی طرف لے جانے والے کام کو بھی حرام قرار دیا ہے جو دراصل اضافہ نہیں ہے، بلکہ اظہار حکم ہے۔

کے لیے حلال وحرام مقرر فرمانے والے جناب محمد مصطفی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابتدائے اسلام میں آیت حرمت کے نزول سے قبل محض اپنی جانب سے شراب کے حرام وحلال ہونے کے بارے میں توقف فرمایا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ برابر بارگاہِ عالی میں عرض کرتے رہے: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح بیان ظاہر فرمادے یہاں تک کہ ان کی دعائیں مستجاب ہوئی اور قرآن پاک کی آیت اس کی حرمت میں نازل کی گئی تب صحابہ کرام نے شراب کو بہادیا اور اس روز سے اُن کے نزدیک اس کی حرمت یقینی ہو گئی۔

اسی طرح ازواج مطہرات کے پردہ کا معاملہ ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں اُن کے پردے کے لیے عرض کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کچھ نہ کہتے ہوئے خاموشی اختیار فرمائی حتی کہ آیت قرآنی نازل ہوگئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق پردے کا حکم ارشاد فرمایا جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں [262] ذکر کیا ہے اور [263] پھر بھلا اُمت میں سے کسی شخص کو یہ اختیار کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ محض عقل کی بنیاد پر حلال وحرام کے احکامات صادر کرتا پھرے ایسا منہ زور کام تو کوئی مجنون یا پھر اس سے بھی بدتر شخص ہی کر سکتا ہے۔

262۔ کتاب التفسیر، باب ۸ سورۃ احزاب، صفحہ ۹۹۲ تا ۹۹۴ اور دیگر مقامات پر۔

263۔ یہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تھا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے مختار کیے گئے ہے اور اس بات پر کئی شواہد موجود ہیں۔

"ربیع الابرار" میں علامہ زمخشری سے منقول ہے:

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہارون الرشید نے مجھ سے کہا کہ بھلا مدینہ منورہ میں کون شخص ہے جو غناء کو حرام کہتا ہے؟ میں نے کہا: جسے اللہ تعالیٰ نے رسوائی میں مبتلا کر دیا ہو، اس نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے[264] میں نے کہا کہ کیا مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی شئی کو حلال یا حرام قرار دے؟

اللہ کی قسم! یہ معاملہ تو تمہارے چچا کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم[265] کو بھی بغیر وحی عطا نہیں کیا گیا[266] حالانکہ وہ تمام مخلوقات میں سب سے بہتر تھے پھر بھلا مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو یہ اختیار کیسے حاصل ہوا؟

اگر یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ سماع مع اپنی تمام اقسام کے اسی وقت حرام ہوتا ہے جب کہ محرماتِ قطعیہ میں سے کوئی اُمور اس کے ساتھ مل جائے تو ایسی صورت میں وہ تمام احادیث غیر معمول بہ ہو جائیں گی جن میں دُف، ساز اور

264۔ یہ ہارون الرشید نے سنی سنائی بات کی ورنہ امام مالک کا غناء کرنا خود ثابت شدہ ہے جیسا کہ ماقبل روایات گزر چکیں۔

265۔ ہارون الرشید کا نسب ساتویں پشت میں جا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، سلسلہ نسب یوں ہے، ابو جعفر ہارون الرشید بن مہدی بن محمد بن منصور بن عبد اللہ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

266۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ [سورہ حشر، ۵۹، آیت، ۷] وغیرہ آیات واحادیث سے اختیار واضح ہے، یہاں امام زہری کا تفرد ہے یا پھر یہ جملہ کسی اور سبب سے ارشاد فرمایا۔

آلاتِ لہو کی واضح صراحت موجود ہے کیونکہ اب حرمت اس کی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ان اُمور کے مل جانے کی وجہ سے ہے تو احادیث کا جو مفہوم ہے وہ تو بلا فائدہ ہو جائے گا پھر ان احادیث کا کیا محمل و مقصد باقی رہے گا کیا آپ کے پاس شریعت میں اس کی کوئی مثال موجود ہے؟

ہم اس اعتراض کے جواب میں کہتے ہیں کہ جناب والا وہ تمام تر احادیث جس میں ساز، دُف وغیرہ کی حرمت کا ذکر ہے وہ ملاہی، گانے والی لونڈیوں اور فاسق وفاجر کے ذکر پر مشتمل ہیں اور یہ قیودات ان اُمور کے ساتھ ملی ہوئی محرماتِ قطعیہ کی حرمت پر تاکید کر رہی ہیں اور لہو و ملاہی سے یہی محرمات مراد ہیں جو اس سماع کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

اور شارح دین متین [267] نے ایک مرتبہ ان محرمات کی وضاحت فرمادی اور دوسری مرتبہ انہیں "ملاھی ولہو" فرما کر ان کا قبیح و ناپسند ہونا بھی بیان فرمادیا ہے اور اس کی نظیر و مثال شریعت مطہرہ میں بھی موجود ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس فرمان کی تفسیر میں بیان کیا اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان عالی شان ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۝ [268]

ترجمہ:۔ اور گندی چیزیں اُن پر حرام کرے گا۔

مثلاً خون، خنزیر کا گوشت، سود، رشوت وغیرہ۔ [269]

267۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

268۔ الاعراف،۷، آیت،۱۵۷۔

269۔ قاضی بیضاوی کا کلام ختم ہوا۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمایا کہ اللہ تعالی کے مذکورہ بالا فرمان میں "الخبائث" میں الف لام عہد کا ہے جیسا کہ علمائے اُصول نے بھی اس کے عہد کا ہونا بیان کیا ہے اور خبائث سے وہ محرمات مراد ہیں جن کی وضاحت مکلفین کے نزدیک معہود[270] ہے تو اب یہ کلام بر سبیل تاکید ہو گا اور اُن محرماتِ معہودہ کا نام خبائث رکھنا ایسا ہی ہے جیسے ان آلات کا محرماتِ قطعیہ کے ساتھ ملنے کے سبب ملاہی و معازف نام وغیرہ رکھنا۔

جیسا کہ احادیث و آثار میں وارد ہوا تو وہ احادیث و آثار محض آلات ہونے کے اعتبار سے اس کے مطلقاً حرام ہونے پر دلالت نہیں کر رہے اور احکام شرعیہ کے امر و نہی کے بارے میں صریح عبارات کے علاوہ دیگر عبارات سے تاکید کرنا بھی شرع میں کثیر مقامات پر وارد ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمان باری تعالیٰ عزوجل کی تفسیر میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے:

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝[271]

ترجمہ:۔ اور تمہارے ربّ نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی تم میری عبادت کرو میں تمہیں اس پر اجر عطا کروں گا۔

اس تفسیر کا ایک قرینہ یہ فرمان باری تعالیٰ عزوجل بھی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ ۝[272]

ترجمہ:۔ بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں۔

270۔ بیان شدہ۔
271۔ المؤمن، ۴۰، آیت، ۶۰۔
272۔ المؤمن، ۴۰، آیت، ۶۰۔

یہاں "دُعَائِی" ارشاد نہیں فرمایا کہ دعا واستجابت بمعنی عبادت و ثواب ہے، اسی طریق پر ملاہی، معازف، اوتار، مزامیر وغیرہ کے ذکر کے ساتھ شراب نوشی، زنا و برائی وغیرہ اُمور کے ملنے کو قیاس کر لیں ورنہ مطلقاً لہو حرام نہیں ہے اگر وہ ان مذکورہ برائیوں سے خالی ہو جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "کف الرعاع" میں بھی ذکر کیا ہے جس لہو کی بارگاہِ رسالت سے اجازت ہو وہ مباح ہے اور بیشک بعض احوال منافیِ کمال نہیں ہوا کرتے۔

بعض لہو مباح بھی ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مومن مرد کا بہترین لہو تسبیح کرنا اور مؤمنہ عورت کا بہترین لہو چرخہ کاتنا ہے۔

حضرت مطلب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لہو ولعب سے [273] شغل رکھا کرو کیونکہ میں تمہارے دینی اُمور میں [274] سختی کو مناسب نہیں جانتا۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہارے پاس کچھ لہو کا سامان تھا؟ بیشک انصار لہو کو پسند کرتے ہیں۔ [275]

273۔ بھی قدرے۔

274۔ حد سے زیادہ۔

275۔ اسے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت روح رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب کہتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمانے لگے کیا تمہارے پاس کوئی لہو کا سامان ہے؟[276]

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اِلْھُوا وَالْعَبُوا" کی تشریح میں فرمایا:

اس حدیث میں دلیل ہے کہ نفوس کے تھک جانے کے وقت انہیں لہو و لعب و مباح اُمور سے تسکین دی جا سکتی ہے اور شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی لہو ولعب سے مراد ایسا لہو و لعب ہے جو محرماتِ قطعیہ یقینیہ مثلاً شراب نوشی، زنا، لواطت اور ان کی طرف لے جانے والے اُمور مثلاً شہوت کے ساتھ چھونا، بوسہ لینا اور شہوت دیکھنا اور تمام برائی و بے حیائی والے اُمور سے خالی ہو اور شیخ موصوف نے لہو ولعب مباح کو مطلق رکھا ہے اور کسی قسم کے ساتھ اس کی تخصیص نہیں فرمائی ہے۔

اور جب تم ہمارے پیش کردہ اس مقدمہ کو جسے ہم نے "لفظ سماع" کی تحقیق کے لیے بیان کیا ہے اچھی طرح سمجھ گئے ہو کہ لفظ "سماع" سے مراد کیا ہے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ یہ لفظ اپنی تمام اقسام مذکورہ کو شامل ہے اور ان تمام کے لیے شریعت محمدیہ میں ایک ہی حکم ہے اور تمام علمائے کرام کے اقوال در حقیقت اسی حکم واحد کی جانب لوٹتے ہیں جو تمام اقسام کی بنیاد ہے۔

276۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

سماع کے بارے میں ایک نفیس و مکمل شرعی حکم

توجان لو! اب ہم تمہارے سامنے ان کا ایک حکم بیان کرتے ہیں، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ تمہیں درستگی کی طرف ہدایت نصیب کرے گا۔

اور وہ حکم یہ ہے کہ جسے ہم اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ توفیق سے بیان کررہے ہیں کہ اچھے نغمات کو موسیقی کے آلات کے ساتھ سننے کے بارے میں حکم شریعت مطلق ہے جیسا کہ مذکورہ اقسام اس کے مطلق ہونے کا تقاضہ کررہی ہیں پس اگر تو یہ سماع تمام اقسام وآلات سمیت مذکورہ برائیوں مثلاً شراب نوشی، زنا، لواطت یا ان تک لے جانے والے اعمال مثلاً بیوی یا اپنی لونڈی کے علاوہ کسی اور کا شہوت کے ساتھ بوسہ لینے، چھونے یا دیکھنے کے ساتھ ملا ہوا ہو یا اِن میں سے کوئی برائی بظاہر مجلس سماع وغیرہ میں تو موجود نہ ہو لیکن کسی شخص کے ذہن ارادے میں ایسے شیطانی خیالات ہوں اور وہ خواہش کرتا ہو کہ ایسی بُرائیاں بھی مجلس میں موجود ہوں تو ان صورتوں ایسا سماع خاص اس شخص کے ارادے و نیت کے اعتبار سے اُسی کے حق میں حرام ہوگا کیونکہ مجلس سماع میں حرام اُمور کے وقوع پذیر ہونے کی خواہش اُس کے اپنے حق میں ہے اور ان حرام کردہ اُمور کا تصور اُس کا اپنی ذات کے بارے میں ہے کیونکہ وہ مجلس میں ان محرمات[277] کے وجود کو اچھا سمجھتا ہے اور جو شئی حرام کی طرف رغبت دلائے وہ بھی حرام ہوتی ہے۔[278]

277۔ برائیوں۔

278۔ یہ تفصیل برائی کا ارادہ کرنے والے شخص کے بارے میں ہے باقی رہے فواحشات مثلاً شراب نوشی وغیرہ تو اُن کی حرمت بذات خود واضح ہے۔

اگرچہ مذکورہ مفہوم ہمارے زمانے کی اکثریت کے بارے میں عیاں ہے لیکن پھر بھی ہم محض اپنے فراست واندازہ سے کسی ایک پر حکم نہیں لگا سکتے اور نہ ہی اُمتِ محمدیہ کی اس وجہ سے تفسیق کریں گے جب تک کہ محرماتِ مذکورہ بغیر کسی تاویل واحتمال کے اس مجلس میں ظاہر نہ ہو جائیں ہر انسان اپنے نفس کے بارے میں خوب بہتر جانتا ہے اور ہر مکلف اُخروی بربادی کا باعث بننے والے محرمات سے خود کو بچا سکتا ہے جیسا کہ وہ مکلف دنیاوی بربادی کا باعث بننے والے اُمور سے خود کو بچانے کی قدرت رکھتا ہے۔

عوام کے لیے تجسس کرنے کی ممانعت

ہمیں مسلمانوں کے بارے میں تجسس کرنے سے ممانعت کی گئی ہے جیسا کہ ہم نے ابتداءً اس کی وضاحت کر دی ہے البتہ والیانِ سیاست کے لیے تجسس کرنے کی اجازت ہے، حکام شریعت[279] اور بقیہ لوگوں کے لیے اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ سیاسی حکمرانوں نے لوگوں اور مملکت کو درست انداز میں چلانا ہوتا ہے، اس لیے ان کے لیے بعض ایسے احکامات کا جواز رکھا گیا ہے جو ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے جائز نہیں ہیں۔

میں نے اس بارے میں ائمہ حنفیہ میں سے ایک جلیل القدر امام کا لکھا ہوا رسالہ دیکھا جس میں اُنہوں نے سیاست کے بارے میں ایسی نفیس گفتگو کی ہے جس سے ہر ایک مکلف کو مستفید ہونا چاہیے، انہوں نے لکھا ہے کہ جان لو! حکام مملکت کو سیاست کی اَحسن انداز میں ادائیگی کے لیے جو وسعت دی گئی ہے

279۔ مثلاً مفتیان کرام وعلمائے عظام وغیرہ۔

وہ شریعت کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کے جواز پر کثیر قواعدِ شرعیہ و دلائلِ قویہ موجود ہیں جن کے بیان کرنے میں طوالت پیشِ نظر ہے۔

دورانِ سماع خیالات کا حکم

تو نغماتِ نفیسہ کو آلاتِ مطربہ[280] کے ساتھ سننے کی صورت میں جو شخص محرماتِ شرعیہ میں مبتلا ہو رہا ہو تو اس کی حرمت نفسِ سماع کے لیے لازم نہیں ہے[281] اور ایسا سماع مباح ہے جس کی مجلس میں شراب نوشی، زنا، لواطت، بیوی یا لونڈی کے علاوہ کسی اور کو شہوت کے ساتھ چھونا، دیکھنا، بوسہ لینا وغیرہ اُمورِ ممنوعہ موجود نہ ہوں اور سامع کا ارادہ درست و صالح نیز ظاہر و باطن کے اعتبار سے اسے پاکیزگی حاصل ہو اور دل میں پیدا ہونے والے برائی کے خیالات مثلاً شراب نوشی، زنا، لواطت یا دیگر ممنوعہ نشہ آور اشیاء سے بھی محفوظ رہے اور یہ اپنے خیالات و قلبی معاملات کے بارے میں حرام کردہ اُمور کے تصورات کو روکنے پر بھی قدرت رکھتا ہو۔

اور اگر شیطانی عمل دخل سے ایسے گندے خیالات قلب میں آنے لگیں تو یہ انہیں فی الفور دور کرنے کے ساتھ قلب کی پاکیزگی بر قرار رکھنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور روکتے رہنے کے باوجود ایسے خیالات کا دل میں بار بار آ جانا کوئی نقصان نہیں دے گا[282] تو ایسی صورتِ حال میں اس کے لیے ہر قسم کا سماع سُننا

280۔ موسیقی و میوزک۔

281۔ یعنی اصل سماع کا حرام ہونا اور بات ہے اور اس کے ساتھ ملحق ہونے والے اُمور کا حرام ہونا اور بات ہے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

282۔ بشرطیکہ دل ہر بار اس سے بیزار رہے۔

جائز ہے اور اس پر کسی وجہ سے حرمت کا حکم نہیں ہوگا جب تک کہ ہماری بیان کردہ ممنوعہ صورتوں میں سے کسی کا وقوع ظاہر نہ ہو جائے کیونکہ[283] ایسا سماع پاکیزہ و نفیس ہوتا ہے جو ظاہر و باطن کو جلا بخشتا ہے اور ایسا سماع اسے حدودِ الٰہی سے تجاوز بھی نہیں کرنے دیتا، پس یہ سماع مباح ہوتا ہے اگرچہ اس کا سننے والا اہلِ معرفت میں سے ہو یا عام جاہل و غافل شخص ہو یا شہود و معرفت سے عاری و خالی عالم دین ہو[284] یا پھر اس کا سننے والا اہل معرفت و شہود میں سے ہو اور[285] زمیں و زماں قیامت تک ایسے افراد باکمال سے کبھی بھی خالی نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے اگرچہ اہلِ غفلت اپنی آنکھوں پر روحانی پردوں یا دلوں میں فراست یقین کے فقدان کے باعث ان کا انکار ہی کیوں نہ کرتے پھریں تو ایسی صورت میں سماع ان ذوات والا صفات کے حق میں مستحب و مندوب ہوگا اور انہیں اس پر ثواب بھی ملے گا۔

کہ انہوں نے اس سماع سے حقائق الٰہیہ و معارفِ ربانیہ کے ساتھ ساتھ توحید کے معانی اور اشاراتِ حقانی کی فہم و معرفت کے لیے استفادہ کیا ہے اور میں[286] نے بعض احباب کی فرمائش پر ایک رسالہ لکھا ہے اور اس کا نام "تحفة اولی الألباب فی العلوم المستفاد من النأی والشباب" رکھا ہے اور اس میں علوم ربانی اور معارف توحید کی برکت سے آلاتِ مطربہ کے بارے میں جو کچھ میں

283۔ مذکورہ بالا نیک و جائز صفات کے ساتھ متصف۔

284۔ سب کے لیے سننا مباح ہے۔

285۔ یہ بھی واضح رہے کہ۔

286۔ امام عبد الغنی نابلسی۔

سمجھ سکا بیان کر دیا ہے حالانکہ میں اہل اللہ میں سے ادنیٰ درجہ کا حامل و کم ہمت ہوں [287]۔

کسی کہنے والے نے کہا کہ حرام شہوات مثلاً زنا، لواطت، شراب نوشی وغیرہ کے خیالات تو دل میں پھٹکتے ہی رہتے ہیں اور خود بخود ایسے جنم لینے والے خیالات قابلِ مواخذہ بھی نہیں ہوتے جن کی وجہ سے اس کے مرتکب شخص کو گناہ گار قرار دیا جائے جیسا کہ اس بارے میں علمائے کرام نے وضاحت کر دی ہے لہٰذا مذکورہ سماع کے مباح ہونے کو شرع کی جانب سے قابلِ مؤاخذہ نہ ہونے والے خیالات کی قید کے ساتھ مشروط کر کے اُن کے زائل ہونے کی شرط لگانا بھلا کیسے مناسبت رکھتا ہے؟ کیا آپ جناب کے پاس اس بارے میں شریعت کی کوئی مثال موجود ہے؟

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا واقعی ایسے خیالات اگر اچانک دل میں آجائیں تو ان کا حساب نہیں ہوتا ہے اور اس پر بندۂ خدا گناہ گار نہیں ہوتا، چاہیں وہ خیالات دل میں باقی رہیں اور اسے شکوک و

287۔ یہ کلمات بطریق عاجزی ہیں ورنہ بڑے بڑے متاخرین ائمہ اسلام نے آپ کی ذاتِ بابرکات کو ماخذ علم ولایت قرار دیا ہے اس بارے میں امام اہل سنت کا فتاویٰ رضویہ میں متفرق مقامات پر آپ کے متعلق کلام ہی کافی وشافی ہے مثلاً ایک جگہ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں، امام، علامہ، عارف باللہ، ناصح الامہ، سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی، الخ اسی طرح علامہ شیخ مراوی اپنی کتاب ”سلک الدُّرر“ میں لکھتے ہیں، اَلْاُسْتَاذُ الْاَعْظَمُ، اَلْمَلَاذُ الْاَعْصَمُ، اَلْعَارِفُ الْکَامِلُ، اَلْعَالِمُ الْکَبِیْرُ، اَلْقُطْبُ الرَّبَّانِي وَالْغَوْثُ الصَّمَدَانِيُّ، الخ۔

شبہات پر برانگیختہ کرتے رہیں جب تک کہ اس بندہ کا اپنا ارادہ اس کے ساتھ نہ ہو جائے لیکن نغماتی سماع کو جب بندہ سنتا ہے تو وہ اس کے قلب میں کیف و مستی پیدا کرتا ہے اور وہ اپنے اندر وارد عزائم کے بارے میں خود کو مضبوط کر لیتا ہے اور اس کی طبیعت ان عزائم کے لیے مچلنے لگتی ہے مگر یہ اس وقت انہیں خود سے دور کرنے کی قدرت نہیں پاتا۔

لیکن اگر ایسی صورت میں وہ مجلس سماع کے علاوہ ہوتا اور اسے اِن افعال کے انجام دینے کی طاقت بھی ہوتی تو یہ کر گزرتا مثلاً زناکاری شراب نوشی و بد فعلی وغیرہ اور اگر اسے اِن افعال پر قدرت نہ ہوتی تو بھی سماع کے سبب ان افعالِ قبیحہ کی محبت اس کے دل میں قرار پکڑ جاتی جس سے یہ اُن محرمات کی تمنا کرنے والا بن جائے گا اور کم از کم یہ آفت تو لازم ہے کہ اس کا دل یادِ مولیٰ سے غافل اور باطنی پاکیزگی سے محروم ہو جائے گا تو اِن وجوہات کی بنا پر ہم نے مذکورہ شرط کے ساتھ سماع کو مقید رکھا ہے اور یہ بھی ہماری اپنی جانب سے نہیں ہے بلکہ جو نقول صریحہ اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے سامنے ہیں اُن کے مطابق اسے مقرر کیا ہے۔

نیز شریعت مطہرہ میں بھی اس کی مثال موجود ہے جیسا کہ قرآن پاک کو اگر جنبی یا حیض و نفاس والی عورت تلاوت کی نیت سے پڑھے تو حرام ہے اور اگر دعا و ذکر کی نیت سے [288] پڑھے تو جائز ہے [289] حالانکہ دیکھا جائے تو تلاوت،

288۔ بغیر چھوئے زبانی۔

289۔ چھونا اب بھی ناجائز ہی ہوگا۔

ذکر، دعا وغیرہ کی نیت ہر ایک کے لیے جائز ومباح ہے لیکن جب پڑھنے والا جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو تو اس وقت حرمت و عدم حرمت کا معاملہ ہو گا[290] اس کی مزید تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

اسی طرح مذکورہ سماع میں بھی حرام شہوات کی نیت اور دل میں ان کا قرار سماع کی حرمت کا سبب ہو گا اور یہاں صرف نیت باعث حرمت نہیں جب تک کہ اعضائے جسمانی کا عمل بھی اس کی نیت کے مطابق برائی کا ارتکاب نہ کرے، اس بارے میں اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جنہیں اہل انصاف نے دین کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے والوں کے لیے بیان فرما دیا ہے۔

پاکیزہ سماع بلاشبہ "عبادت" ہے

ہمارے مؤقف کی تائید شیخ الاسلام امام ابو عبد اللہ محمد بن خضیری دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے آپ نے اپنی کتاب "الامتاع بحکم السماع" میں بیان فرمایا ہے:

میرے نزدیک بیان کردہ سماع کے متعلق حق بات یہ ہے کہ جب یہ سماع محرمات[291] سے خالی اور شبہات سے منزہ ہو نیز ہمہ وقت کا مشغلہ نہ ہو تو یہ فارغ لوگوں کے لیے اُنسیت کا باعث اور ذواتِ نفیسہ کے لیے ریاضت کی ایک صورت ہے بعض صورتوں میں اس کے اندر کوئی حرج نہیں اور جب اس کے اندر نیتوں کی سچائی، فکروں کی پاکیزگی اور زمین و آسمان کے ربّ کریم عزوجل کی

290۔ جیسی نیت ویسا حکم۔

291۔ حرام اُمور۔

طرف محتاجی اور اس کی یادِ بابرکات کی لذت نیز گناہوں پر شرمندگی اور ندامت کے آنسو بھی شامل ہو جائیں تو یہ بلاشبہ عظیم عبادات میں سے ہو جاتا ہے۔[292]

جب آپ سماع کو حرام کہنے والوں کے دلائل و براہین و علل پر غور و فکر کرنے لگیں تو ہماری بیان کردہ تفصیل کے پیش نظر انصاف سے کام لیں تو پھر آپ حلال و حرام کہنے والوں کے اصل فرق کو بخوبی جان جائیں گے اور ہماری تفصیل کو ہی قریب انصاف پائیں گے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ہم نے ماقبل صرف حرام شہوات کی قید لگائی تھی مباح شہوات مثلاً لذیذ کھانے، پاکیزہ مشروبات، نکاح حلال وغیرہ کی قید نہیں لگائی کیونکہ ایسے خیالات اور ان کی شہوات مباح ہیں لہٰذا اگر یہ سماع کے وقت دل میں آ بھی جائیں تب بھی اِن کے سبب سے سماع حرام نہیں ہو گا بلکہ اپنی اباحت پر برقرار رہے گا۔

تم ہمارے جواب و تفصیلات کی روشنی میں نفس مسئلہ تو جان چکے لیکن تم خاص و عام میں سے کسی کے لیے یہ کہتے ہوئے محض اپنی بدگمانی کے باعث حکم مت لگانا کہ یہ فلاں بری نیت و برے ارادے والا ہے اور ایسی بدگمانی عموماً تب ہو گی جب تم امیروں کو دیکھو گے یا ایسے لوگوں کو جنہوں لباس فاخرہ یا لباس فسق پہن رکھا ہے تو تم کہنے لگو گے کہ[293] اور اِن کے فسادِ نیت و ارادہ کی وجہ سے ان کا سماع حرام ہے پس جان لو کہ شریعت نے ظاہری ہیئت پر پکڑ نہیں رکھی اور نہ ہی خیالات و اُمورِ قلبی پر مدار حکم رکھا کیونکہ انہیں تو اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ ہی بہتر جانتا ہے۔

292۔ شیخ موصوف کا کلام ختم ہوا۔
293۔ ان کی ظاہری وضع قطع ان کے باطن کی غماز ہے۔

جبکہ مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا تم پر واجب ہے اور کسی اہلِ قبلہ کے لیے بدگمانی کرنا تجھ پر جائز نہیں ہے[294] حتی الامکان اسے اچھائی پر محمول کرنا لازم ہے ہر شخص اپنے بارے میں بہتر جانتا ہے لہٰذا ہماری تفصیلات کو وہ اپنے لیے خود میزانِ شرعی قائم کرکے جانچ لے پھر اس کے بعد اب جو چاہے، مان لے اور جو چاہے انکار کرے بروز قیامت ہر انسان سے اُس کے اَعمال کی باز پُرس ہوگی اور کوئی جان بھی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

سماع کے بارے میں فقہی وضاحت

بسا اوقات ہمارے سماع کے بارے میں مذکورہ کلام کو سُن کر بعض جاہل فقہاء کہہ دیتے ہیں کہ یہ کوئی فقہی جواب وکلام نہیں ہے بلکہ صوفیانہ انداز کی تحریر و تقریر ہے اور[295] بندہ کی نیت و ارادۂ قلبی کو جو کہ فقہائے کرام کے نزدیک کثیر مسائل شرعیہ کی حلت و حرمت کے مابین حدِ فاصل ہے اس سے انکار کردیتے ہیں تو چلیں ہم انہیں اُن کے مطلوب[296] کی سیر کراتے ہیں[297]۔

شریعتِ مبارکہ کے مسائل میں موجود ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ماقبل بھی ذکر کیا کہ حیض و نفاس والی عورت اور جنبی شخص کے لیے تلاوت قرآن بالاجماع حرام ہے لیکن اگر وہ پڑھنے سے تسبیح و تہلیل و تمہید کا ارادہ کرے،

294۔ اور اگر تجھے کوئی عیب نظر آئے تو۔

295۔ یہ جاہل فقیہ بے خبری میں۔

296۔ فقہی مسائل۔

297۔ اگرچہ ماقبل بھی کئی فقہی حوالے گذر چکے ہیں۔

تلاوت قرآن کا نہیں تو اب یہ حرام نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں یہ فعل حلال ہو گا حالانکہ تمام کتب فقہ اس بات پر متفق ہیں کہ جنبی شخص کے لیے قرآن کی تلاوت حرام ہے لیکن انہیں جلیل القدر فقہائے کرام کے کلام سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اگر قرآن کے الفاظ کو تلاوت کی نیت کے علاوہ مثلاً بطورِ ذکر و دعا پڑھا جائے تو اس وقت یہ تلاوتِ قرآن کے زمرے میں شمار نہیں ہو گا اسی لیے جنبی شخص[298] ذکر کی نیت سے قرآن پاک پڑھ سکتا ہے۔

اسی طرح ہمارے مسئلہ سماع کے بارے میں فقہائے کرام نے وضاحت کی ہے اور آلاتِ نغمات کی حرمت کو لہو کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے جیسا کہ ملاہی یا آلاتِ لہو وغیرہ کے الفاظ بیان فرمائے ہیں اس سے یہ فائدہ مترشح ہوتا ہے کہ اگر سماع لہو سے جدا ہو تو حرام نہیں ہو گا اور لہو سے اُن کی مراد وہ اُمور ہیں جو فسق و فجور و بے حیائی پر مشتمل ہوں جیسا کہ ہم نے ماقبل تفصیلی کلام کیا ہے، لہو سے مطلقاً یادِ الٰہی سے غفلت مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو مباحات میں بھی پائی جاتی ہے۔

نظائر فقہ میں سے یہ بھی ہے کہ چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا[299] اور شہر سے بستی کی طرف جانے والے کے لیے مکمل نماز ادا کرنا پس اگر تو اس نے ایسی جگہ جانے کا ارادہ کیا جس تک کی مسافت کی مدت اس مقام سے تین دن کی دُوری ہے تو اب اس کے لیے حلال ہے کہ دو رکعت پڑھے لیکن اگر اس نے نیت

298۔ بغیر چھوئے۔

299۔ یعنی دو رکعت پڑھنا۔

نہیں کی تو اب اس پر نماز میں قصر کرنا حرام ہے اگر کرے گا تو چھوڑنے والا قرار پائے گا اسی طرح موزوں پر تین دن تک مسح کا معاملہ ہے[300]۔

اسی طرح رمضان المبارک میں روزہ چھوڑنے کا معاملہ ہے[301]۔ اسی طرح فقہائے کرام نے بھوک سے زیادہ پیٹ بھر کر کھانے کو حرام فرمایا لیکن اگر اس کی نیت روزہ میں قوت حاصل کرنے کے لیے ہے یا پھر مہمان کے ساتھ دینے میں تاکہ وہ شرمندگی سے ہاتھ نہ روکے تو اب حرام نہیں ہے۔

اب بھلا غور تو کرو کہ حرام اُمور قلبی ارادے کے بدلنے سے کیسے حلال ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ بعینہٖ حرام نہیں ہیں بلکہ ان کی حرمت کسی عارضی وجہ سے ہے لہٰذا نیت کے بدلنے سے اُن کا حکم بھی بدل جاتا ہے، اس کے علاوہ بے شمار ایسے فقہی نظائر مذاہب اربعہ میں شریعت کے مطابق وارد ہیں جنہیں شمار کرنا ممکن نہیں ہے اور اُن میں فقہائے ذیشان نے نیت و قلبی ارادے کے ذریعے سے حلال و حرام کے فرق کا اعتبار کیا ہے۔

ہمارے مؤقف کی تائید سیّدنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے اُنہوں نے "احیاء العلوم" میں بیان فرمایا:

قصیدہ واشعار میں عورتوں کے رخسار و کنپٹیوں، قدو قامت کے حُسن اور تمام اَوصافِ نسوانی سے تشبیہ دینا صحیح ہے اور اِن قصائد منظومہ کو ویسے ہی

300۔ یعنی مسافر کے لیے شرائط کے ساتھ تین دن جبکہ مقیم کے لیے ایک دن مسح کی مدت ہے۔
301۔ یعنی اگر مسافر چاہے تو نہ رکھے اور بعد میں قضا کرے گناہ گار نہیں ہوگا لیکن مقیم ایسا نہیں کر سکتا۔

پڑھنا یالکھنا یا گنگنانا حرام بھی نہیں ہے، اور سننے والے کو چاہیے کہ وہ اسے کسی مخصوص عورت پر چسپاں نہ کرے پس اگر اِس نے اُن قصائد واشعار کو اپنی بیوی یالونڈی کے بارے میں خیال کیا تو جائز ہے لیکن اگر کسی اجنبیہ عورت کے بارے میں گمان کیا تو اب وہ گناہ گار ہوگا اور جو ایسا کرنے والا ہو تو اسے "سماع" سے پرہیز کرنا چاہیے۔

شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ "کف الرعاع" میں مذکورہ کلام کو نقل کیا ہے اور شراب کے بارے میں تشبیہات واستعارات کو زیادہ کر کے بیان کیا ہے۔

اِن تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص بھی مذکورہ سماع میں حاضر ہو چاہے وہ سماع آلات کے ساتھ ہو یا بغیر آلات کے، کوئی بھی انسان ہو چاہے عام ہو یا خاص کیونکہ موجودہ زمانہ میں عوام وخواص کا امتیاز ایک مشکل امر ہے اکثر لوگ وضع قطع کے اعتبار سے امتیاز کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ حلقہ طلباء لب ولہجہ کے اعتبار سے ممیز کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک قلبی ادراکات اور شہودی اطلاعات کے اعتبار سے[302] امتیاز ہوتا ہے[303]۔

پس جس نے بھی مذکورہ محرمات[304] سے بچتے ہوئے اور اپنے قلب و ذہن کو شیطانی خیالات کی گندگی سے بچاتے ہوئے سماع سنا تو جب تک وہ اس حال

302۔ عوام وخواص کا۔

303۔ یہی اصل میزان ہے یعنی جامع شریعت وطریقت۔

304۔ حرام اُمور۔

پر رہے گا اس پر سماع کا سننا حرام نہیں ہو گا لیکن جب وہ غافل ہو جائے اور حرام کردہ شہوات کے لیے عزم مصمم کر لے تو اس پر ایسی حالت میں سماع کا سننا حرام ہو گا۔

حاصل گفتگو

مسئلہ سماع دراصل قلبی مقاصد و عزائم پر مبنی ہے کہ بندہ دل میں حلال کا ارادہ کرتا ہے یا حرام کا؟ لہٰذا جب کوئی بندہ قلبی طور پر حرام کی طرف مائل ہو جائے تو سماع کا حکم بھی خاص اسی کے لیے حرام ہو جائے گا لیکن کسی دوسرے کے لیے یہ حکم نہیں ہو گا اور اگر کسی کا دل حرام سے بیزار ہو کر مباح کی طرف مائل ہو جائے تو اس کے حق میں سماع بھی مباح ہو گا، یہ میزان مستقیم اور سید ھا و سلامتی والا راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ ہر شے کو بہتر جانتا ہے۔

یہ وہ علم شریعت ہے جو اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے پاس موجود تھا لہٰذا اب اے انصاف پسند! تو ذرا غور کر کہ کیا ہمارے بیان کردہ کلام کے علاوہ اور بھی کوئی کلام ہو سکتا ہے[305]۔

پس بیشک جن فقہائے کرام نے اس بارے میں اپنی عبارات کو مطلقاً حرام پر مبنی رکھا اُن کی مراد بھی دراصل انہی مفاسد پر تھی جنہیں ہم نے تفصیلاً بیان کر دیا ہے، اسی طرح احادیث و آثار میں سے جو اس کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں انہیں بھی مذکورہ مفاسد اور سننے والوں کے قلوب میں موجود بُرے مقاصد پر محمول کیا جائے گا۔

305۔ جو اس سے زیادہ کلام فقہاء کو عیاں کرتے ہوئے بیان کرے اور تحقیق کا حق ادا کرے۔

اسی طرح جن فقہائے کرام نے سماعِ مذکورہ کے بارے میں اپنی عبارات کو مطلقاً مباح ہونے پر محمول کیا تو اُن کی بنیاد بھی مقاصد حسنہ پر ہی مبنی تھی اس لیے وہ تمام تر سماع جو صحابہ کرام و تابعین عظام و علمائے کاملین کے بارے میں مروی ہیں ان میں بھی اُن کا مقصد نیک اور اُن کی نیتیں صحیح تھیں۔

اور متقدمین ومتاخرین میں سے جس نے بھی سماع کا انکار کیا ہے تو اُن کی مراد سماع فاسد ہی کی تھی[306] اور دین متین کے اس مسئلہ میں علمائے امت اسلامیہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے پس فقہائے کاملین کا کام احکام شریعت کو درست انداز میں پیش کرنا ہے جبکہ صوفیائے کرام کا کام احوال واحکام دونوں کو درستگی کے ساتھ پیش کرنا ہے جبکہ ان دونوں کے علاوہ کا کام بلاوجہ قیل وقال اور جنگ وجدال کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ ہی اُمور کے حقائق کو جانتا ہے اور وہی ذات والا صفات قیل وقال سے مستغنی ہے۔

بندۂ محتاج نے فیضِ ربانی سے اس مسئلہ سماع کے بارے میں مختلف مذاہب کے اقوال کے درمیان توفیق وتطبیق کر دی ہے اور اس قدر کلام وتفصیل کسی ماننے والے انصاف پسند کے لیے کافی ہے جبکہ کسی جاہل وہٹ دھرم کے لیے[307] بے کار ہے اور ویسے بھی میں نے یہ رسالہ اُن جیسوں کے لیے تحریر ہی نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ ہی سیدھے راستے کی جانب ہدایت فرمانے والا ہے ہمیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

306۔ مطلقاً ہر قسم کے سماع کی نہیں۔
307۔ دفتر کے دفتر۔

ہم اس رسالہ سے پیر کے دن ۲۷ شعبان المعظم ۱۰۸۸ھ کو فارغ ہو گئے تھے اور ہماری کل مدتِ تصنیف تین دن تھی پھر ہم دُروس و معمولات اور مطالعہ میں مصروف ہو گئے اور ساتھ ساتھ اس کی تہذیب و تنقیح بھی کرتے رہے[308]۔

اللہ تعالیٰ اِس سے ہمیں اور جمیع مسلمین و مسلمات کو نفع عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ اچھائی و ایمان کے ساتھ فرمائے۔ آمین

﴿...تمت...﴾

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! مورخہ 18.03.2011 بمطابق 13 ربیع الثانی 1432ھ، بروز جمعہ قبل نماز مغرب بوقت 05.50.pm اس کے ترجمہ سے فراغت ہوئی۔

خویدم العلم والاسلام
اعجاز احمد بن بشیر احمد بن محمد شفیع
غفرلہ ولوالدیہ

308۔ یعنی نوک پلک سنوارتے رہے۔

فضیلۃ الاستاذ المفتی
ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ
کی دیگر علمی و تحقیقی کتابیں

[1] ترجمہ و تحقیق "مجلۃ الاحکام العدلیۃ" (سلطنت عثمانیہ کا قانونی دیوان)، مؤلفہ: سلطنت عثمانیہ کے جلیل القدر علماء و قانون داں، (400 صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[2] ترجمہ و تحقیق "الرسائل الخمس" (بنام: رسائل امام عابد سندھی) مؤلفہ: امام محمد عابد سندھی انصاری رحمۃ اللہ علیہ، (170 صفحات) مطبوعہ: مکتبہ غوثیہ، کراچی، پاکستان۔

[3] ترجمہ و تحقیق "اخلاق النبی وآدابہ" (بنام: انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی) مصنف: امام ابوالشیخ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، (250 صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[4] ترجمہ و تحقیق "ایضاح الدلالات فی سماع الآلات" (بنام: موسیقی اور سماع اسلام کی نظر میں) مصنف: امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ، (208 صفحات)، دارالبیان، کراچی۔

[5] ترجمہ و تحقیق "رسائل امام جلال الدین سیوطی" مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، (جلد اوّل، 500 صفحات، جلد ثانی، زیر قلم)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[6] ترجمہ و تحقیق "النعمۃ الکبریٰ علی العالم" مصنف: امام ابن حجر مکی ہیثمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اشاعت اوّل: مکتبہ علیمیہ، کراچی (64 صفحات)، تحقیقی ایڈیشن (مع اعتراضات کے جوابات۔128 صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[7] ترجمہ و تحقیق "انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء" (بنام: حیاتِ انبیاء) مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، (72 صفحات)، مطبوعہ: جماعت محمودیہ، سجاول، سندھ۔

[8] ترجمہ و تحقیق "حصول الرفق بأصول الرزق" (بنام: رزق میں برکت کے نبوی وظائف) مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، (38 صفحات) مطبوعہ: جمعیت اشاعت اہلسنّت، کراچی، پاکستان۔

[9] ترجمہ و تحقیق "سہام الاصابۃ فی الدعوات المستجابۃ" (بنام: دعائیں کیسے قبول ہوں؟) مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، (70 صفحات)، مطبوعہ: جمعیت اشاعت اہلسنّت، کراچی، پاکستان۔

[10] ترجمہ و تحقیق "المورد الروی فی المولد النبوی" (بنام: سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم) مصنف: امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ، (128 صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[11] ترجمہ و تحقیق "حسن المقصد فی عمل المولد" مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، (32صفحات) مطبوعہ: ماہنامہ "المقصود" کراچی، پاکستان۔

[12] ترجمہ و شرح "شرح العقائد النسفیۃ" مصنف: امام سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ، (500صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[13] تحقیق و تخریج "فرشتے ہی فرشتے" مؤلفہ: فضیلۃ الامام فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ، (512صفحات)، اشاعت اوّل، بزم اویسیہ، کراچی، اشاعت ثانی، دارالبیان، کراچی۔

[14] تحقیق و تخریج "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" امام احمد رضا حنفی رحمۃ اللہ علیہ، (92 صفحات)، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا/دار المبرور، کراچی، پاکستان۔

[15] "تذکرۂ امام ابن حجر مکی" مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (32 صفحات)، مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[16] "مظلوم مصنف" (حیات و احوال فضیلۃ الامام فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ)، مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (92 صفحات)، اِدارہ تالیفات اویسیہ، بہاولپور، پاکستان۔

[17] "مہینوں کے فضائل" (دو حصے) مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (64صفحات) مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[18] "فیضانِ علم ومقام اولیاء" مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (32صفحات) مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[19] "حاضر وناظر کا ثبوت" مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (32 صفحات) مطبوعہ: انجمن عاشقان غوث اعظم، گلبہار، کراچی، پاکستان۔

[20] تخریج "بہار شباب" مؤلفہ: مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ، (64 صفحات)، اشاعت اوّل: مکتبہ علیمیہ، کراچی (محرم ۱۴۲۹ھ / جنوری ۲۰۰۸ء) اشاعت ثانی:(80 صفحات): جمعیت اشاعت اہلسنّت، کراچی، پاکستان (ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ / اکتوبر ۲۰۱۳ء)۔

[21] تخریج وتسہیل "سیرت محبوب سبحانی" مؤلفہ: پیر طاہر علاؤالدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، (72 صفحات)، مطبوعہ: مکتبہ علیمیہ، کراچی، پاکستان۔

[22] ترجمہ وترتیب "الاربعین فی فضل اطعام الطعام للانس والمسلمین" (بنام: کھانا کھلانے کا اجر وثواب)، مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (48 صفحات) مطبوعہ: سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ (سلام پبلیشرز)، کراچی، پاکستان۔

[23] "مسلک شیخ عبد الحق محدث دہلوی" مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (152صفحات) مطبوعہ: مکتبہ غوثیہ، کراچی، پاکستان۔

[24] "مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم" (تنقید واصلاح کی روشنی میں)، مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، (150صفحات)، قلمی، غیر مطبوعہ۔

[25] "نعتیہ دیوان" مؤلفہ: فضیلۃ الاستاذ ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ، قلمی، غیر مطبوعہ۔

اسلام میں موسیقی کا تصور اور مغرب میں اسلام کے فروغ میں اس کا کردار *

پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمٰن
[پی، ایچ، ڈی۔ کراچی یونیورسٹی]

اسلام اپنے آغاز سے آج تک کم و بیش ۱۴۵۰ء سال کی طویل مسافت طے کر چکا ہے، اس دوران اسلام نے تقریباً ہزار برس تک اپنے عروج کے زمانے میں دنیا کے کسی نہ کسی خطے پر بلا شرکت غیر حکومت کی ہے، اس دوران اسلام نے صرف سیاسی اقتدار کے ذریعے عوام کے قلوب کو تسخیر نہیں کیا بلکہ انسان کے دل و جان، جسم و روح، قلب و قالب اور ظاہر و باطن کی کھیتیاں بھی اس چشمہ صافی سے سیراب ہوتی رہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی حکومت صرف اسلام کی محافظ ہی نہ تھی بلکہ اس سے بڑھ کر حکمراں اسلام کی دعوت و تبلیغ کو بھی اپنے فرائض منصبی میں سے سمجھا کرتے تھے اور اسی لیے مقتدر علمائے کرام و مشائخ عظام کی جملہ تبلیغی مساعی کے وہ سرپرست اور قدردان رہے اور مدارس اسلامیہ، خانقاہوں اور زاویوں کی سرپرستی کو وہ اپنے لیے سعادت سمجھتے رہے۔

* ڈاکٹر حبیب الرحمٰن مدظلہ کا تحریر کردہ یہ پر مغز مقدمہ کتاب کی ترتیب و پیسٹنگ کے بعد موصول ہوا لیکن اپنی نوعیت کا مختصر و جامع مواد اس میں مذکور ہے اسی لیے اسے نظر انداز کرنے کے بجائے کتاب ہذا کے اخیر میں شامل کیا جا رہا ہے اگرچہ اس کا حقیقی مقام آغازِ کتاب میں تھا۔ از مترجم۔

لیکن جب اسلام کی دعوت کا کام حکمرانوں کی فہرستِ ترجیحات سے خارج ہوا اور دین و سیاست دو الگ خود مختار دائرے بن گئے تو اہل سیاست کے برعکس علمائے اہل حق اور اہل اللہ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے تبلیغ دین کی ذمہ داری بھرپور طریقے سے بغیر کسی مادی لالچ کے اپنالی، ان مقتدر ہستیوں نے اسلام کے پیغام و دعوت کو فتویٰ بازی اور مناظرہ بازی کے بجائے محبت و الفت، اپنے سیرت و کردار اور اخلاق و عمل کے ذریعے خلق خدا تک پہنچانے کی مقدور بھر سعی فرمائی، ہر زمانے کے علمائے سوء کے مقابلے میں علمائے حق اور اولیائے ربانیین نے دین کا دائرہ شریعت کے ممکنہ توسع کے دائرے میں رہ کر زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے اور پھیلانے کی بھرپور کوشش کی تاکہ زیادہ سے زیادہ انسانوں کو جہنم کی راہ پر گامزن ہونے سے بچاکر انہیں صراط مستقیم کا راہی بنایا جاسکے، اس مقصد کے حصول کی خاطر انہوں نے انسانی عادات، خصائص و شمائل، افکار، مزاج، نظریات، طرز بود و باش، رہن سہن، خوشی و غمی کے مواقع اور تہذیب و تمدن کے جملہ مظاہر کا بھرپور اور گہرا مشاہدہ فرکر دعوت حق کے لیے وہ طرق اور وسائل، وسائط و ذرائع اختیار فرمائے جو کسی مخصوص زمان و مکان میں عامۃ الناس کو دین حق سے قریب کرنے اور ربّ تعالیٰ کی عبودیت برضاء و رغبت اختیار کرنے میں معاون ثابت ہوسکے اور الحمد للہ ان مخلصین کی یہ حکمت عملی اپنے زمانوں میں مکمل کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں مسلمان اور ان کا دین اسلام سے والہانہ لگاؤ اور وابستگی ان صوفیائے کرام کے غیر متزلزل ایمان اور پیہم مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے، برصغیر کی اسلامی تہذیب کا حاکمانہ رعب و دبدبہ اور اس کا جلال و کمال

اور اس کا دور عروج صوفیائے کرام کے خون پسینہ کا مرہون منت ہے، بر صغیر میں ایک طرف صوفیائے نقشبند تھے جنہوں نے دین اکبری اور مسلمانوں پر ہندوانہ تہذیب کا استیصال فرمایا اور اپنے مال و جان کی بے پناہ قربانیوں کے ذریعے اسلام کے چہرے پر لگے شرک، بدعت اور خرافات و توہمات کے داغوں کو دھو کر اسلام کو اس کی اصل حالت و ہیئت کی طرف لوٹا دیا اور دوسری طرف صوفیائے چشت کی مساعی جمیلہ ہیں جنہوں نے اسلام کو "عربیت" کے دائرے سے نکال کر غیر عربی ماحول کے لیے قابل قبول بنایا۔

ان بزرگان دین نے عامۃ الناس سے علیحدہ اور دور رہ کر اپنے لیے ذکر و فکر کے نئے جزائر تخلیق کرنے کے بجائے لوگوں کے درمیان گھل مل کر رہنے کو ترجیح دی اور لوگوں کے ذوق و مزاج سے ہم آہنگ طریقوں کو اپنا کر ان کے سامنے پیغام حق پیش فرمایا جس سے لوگوں نے دین کی تبلیغ کے طریقہ کار اور دینی مزاج اور رویے میں مانوسیت اور قربت محسوس کی۔

اہل ہند کی اکثریت اپنے مخصوص مذہبی، تاریخی اور ثقافتی پس منظر کی وجہ سے موسیقی اور رقص میں بہت زیادہ دل چسپی رکھتے ہیں، اسی لیے پورے ہندوستان کے طول و عرض میں قائم لاکھوں مندروں میں روزانہ بھجن گائے جاتے ہیں اور مذہبی اور ثقافتی تقریبات میں رقص Dance کیا یا پیش کروایا جاتا ہے اور اسی سبب سے ہندی تہذیب میں طاؤس و رُباب اور جملہ مزامیر کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے چنانچہ بزرگان دین نے اپنے ہم وطن غیر مسلمین کے اس ثقافتی اشغال کو کلیتاً رد کرنے کے بجائے اس کی مسمومیت Poisionious status کو اتباع حق سے بدل کر رکھ دیا۔

غناء وسماع اور موسیقی جو پہلے نفسی خواہشات اور سفلی جذبات کی تسکین کے لیے کی جاتی تھی اب اس کا رخ اور مقصد وقتی، عارضی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے بجائے قرب الٰہی، معرفت ربّ، فنا و بقاء، اتصال و وصال اور عشق نبی ﷺ قرار پایا، جذب و وجد اور وارفتگی و فدائیت کی کیفیات کا رخ حصول شہوات کی سطح سے بلند ہو کر عرفانِ ربّ اور عشق حقیقی قرار پایا۔

صوفیائے کرام کا عظیم الشان کارنامہ یہ تھا کہ مختلف مذاہب کے ساتھ نہایت قربت اور اہل مذہب کے ساتھ اختلاط کے باوجود یہ نفوس قدسیہ خود بالکل نہیں بدلے اور نہ ہی غیر مسلم تہذیب و ثقافت کی ایک لمحے کے لیے کبھی نقالی کی، ہندوستان کی اس وقت کی غالب تہذیب اپنی تاریخی اور اکثریتی قوت کے باوجود ان درویشوں کو اپنے اندر جذب نہیں کر پائی جبکہ اس کے برعکس ان حضرات کے ایمان ویقین اور اسلام کے ساتھ اخلاص اور اس پر استقامت نے اپنے حریف تہذیب کو بغیر شمشیر وسناں کے اندر سے کھوکھلا کر دیا، آج اکیسویں صدی میں جب مغرب The west ایک غالب تہذیب بن کر بنی نوع انسان پر اپنی جملہ قہر سامانیوں کے ساتھ مسلط ہے جس نے خطہ ارضی پر بسنے والے تمام انسانوں کو ان کے دینی اختلاف کے باوجود فکری و نظریاتی اور ثقافتی و عملی طور پر شدید متاثر کیا ہے۔

ایسے حالات میں ان بزرگان دین کا آزمودہ طریق کار اور تبلیغی حکمت عملی سے استفادہ کرتے ہوئے آج بھی نہایت پر امن طریقہ کار سے مغرب کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ کو بہ حسن وخوبی جیتا جا سکتا ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہے

کہ تمام بزرگان دین اور علمائے کرام جو اس وقت مغرب کے قلب یا بڑے مرکز میں بیٹھے ہوئے ہیں یا برصغیر پاک وہند یا کسی اور خطہ اراضی سے یورپ اور امریکہ تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے ہیں وہ ثقافتی سطح پر وہاں کے دل ودماغ کو فتح کر سکتے ہیں بالخصوص مشائخ چشت اگر قوالی اور سماع کو تبلیغی ہتھیار کے طور پر استعمال فرمانا شروع کر دیں اور قوالوں کی اس نہج پر صحیح داعیانہ تربیت کی جائے تو اہل مغرب جو موسیقی اور رقص کے دلدادہ ہیں ان کو اسلام کی آغوش میں بآسانی ڈالا جاسکتا ہے۔

ماضی قریب میں پاکستان کے مشہور قوال نصرت فتح علی خان کی یورپ میں قوالیوں کے پروگرام میں وہاں کے مقامی لوگ، قوالی کے زبان وبیان سے شناسائی نہ ہونے کے باوجود بھی پڑھے جانے والے کلام کو سن کر وجد آفریں انداز میں جھوم اٹھتے تھے، اسی طرح امسال رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ میں Samaa Tv پر ہمارے ایک دوست مفتی اعجاز احمد معروف قوال جناب امجد صابری کے ساتھ شریک تھے تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اس پروگرام میں امجد صابری نے کہا کہ ۲۶ جنوری ۲۰۱۲ء کو پولینڈ Poland میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قوالی کے ذریعے ایک ہی محفل میں چار سو پولش polish افراد کو مسلمان کرنے کا شرف حاصل کیا تو مغرب میں اسلام کی فتوحات کے لیے یہ بند دروازہ اب تک کسی صاحب قال وحال کا منتظر ہے۔

آج مغرب میں اسلامی خانقاہی نظام کے احیاء Revival کی شدید ضرورت ہے، مغرب اگر اہل اسلام کی زمین اور مادی وسائل پر قبضے کے منصوبے بنا رہا ہے تو اہل اسلام کو بھی ان کے دل ودماغ کے تسخیر کے منصوبے پر جتنا جلد ممکن ہو عملی طور پر کام کا آغاز کر دینا چاہیے۔

اسلامی یا مسلمان حکومتیں اگر اپنے بجٹ کا صرف ایک فیصد بھی حقیقی طور پر اس مشن Mission پر خرچ کرنے کا آغاز کر دیں تو چند سالوں میں مغرب کے گھر گھر سے اسلام کی خوشبو آنے لگے گی اور پھر یہ کافر مغرب نہیں رہے گا بلکہ اسلامی مغرب بن جائے گا اس ضمن میں موجودہ عالمی حالات اس بات کی شدت کے ساتھ متقاضی ہیں کہ اہل اسلام آپس کے اختلافات اور تفرقات پس پشت ڈال کر اسلام کی دعوت اور مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی خاطر مل کر مشترکہ منصوبے تشکیل دے کر غلبہ اسلام کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے میں اپنا اپنا حصہ ضرور ملائیں۔

کتاب ہذا مسئلہ سماع وغناء پر امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی خالصتاً علمی و تحقیقی کاوش ہے جس کا مقصد مسئلہ مذکورہ سے متعلقہ وار ہونے والے شکوک و شبہات کی علمی تنقیح اور اس کے قائلین و عاملین کو سیرت صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاکیزہ زندگیوں سے عملی مثالوں کے ذریعے دلائل کی فراہمی ہے، اس کا مقصد کسی نئے مناظرہ بازی کے سلسلے کے لیے دنگل قائم کرنا نہیں ہے کہ غیر قائلین علماء تلواریں سونت کر میدان میں بغیر کسی دعوت کے کود پڑیں اور اس کے بعد جواب اور جواب الجواب کا غیر متناہی عبث سلسلہ چل پڑے خوبصورت آواز پاکیزہ نغمات، موزوں کلام، بامقصد شاعری، پر کیف اور وجد آفریں خوش الحانی انسان کے فطری ذوق سماعت کی تسکین کے مشروع ذرائع ہیں۔

اسی لیے اسلام نے حسن صوت کے مقابلے میں "انکر الاصوات" کا تصور پیش کر کے لحن داودی، ترتیل قرآن، تلاوت آیات، اور ردیف اور قافیہ پر مبنی کلام کی تحسین فرمائی ہے خود قرآن کریم کا پڑھنا، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم،

آذان، حمد و صلوۃ، منقبت وأناشید، حدی خوانی انسان کو فرحت بخش لمحات سے دوچار کر کے اس کے دل ودماغ کو تازگی اوراور ذہن کو پاکیزگی عطا کرنے کا ذریعہ ہے اسی لیے بارگاہ رسالت مآب اور آپ کے دربار گوہربار کے مقدس ماحول سے لے کر آج کے بزرگان دین اور مشائخ طریقت کی خانقاہوں تک خوبصورت اور پرکیف کلام سن کر سامعین وحاضرین کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات پڑتی ہے اور حاضرین پر وجد وکیف کی حالت طاری ہو جاتی ہے جو یقیناً سننے اور سنانے والوں کے ایمان میں زیادتی پر منتج ہوتا ہے۔

یہاں یہ حقیقت ہرگز نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اس کتاب میں غناء اور سماع یا Music کے جواز پر مبسوط علمی بحث اور سلسلہ چشتیہ میں قوالی سے اشتغال ولگاؤ کے لیے فراہم کردہ شرعی دلائل سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونے پائے کہ مغرب سے درآمد یا مغرب کی نقالی میں مروجہ Pop music/ Rock music/Rap music یا میوزک کی کوئی دوسری قسم یا شکل کو سند جواز فراہم کرنے کے لیے اس کتاب کو چھاپا جارہا ہے ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہے جس طرح حق وباطل، صحیح وغلط، سچ وجھوٹ اور دن ورات ایک نہیں ہو سکتے بالکل اسی طرح اسلامی تصور سماع وغناء اور مغرب کے اس حوالے سے تصور میں نہ صرف بعد المشرقین ہے بلکہ دونوں ایک دوسرے کی عین ضد ہیں کیونکہ مغرب کے سماع وغناء Music کے ساتھ بیہودگی، بے حیائی، فحاشی، عریانی اور بے غیرتی جزلاینفک ہیں، مردوزن مل کر ہزاروں، لاکھوں بلکہ میڈیا کے ذریعے کروڑوں لوگوں کے سامنے عریاں ونیم عریاں لباس، فحش حرکات اور گمراہ کن مشاعی کے ذریعے جس طرح ناظرین وسامعین کو شیطانیت پر ابھارتے اور حق

تعالیٰ کی اطاعت و بندگی سے دور کرتے ہیں کوئی بھی ذی ہوش اور باکردار انسان اگرچہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس طرح کی محفل اور میوزک کو جائز نہیں کہہ سکتا۔

کیونکہ اسلام میں غنائیت کا مقصد دل و جان اور جسم و روح کو راحت پہنچانا ہے، نہ کہ لوگوں کو بیہودگی، بے شرمی اور خباثت کا دلدادہ بنانا ہے اگر سماع و غناء کے نتیجے میں بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں زیادہ الفت محسوس کرے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اس کے لیے مزید آسان ہو جائے، خیر اور نیکی کے کاموں میں انہاک میں اضافہ ہو اور شریعت کے ذریعے طریقت کی طرف التفات میں سہولت محسوس ہو طریقت کے ذریعے توجہ معرفت کی طرف مبذول ہو سکے اور معرفت کے نتیجے میں حقیقت کی جھلک کی سعادت حاصل ہو اور حقیقت پھر قرب الٰہی اور بالآخر وصال، فناء اور بقاپر منتج ہو یقیناً ایسی موسیقی اور غنائیت Music کے جملہ سر اور راگ نفس مطمئنہ کے غماض ہیں لیکن موسیقی کے نام پر "بندہ" گندہ ہو جائے، اللہ سے دور اور شیطان کے قریب ہو اور عبادت و اطاعت الٰہی کے بجائے طغیان و عصیان کو اپنا شعار بنالے تو یہ غنائیت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بجائے اس کی لعنت اور پھٹکار کا موجب اور اس کے فضل و کرم کے بجائے اس کے غیض و غضب کا باعث ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کتاب ہذا کو اہل شریعت و طریقت کے لیے اِزدیادِ علم و فضل کا سبب بنائے اور مسئلہ مذکورہ میں اس کتاب کو "کشاف الحق" اور "حجۂ کاملہ و دلیل تامہ" بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین
الاستاذ الدکتور حبیب الرحمٰن
habibaims@hotmail.com

موسیقی اور سماع

جدید اسلامی نظام بینکاری اور فقہی و تجارتی قوانین اسلامیہ
کے اُصول و قواعد پر مشتمل "فقہ حنفی" کے مستند مسائل کا مجموعہ

سلطنت عثمانیہ کا قانونی دیوان

The Ottoman Courts Manual (Hanafi)

"مَجَلَّةُ الأَحكامِ العَدلِيَّةِ"

تجارتی قوانین

"ترجمہ و تحقیق"

فضیلۃ الاستاذ

مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

"منتظرِ اشاعت"

Islam and Music

اہل ہندوپاک کی اکثریت اپنے مخصوص مذہبی، تاریخی اور ثقافتی پس منظر کی وجہ سے موسیقی اور رقص میں بہت زیادہ دل چسپی رکھتے ہیں، اسی سبب سے ہندی تہذیب میں طاوس ورُباب اور جملہ مزامیر کا کثرت سے استعمال ہوتا ہے چنانچہ بزرگان دین نے اسلام کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں اپنے ہم وطن غیر مسلمین کے اس ثقافتی اشغال کو کلیتاً رد کرنے کے بجائے اس کی مسمومیت Poisionious status کو اتباع حق سے بدل کر رکھ دیا اور غناء وسماع اور موسیقی جو پہلے نفسی خواہشات اور سفلی جذبات کی تسکین کے لیے کی جاتی تھی اب اس کا رخ اور مقصد وقتی، عارضی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے بجائے قرب الٰہی، معرفت ربّ، فناوبقاء، اتصال ووصال اور عشق نبی ﷺ قرار پایا، جذب ووجد اور وارفتگی وفدائیت کی کیفیات کا رخ حصول شہوات کی سطح سے بلند ہوکر عرفانِ ربّ اور عشق حقیقی قرار پایا۔

موجودہ حالات میں ان بزرگان دین کے آزمودہ طریق کار اور تبلیغی حکمت عملی سے استفادہ کرتے ہوئے آج بھی نہایت پرامن طریقہ کار سے مغرب کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ کو بہ حسن وخوبی جیتا جاسکتا ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ تمام بزرگان دین اور علماء کرام جو اس وقت مغرب کے قلب یا بڑے مرکز میں بیٹھے ہوئے ہیں یا برصغیر پاک وہند یا کسی اور خطہ اراضی سے یورپ اور امریکہ تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے ہیں وہ ثقافتی سطح پر وہاں کے دل ودماغ کو فتح کرسکتے ہیں بالخصوص مشائخ چشت اگر قوالی اور سماع کو تبلیغی ہتھیار کے طور پر استعمال فرمانا شروع کردیں اور قوالوں کی اس نہج پر صحیح داعیانہ تربیت کی جائے تو اہل مغرب جو موسیقی اور رقص کے دلدادہ ہیں ان کو اسلام کی آغوش میں بآسانی ڈالا جاسکتا ہے، آج مغرب میں اسلامی خانقاہی نظام کے احیاء Revival کی شدید ضرورت ہے، مغرب اگر اہل اسلام کی زمین اور مادی وسائل پر قبضے کے منصوبے بنا رہا ہے تو اہل اسلام کو بھی ان کے دل ودماغ کے تسخیر کے منصوبے پر جتنا جلد ممکن ہو عملی طور پر کام کا آغاز کردینا چاہیے۔ [مزید صفحہ ۲۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں]

دارالبیان